سکون کی تلاش

مؤلف

مولانا ابو رجب محمد آصف عطاری مدنی رحمۃ اللہ علیہ

پیشکش

مجلس "ماہنامہ فیضانِ مدینہ"

پُر سکون زندگی گزارنے کے راہنما اصولوں پر مشتمل مضامین کا مجموعہ

سکون کی تلاش

مؤلف

مولانا ابو رجب محمد آصف عطّاری مدنی

پیشکش: مجلس ماہنامہ فیضان مدینہ (دعوتِ اسلامی)

www.dawateislami.net

کتاب پڑھنے کی دُعا

دینی کتاب یا اسلامی سبق پڑھنے سے پہلے ذیل میں دی ہوئی دُعا پڑھ لیجئے اِنْ شَآءَاللہ عَزَّوَجَلَّ جو کچھ پڑھیں گے یاد رہے گا۔ دُعا یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ افْتَحْ عَلَیْنَا حِکْمَتَکَ وَانْشُرْ عَلَیْنَا رَحْمَتَکَ یَا ذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَام

(مُستَطرَف، ج۱، ص۴۰، دارالفکر بیروت)

(اوّل آخر ایک بار دُرُود شریف پڑھ لیجئے)

نام کتاب : سکون کی تلاش

مؤلف : مولانا ابورجب محمد آصف عطّاری مدنی

صفحات : 196

اشاعت اوّل : ستمبر 2025ء (ویب ایڈیشن)

پیشکش : مجلس ماہنامہ فیضانِ مدینہ (دعوتِ اسلامی)

www.dawateislami.net/magazine/ur

فہرست

پہلے اسے پڑھیے	4
سکون کی تلاش	11
برداشت	16
ناکامی	18
انجانے خوف	25
مثبت یا منفی	31
ہم تھکے تھکے سے کیوں رہتے ہیں؟	34
موازنہ	41
نفرت کیوں؟	47
بوریت	51
کنفیوژن	54
بے بسی	58
خوش رہنے کے 8 طریقے	62
خواہشات کا پیالہ	67
نفرتیں مٹانے کے 12 طریقے	71

ہماری خوشیاں مثبت یا منفی	78
بے قابو	86
یکسوئی	90
تنہائی ہمارے کردار کی امتحان گاہ	94
بہت زیادہ سوچنا	102
حالات اور خیالات	107
مصیبت کے ایام	111
پہلے خبر کنفرم کر لیجئے	116
اپنی غلطی مان لیجئے	118
دوسروں کو دیجئے	122
پوچھ کر دیکھ لیجیے	130
جھگڑے سے بچنے کے طریقے	132
ہماری عادتیں	136
بُری عادتیں کیسے چھوڑی جائیں؟	140
پڑوسی کا مرغا	143
سمجھداری یا چالاکی	148
غلط فہمیاں	152
ڈبل اسٹینڈرڈ	157

اختلاف رائے	162
بد دعائیں کیوں؟	165
تبصرے	171
موبائل اور بدگمانیاں	176
بُرا گمان حرام ہے	176
بدگمانیوں کی مثالیں(Examples of misconceptions)	177
بے تکلفی	184
پردہ پوشی	190
گناہ جھڑتے دکھائی دیتے تھے	191
غلطی مان کر جلدی جان چھڑا لیجئے	193
Saving مگر کس چیز کی؟	193
بچھڑنے کو بھی سلیقہ چاہیئے	194
فیصلہ آپ کا اور غلطی کسی اور کی؟	195

پہلے اسے پڑھیے

سکون انسانی فطرت کی ایک بنیادی اور قیمتی طلب ہے۔ دنیا کا ہر انسان، خواہ وہ کسی بھی خطے، زبان یا طبقے سے تعلق رکھتا ہو، اپنی زندگی میں دو ہی چیزوں کی جستجو میں سرگرداں رہتا ہے: کامیابی اور سکون۔ اب یہ الگ بات ہے کہ کس کے نزدیک کامیابی کا معیار کیا ہے؟ البتہ ایک مسلمان کے لیے کامیابی کا معیار اللہ کریم اور رسولِ رحیم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی رضا ہے۔

دیکھا یہ گیا ہے کہ دولت، شہرت، اقتدار اور آسائشیں حاصل کر لینے کے باوجود بھی بہت سے لوگ قلبی اطمینان اور سکون سے محروم رہتے ہیں۔ گھر کی رونق ہو یا کاروبار کی ترقی، تعلقات کی فراوانی ہو یا سہولتوں کی بہتات، اگر دل مضطرب اور بے چین ہے تو یہ تمام نعمتیں بے کیف اور بے لطف محسوس ہوتی ہیں۔ اس کے برعکس سادہ سی زندگی گزارنے والا وہ شخص جسے اپنے رب سے تعلق، اپنے نفس پر قابو اور اپنے ارد گرد کے لوگوں سے حسنِ سلوک نصیب ہو، سچی مسرت اور قرارِ قلب کی نعمت سے لطف اندوز ہوتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ انسانی معاشرے کی ایک بڑی بیماری "بے سکونی" قرار دی جاسکتی ہے۔ نجی زندگی میں گھریلو جھگڑے، رشتوں میں دراڑیں، بے جا شکوک و شبہات اور انا پرستی؛ اور اجتماعی زندگی میں غیبت، چغلی، جھوٹی خبروں کا پھیلاؤ، اختلافِ رائے میں بدتہذیبی اور دوسروں کے عیب اچھالنے کا رجحان، یہ سب وہ اسباب ہیں جو فرد اور معاشرے دونوں کو سکون سے محروم کر دیتے ہیں۔

سکون کے دینی فوائد

اسلامی تعلیمات میں سکون کو ایک روحانی نعمت اور قربِ الٰہی کا ثمرہ قرار دیا گیا ہے۔

جیسا کہ سورۃ الرعد میں ذکرِ الٰہی کو سکونِ قلبی کا ذریعہ فرمایا گیا ہے: ﴿اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىٕنُّ الْقُلُوْبُ(۲۸)﴾ ترجَمۂ کنزُالعِرفان: سن لو! اللہ کی یاد ہی سے دل چین پاتے ہیں۔(1)

جب بندے کا تعلق اپنے خالق سے مضبوط ہوتا ہے تو نماز میں خشوع، روزے میں راحت، صدقہ و خیرات میں فرحت اور ذکرِ الٰہی میں حلاوت پیدا ہوجاتی ہے۔ یہی وہ داخلی سکون ہے جو کسی بیرونی حالات کے بدلنے سے متأثر نہیں ہوتا، بلکہ مشکل ترین حالات میں بھی دل کو ثابت قدم اور مطمئن رکھتا ہے۔

اس کے علاوہ، دینی نقطۂ نظر سے سکون کے حصول کا ایک بڑا ذریعہ حقوقُ العباد کی پاسداری بھی ہے۔ دوسروں کو معاف کرنا، ان کی غلطیوں سے درگزر کرنا، پردہ پوشی کرنا، خیر خواہی کا جذبہ رکھنا اور بدگمانی سے بچنا، یہ سب وہ اخلاقی اوصاف ہیں جن کی ترغیب ہمارے پیارے نبی صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے دی ہے اور جن کا نتیجہ نہ صرف آخرت میں اجر و ثواب بلکہ دنیا میں بھی قلبی راحت کی صورت میں نکلتا ہے۔ گویا سکون کا دینی پہلو دو رخوں پر مشتمل ہے: ایک اللہ پاک سے تعلق کی مضبوطی، دوسرا بندوں کے حقوق کی ادائیگی۔

سکون کے دنیاوی فوائد

دینی برکات کے ساتھ ساتھ سکون کے دنیاوی فوائد بھی نہایت وسیع ہیں۔ ایک پُرسکون انسان نہ صرف اپنی ذات کے لیے بلکہ اپنے خاندان، برادری اور پورے معاشرے کے لیے سکون کا باعث بنتا ہے۔ گھریلو زندگی میں جب میاں بیوی، والدین اور اولاد، اور بہن بھائیوں کے درمیان برداشت، درگزر اور خوش اسلوبی کا رویہ ہو تو گھر جنت کا نمونہ بن جاتا

(1) پ13، الرعد:28

www.dawateislami.net

ہے، اور اگر اِن کی جگہ اَنا، شک اور تلخ کلامی لے لے تو وہی گھر بے سکونی کی آماجگاہ بن جاتا ہے۔

اجتماعی سطح پر بھی سکون کی اہمیت کسی سے مخفی نہیں۔ جس معاشرے کے افراد ایک دوسرے کے بارے میں خبروں کی تصدیق کیے بغیر رائے قائم نہیں کرتے، جھگڑوں سے بچتے ہیں، اختلافِ رائے کو دشمنی نہیں بننے دیتے اور دوسروں پر بلاوجہ تبصرہ آرائی سے گریز کرتے ہیں، وہاں باہمی اعتماد اور بھائی چارہ پروان چڑھتا ہے۔ اس کے برعکس بدگمانی، جلد بازی میں رائے قائم کرلینا اور موبائل وسوشل میڈیا کے غیر محتاط استعمال سے پھیلنے والی غلط فہمیاں پورے معاشرے کو بے چینی اور انتشار سے دوچار کر دیتی ہیں۔ اس تناظر میں دیکھا جائے تو سکون محض ایک انفرادی نعمت نہیں بلکہ ایک اجتماعی امانت ہے، جس کی حفاظت ہر فرد کی ذمہ داری ہے۔

"ماہنامہ فیضانِ مدینہ" کے مرحوم چیف ایڈیٹر، استاذ المدرسین حضرت علامہ ابورجب محمد آصف عطاری مدنی رحمۃ اللہ علیہ "ماہنامہ فیضانِ مدینہ" کے قارئین کے لیے ہر شمارے میں بہت اچھوتے، تربیتی، معلوماتی اور سکون کی تلاش میں معاون مضامین لکھا کرتے تھے۔ انہوں نے جنوری 2017ء میں "ماہنامہ فیضانِ مدینہ" کے آغاز سے اپنے وصال سے ایک ہفتہ قبل تک جاری ہونے والے ہر شمارے میں بہترین مضامین لکھے۔ یہ مضامین مختلف سلسلوں "معاشرے کے ناسور، اسلامی زندگی، کتابِ زندگی، نوجوانوں کے مسائل اور درسِ کتابِ زندگی" کے تحت شامل ہوتے تھے۔ حالیہ دنوں میں معاشرتی بے سکونی اور ان مضامین کی اہمیت کے پیشِ نظر مجلس "ماہنامہ فیضانِ مدینہ" نے وہ تمام مضامین جو "سکون کی تلاش" میں معاون ہیں، کا ایک مجموعہ بنام "سکون کی تلاش" جاری کیا ہے۔ آیئے! ذیل میں

ان کے چند مضامین کے عنوانات اور ان کے معاشرتی ثمرات کا جائزہ لیتے ہیں:

سکون کی تلاش

"سکون کی تلاش" میں شامل مضامین دراصل ایسے عملی رہنما اصولوں پر مشتمل ہیں جن پر عمل کرکے انسان اپنی نجی اور اجتماعی زندگی کو سکون سے ہم کنار کر سکتا ہے جیسا کہ:

(1) رشتوں اور تعلقات میں سکون کے لیے برداشت کا مزاج اپنائیے کیونکہ عدمِ برداشت دراڑ کا سبب بنتی ہے، جبکہ اپنے ارد گرد کے لوگوں کی خامیوں اور اپنے مزاج کے خلاف باتوں کو برداشت کرنا سیکھ لینے والا شخص گھریلو اور معاشرتی تعلقات میں سکون پالیتا ہے۔

(2) رشتوں اور معاشرتی تعلقات کو محفوظ رکھنے کے لیے خبر کی تصدیق کیجیے کیونکہ بغیر تحقیق کے کسی بات کو آگے پھیلا دینا یا کسی پر الزام لگا دینا دلوں میں کدورت اور معاشرے میں فتنے کا سبب بن سکتا ہے۔

(3) جھگڑوں اور اختلافات کے خاتمے کے لیے اپنی غلطی تسلیم کرنے کی عادت بنائیے کیونکہ اَنا کی جگہ عاجزی اپنانا اور اپنی غلطی کا برملا اعتراف کرلینا بہت سے جھگڑوں کو ختم کرکے دل کو ہلکا اور مطمئن کر دیتا ہے۔

(4) دل کی کشادگی اور اطمینان کے لیے دوسروں کو دینا سیکھیے کیونکہ سخاوت اور ایثار، خواہ مال میں ہو یا وقت اور توجہ میں، انسان کو بخل اور حسد جیسی بے سکونی پیدا کرنے والی کیفیات سے بچاتے ہیں۔

(5) غلط فہمیوں اور نزاعات سے بچنے کے لیے پوچھ کر دیکھ لیجیے کیونکہ دوسروں کی نیت یا موقف کے بارے میں قیاس آرائی کرنے کے بجائے براہِ راست پوچھ کر تصدیق کرلینا بہت

www.dawateislami.net

سے اختلافات کو ختم کر دیتا ہے۔

(6)گھر اور معاشرے کو نزاعات سے محفوظ رکھنے کے لیے جھگڑوں سے بچنے کے طریقے اپنائیے اور غیر ضروری بحث و تکرار سے گریز، لہجے میں نرمی اور بر وقت خاموشی کو اپنا معمول بنائیے۔

(7)سکون کی طرف بڑھنے کے لیے اپنی بُری عادتوں کا جائزہ لیجیے اور انہیں چھوڑ دیجیے کیونکہ خود احتسابی کی عادت اپنانا اور بُری عادتوں سے بتدریج نجات حاصل کرنا اصلاحِ نفس کا بنیادی قدم ہے۔

(8)دیرپا عزت اور اعتماد کے لیے سمجھ داری کو چالاکی پر ترجیح دیجیے کیونکہ وقتی فائدے کے لیے چالاکی اختیار کرنے والا بالآخر اعتماد کھو بیٹھتا ہے، جبکہ دیانت اور دوراندیشی پر مبنی سمجھ داری دیرپا سکون کا باعث بنتی ہے۔

(9)تعلقات میں انصاف اور اعتماد برقرار رکھنے کے لیے ڈبل اسٹینڈرڈ سے اجتناب کیجیے کیونکہ اپنے اور دوسروں کے لیے الگ الگ معیار رکھنا ناانصافی اور بے چینی پیدا کرتا ہے، جبکہ یکساں اور منصفانہ رویہ سکون پیدا کرتا ہے۔

(10)باہمی تعلقات میں تلخی سے بچنے کے لیے اختلافِ رائے کے آداب سیکھیے کیونکہ اختلاف کرنا معیوب نہیں، البتہ اختلاف کو دشمنی اور تلخی میں بدل دینا تعلقات کے سکون کو ختم کر دیتا ہے۔

(11)دل کو کدورتوں سے پاک رکھنے کے لیے بددعاؤں سے پرہیز کیجیے اور دوسروں کے لیے بددعا کرنے کے بجائے دعائے خیر کی عادت اپنائیے تاکہ دل نرم اور مطمئن رہے۔

(12)رشتوں میں رنجش اور دوری سے بچنے کے لیے تبصروں میں احتیاط برتیے کیونکہ

ہر بات پر بے جا تبصرہ آرائی اور تنقید دل آزاری کا سبب بنتی ہے، اس لیے رائے دینے سے پہلے اس کی افادیت اور مناسب وقت کا خیال رکھیے۔

(13) غلط فہمیوں اور بدگمانیوں سے محفوظ رہنے کے لیے موبائل کے استعمال میں اعتدال اور بدگمانیوں سے بچیے کیونکہ جدید ٹیکنالوجی کا بے احتیاط استعمال بہت سی بدگمانیوں کو جنم دے سکتا ہے۔

(14) تعلقات میں محبت اور احترام برقرار رکھنے کے لیے بے تکلفی میں توازن رکھیے کیونکہ حد سے بڑھی ہوئی بے تکلفی احترام کو ختم کرکے بعد ازاں تعلقات میں بگاڑ کا سبب بن سکتی ہے۔

(15) معاشرتی سکون اور باہمی احترام کے لیے پردہ پوشی کا رویہ اپنائیے کیونکہ دوسروں کے عیوب اور کمزوریوں کو چھپانا اور انہیں افشا کرنے سے گریز کرنا نہ صرف دینی فضیلت ہے بلکہ معاشرتی سکون کا ذریعہ بھی ہے۔

(16) دل کو رنجشوں کے بوجھ سے بچانے کے لیے معاملات جلد نمٹائیے کیونکہ غلط فہمیوں اور رنجشوں کو طول دینا انہیں مزید پیچیدہ بنا دیتا ہے، اس لیے حتی الامکان جلد معاملات کو سلجھالینا چاہیے۔

مجموعہ "سکون کی تلاش" میں شامل یہ تمام مضامین دراصل ایک ضابطۂ حیات پیش کرتے ہیں، اگر آپ بھی اس بے چین دنیا میں حقیقی سکون کے متلاشی ہیں، اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کا گھر محبت اور اطمینان کا گہوارہ بنے، آپ کے تعلقات مضبوط اور پائیدار ہوں، اور آپ کا دل ہر حال میں مطمئن رہے، تو یہ مجموعہ آپ ہی کے لیے ہے۔ اس کا مطالعہ کیجیے، اس میں بیان کردہ اصولوں کو اپنی روزمرہ زندگی میں شامل کیجیے، اور اپنے آپ کو اُس حقیقی

سکون سے ہمکنار کیجیے جو دنیا کی کسی اور چیز میں نہیں، صرف اپنے رب کی یاد اور اچھے اخلاق میں پوشیدہ ہے۔ آیئے! "سکون کی تلاش" کے اس سفر کو مکمل کریں اور ابھی یہ مجموعہ دعوتِ اسلامی کی ویب سائٹ www.dawateislami.net سے فری ڈاؤن لوڈ کیجیے، پڑھیے اور آگے شیئر بھی کیجیے۔

راشد علی عطاری مدنی

(ناظم وایڈیٹر ماہنامہ فیضانِ مدینہ)

08ربیع الآخر1448ھ

21ستمبر2026ء

سکون کی تلاش

طارِق نَہَر کے کِنارے اُداس بیٹھا لہروں کو دیکھ رہا تھا کہ اس کا ایک دوست وہاں سے گزرا۔ طارق پر نظر پڑی تو اس کی خیر خیریت پوچھی، طارق نے اس کے سامنے اپنا دل کھول کر رکھ دیا کہ یار سُکون کی تلاش میں ہوں، گھر میں بیوی بچّوں کے شور سے تنگ آگیا ہوں، اب تو کان بجنے لگے ہیں، ٹھیک سے دِکھائی نہیں دیتا اور نیند بھی پوری نہیں ہوتی، جب دل زیادہ گھبراتا ہے تو نَہَر کے کنارے پہنچ جاتا ہوں۔ دوست نے مشورہ دیا کہ ساتھ والے گاؤں میں ایک بڑے حکیم صاحب ہیں ان سے ملو، شاید وہ تمہارا مسئلہ حل کر دیں۔ طارق اسی دن حکیم صاحب کے پاس پہنچ گیا اور اپنا مسئلہ بیان کیا، انہوں نے اس کی نبض چیک کی اور کہنے لگے کہ تمہارا علاج ہوجائے گا مگر میں جو کہوں، وہ کرنا ہوگا! طارق نے ہامی بھر لی تو بڑے حکیم صاحب نے کہا: گھر میں مُرغا رکھ لو اور تین دن بعد میرے پاس آنا۔ طارق نے دل میں سوچا کہ پہلے ہی بچّوں کے شور سے تنگ ہوں اوپر سے مُرغا بھی! خیر! وہ گھر جاتے ہوئے کریم بخش سے مُرغا خرید کر لے گیا۔ مُرغا دیکھ کر بچّوں کی تو عید ہوگئی، وہ اس کے ساتھ کھیلنے لگے۔ شور و غُل بڑھا تو طارق کی بے سُکونی بھی بڑھ گئی، تین دن بعد پھر حکیم صاحب کے پاس پہنچ گیا اور سارا حال کہہ سنایا، اب کی بار حکیم صاحب نے کہا: ایک کتّا بھی رکھ لو۔ طارق کے جی میں آئی کہ حکیم کو کَھری کَھری سُنادے مگر مُرَوّتاً خاموش رہا اور کتّا لے جاکر گھر کے باہَر باندھ دیا، بچّوں کا شور تھمتا تو کتّا بھونکنے لگتا، وہ چپ ہوتا تو مُرغا شروع ہوجاتا۔ سخت بے سکونی کے عالَم میں تیسری بار حکیم صاحب سے ملا تو حکم ہوا: ایک گدھا بھی رکھ لو۔ مَرتا کیا نہ کرتا، اُدھار پر گدھا خریدا اور گھر لے جاکر کُھونٹے سے باندھ دیا۔ اب تو

محلے والے بھی اس کے گھر پہنچ گئے کہ کچھ ہمارا بھی خیال کرو، تمہارے جانوروں اور بچّوں نے مل کر ہمارا سُکون برباد کر رکھا ہے۔ طارق نے حکیم صاحب سے فریاد کی تو فرمایا: گدھے کو فوراً بیچ دو، آدھی قیمت پر گدھے سے جان چھڑائی تو اس رات کچھ بہتر نیند آئی، دوسرے دن حکیم صاحب سے ملا تو حکم ہوا: کتّے کو بھی چلتا کرو، ایسا ہی کیا تو گھر میں مزید خاموشی ہوگئی، اب کی بار حکیم صاحب سے ملا تو فرمایا کہ مُرغا ذَبح کرکے کھالو، طارق نے ہمّت کرکے کہا: حکیم صاحب! ٹھیک ہے میں نے آپ کی ہر بات ماننے کا وعدہ کیا تھا مگر مُرغا ہمارے گھر کی رونق بَن چکا ہے، بچّے اس کی وجہ سے خوش ہیں، جب تک وہ بانگ نہ دے لگتا ہی نہیں کہ دن نکل آیا ہے، حکیم صاحب نے اپنا حکم دہرایا تو طارق نے بُجھے دل سے اس پر بھی عمل کر ڈالا، پھر سے حکیم صاحب کے پاس پہنچا تو کہنے لگے: بیوی بچّوں سے جان چھڑاؤ اور ان کو نانا کے گھر بھیج دو پھر تمہیں مکمل سُکون مل جائے گا۔ طارق رونے کے قریب ہو گیا اور کہنے لگا کہ حکیم صاحب بس اتنا کافی ہے، میرا علاج مکمل ہوا، اب مجھے سُکون ہے۔ حکیم صاحب نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور کہنے لگے: میں تمہیں یہی سمجھانا چاہتا تھا کہ سُکون ہمارے اندر ہوتا ہے اور ہم اسے باہَر تلاش کرتے رہتے ہیں، اگر ہم اپنا ذہن بنالیں تو خلافِ مزاج باتوں کو برداشت کرنے کی عادت بھی بَن سکتی ہے ورنہ ہم بے سُکونی کا شِکار رہتے ہیں، جاؤ! اب اپنے گھر میں سُکون سے رہو۔

پیارے اسلامی بھائیو! اس فرضی حکایت سے سُکون حاصل کرنے کا ایک طریقہ معلوم ہوا۔ سُکون کی تلاش کسے نہیں ہوتی؟ اس سکون کو انسان جگہ جگہ تلاش کرتا ہے کبھی اسے لگتا ہے کہ زیادہ دولت کمالوں تو سکون مل جائے گا، دولت سے سکون ملتا تو قارُون کو مل جاتا مگر وہ تو اپنے خزانوں کے ساتھ ہی زندہ زمین میں دَفْن ہو گیا! بعض لوگ اپنا سکون حکومت

اور طاقت میں تلاشتے ہیں، حکومت سے سکون ملتا تو فرعون و نَمرود کیوں برباد ہوتے! کچھ لوگ شہرت میں سکون کو ڈھونڈتے ہیں، شہرت تو ابوجہل کو بھی ملی مگر کیا اسے سکون بھی ملا؟ یقیناً نہیں۔ سکون کی تلاش میں لوگ اور کیا کچھ نہیں کرتے! مثلاً ❀ کسی نے رُومانی و جاسوسی ناولوں اور ڈائجسٹوں کو پڑھنا شروع کردیا ❀ کسی نے تفریحی مقامات پر جاکر سرسبز پہاڑوں، برف باری، آبشاروں اور باغات میں گھوم پھر کر سکون پانے کی کوشش کی ❀ کسی نے اُوٹ پٹانگ قسم کے کھیل کھیلنے یا دیکھنے کو سکون کا سبب سمجھا ❀ کسی نے موسیقی سُننے، ڈانس کرنے، فلمیں ڈرامے دیکھنے میں سکون کو ڈھونڈا ❀ کسی نے ہیروئین، چرس، گانجا وغیرہ کے نشے میں تو کسی نے جنسی افعال میں سکون پانا چاہا اور ❀ کسی کو غیبت، چغلی، تکبر وغیرہ میں سکون محسوس ہوا ❀ بعضوں کو اپنی ڈیوٹی اور ذِمّہ داری پوری کرنے پر سکون ملتا ہے تو کوئی سُست و کاہل کچھ نہ کرنے میں سکون پاتے ہیں۔

انسان نے سُکون کی تلاش کے جتنے راستے اپنے طور پر اپنائے ان میں کہیں آخِرت برباد ہوئی، کہیں وقت ضائع ہوا تو کہیں رَقم، کہیں صحت برباد ہوئی اور کہیں دوسرے لوگ بے سکون ہوئے لیکن حقیقی سکون پھر بھی نہیں ملا اور جسے انسان نے سکون سمجھا وہ وقتی کیفیت اور نظر کا دھوکا تھا۔ اب رہا یہ سوال کہ حقیقی سکون کیسے ملے؟ اس کیلئے ہمیں چاہئے کہ سب سے پہلے ہم سکون کا معیار بدلیں، فضولیات اور گناہوں میں سکون کی تلاش نادانی ہے، ہمیں پیدا کرنے والا رب عَزَّوَجَلَّ یقیناً ہم سے زیادہ ہمارے دل و دماغ اور جسم و روح کو جانتا ہے، اس نے ہمارے دِلوں کا سکون اور چین اپنی یاد میں رکھا ہے، چنانچہ

پارہ 13 سُوْرَۃُ رَعْد کی آیت 28 میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىٕنُّ الْقُلُوْبُ(۲۸)﴾ ترجَمۂ کنزُالایمان: سن لو اللہ کی یاد ہی میں دلوں کا چین ہے۔

www.dawateislami.net

اس آیت کے تحت تفسیرِ خزائنُ العرفان میں ہے: اس کے رَحمت و فضل اور اس کے احسان و کرم کو یاد کرکے بے قرار دِلوں کو قرار و اطمینان حاصل ہوتا ہے اگرچہ اس کے عَدل و عِتاب کی یاد دلوں کو خائف کردیتی ہے۔[2]

ذِکرُ اللہ کی اقسام:

صدرُ الاَفاضل حضرت مولانا مفتی سیِّد محمد نعیم الدّین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ سُورَۂ بَقَرہ کی آیت 152: ﴿فَاذْكُرُوْنِیْۤ اَذْكُرْكُمْ﴾ (ترجَمۂ کنزُالایمان: تو میری یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں گا۔) کے تحت تفسیرِ خزائنُ العِرفان میں لکھتے ہیں: ذِکْر تین طرح کا ہوتا ہے: (1) لِسانی (یعنی زبان سے) (2) قَلْبی (یعنی دل سے) (3) بِالجوَارِح (اعضائے جسم سے)۔ ذِکرِ لِسانی تسبیح، تقدیس، ثنا وغیرہ بیان کرنا ہے، خطبہ، توبہ، اِستغفار، دعا وغیرہ اس میں داخل ہیں۔ ذکرِ قلبی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا یاد کرنا، اس کی عظمت و کبریائی اور اس کے دلائلِ قدرت میں غور کرنا عُلَماء کا استنباطِ مسائل میں غور کرنا بھی اسی میں داخل ہیں۔ ذکر بِالجوارِح یہ ہے کہ اعضا طاعتِ الٰہی میں مشغول ہوں جیسے حج کے لئے سفر کرنا یہ ذِکر بِالجوارح میں داخل ہے۔ نماز تینوں قسم کے ذکر پر مشتمل ہے، تسبیح و تکبیر، ثناء و قراءت تو "ذکرِ لسانی" ہے اور خُشُوع و خُضوع، اخلاص "ذکرِ قلبی" اور قِیام، رُکوع و سُجود وغیرہ "ذکر بِالجوارح" ہے۔[3]

جب ہمارا سُکون یادِ الٰہی سے وابستہ ہو جائے گا تو اِن شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں نماز میں بھی لطف آئے گا، روزہ رکھنے میں راحت ملے گی، زکوٰۃ ادا کرنے پر چین آئے گا، فرض حج کرنے پر قرار ملے گا، مُقَدَّس مقامات مثلاً مکّہ پاک، مدینۂ منوّرہ، بغداد شریف وغیرہ جانے سے ایسا

(2) خزائنُ العرفان، ص474
(3) خزائنُ العرفان، ص50

سکون ملے گا کہ ہم بھی زبانِ حال سے کہیں گے:

جو لمحے تھے سکوں کے سب مدینے میں گزار آئے
دلِ مُضْطَر وطن میں اب تجھے کیونکر قرار آئے

اللہ پاک ہمیں اپنی اور اپنے پیارے حبیب صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی سچّی مَحبّت کی بے قراری نصیب فرمائے۔ اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

مِرے دل کو دردِ اُلفت وہ سُکون دے الٰہی!
مِری بیقراریوں کو نہ کبھی قرار آئے

برداشت

اسلام ہمیں زندگی کے ہر ہر شعبے کے لئے رہنمائی فراہم کرتا ہے، اسلامی زندگی کے اصولوں پر عمل کرکے ہم اپنی دنیا اور آخرت دونوں کو سنوار سکتے ہیں۔

اسلامی زندگی کا ایک پہلو ایک دوسرے کو برداشت کرنا بھی ہے، کئی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ ہمیں کسی کی کوئی بات ناگوار گزرتی ہے تو ہمارا جی چاہتا ہے کہ ہم اپنی ناگواری کا اُس پر اظہار کردیں۔ یادرکھئے! اس سے معاملات سُدھرتے نہیں بلکہ بگڑنے کا اِمکان (Chance) زیادہ ہوتا ہے۔ سامنے والے نے ایک بات کی، ہم سے صبر اور برداشت نہ ہوا تو ہم نے ایک کی دس (10) سُنادِیں تو بات بڑھ کر جھگڑے تک پہنچ جاتی ہے، بعض تو ایسے نادان ہوتے ہیں کہ ان کا مزاج ماچس کی تیلی کی طرح ہوتا ہے کہ ذراسی رگڑ پر بھڑک اُٹھتے ہیں۔ اگر ساس بہو، نگران وماتحت، شوہر بیوی وغیرہ ایک دوسرے کی بات برداشت کرنے کی عادت بنالیں تو ناخوشگواری سے بچا جاسکتا ہے۔ کسی نے بے خیالی میں آپ کے پاؤں پر پاؤں رکھ دیا تو "اندھا ہے، دکھائی نہیں دیتا؟" جیسے جملے بول کر غصے کا اظہار کرنے کے بجائے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رِضا کے لئے صبر وبرداشت کا مظاہرہ کرکے ثوابِ آخرت کا حقدار بنا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمانِ عالیشان ہے: ﴿وَالْكٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِؕ وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ(۱۳۴)﴾ ترجَمۂ کنزالایمان: اور غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے اور نیک لوگ اللہ کے محبوب ہیں۔[4]

بچوں کی امی نے کھانا وقت پر تیار نہ کیا، کپڑے ٹھیک سے اِستری (Press) نہ ہوئے تو بھی

(4) پ4، اٰلِ عمرٰن: 134

برداشت کرکے گھریلو زندگی کو تلخ ہونے سے بچایئے، کیونکہ جن گھروں میں برداشت کم ہوتی ہے، وہاں سے جھگڑوں کی آوازیں بلند ہوا کرتی ہیں۔

پیارے اسلامی بھائیو! عفوودرگزر اور برداشت سے کام لے کر دنیاوی اور اُخروی فوائد حاصل کرنا ہی دانشمندی ہے، سلطانِ دوجہاں، رحمتِ عالمیاں صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جسے یہ پسند ہو کہ اُس کے لیے (جنت میں) محل بنایا جائے اور اُس کے درجات بلند کیے جائیں، اُسے چاہیے کہ جو اُس پر ظلم کرے یہ اُسے معاف کرے اور جو اُسے محروم کرے یہ اُسے عطا کرے اور جو اُس سے قطع تعلق کرے یہ اُس سے ناطہ جوڑے۔[5]

کہتے ہیں: ایک آدَمی کی بیوی نے کھانے میں نمک زیادہ ڈال دیا۔ اسے غُصّہ تو بہُت آیا مگر یہ سوچتے ہوئے وہ غُصّہ پی گیا کہ میں بھی تو خطائیں کرتا رہتا ہوں۔ اگر آج میں نے بیوی کی خطا پر سختی سے گرفت کی تو کہیں ایسا نہ ہو کہ کل بروزِ قِیامت اللہ عَزَّوَجَلَّ بھی میری خطاؤں پر گرفت فرمالے۔ چُنانچِہ اُس نے دل ہی دل میں اپنی زَوجہ کی خطا مُعاف کردی۔ اِنتِقال کے بعد اس کو کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ کے ساتھ کیا مُعامَلہ فرمایا؟ اُس نے جواب دیا کہ گناہوں کی کثرت کے سبب عذاب ہونے ہی والا تھا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا: میری بندی نے سالن میں نمک زیادہ ڈال دیا تھا اور تم نے اُس کی خطا مُعاف کر دی تھی، جاؤ! میں بھی اُس کے صِلے میں تم کو آج مُعاف کرتا ہوں۔

اگر ہمارے معاشرے کا ہر فرد یہ ذہن بنالے کہ میں صبر و تحمل اور برداشت کی عادت بناؤں گا تو ہمارا گھر، محلہ، شہر اور ملک امن کا گہوارہ بن جائے گا۔ اِن شَآءَاللہ عَزَّوَجَلَّ

---

(5) مستدرَک للحاکم، 3/12، حدیث: 3215

ناکامی

ناکامی(Failure) ایسا لفظ ہے جس کا بولنا یا سننا بھی اچھا نہیں لگتا، اگر ہمارے سامنے کوئی شخص اپنے کسی منصوبے یا ہدف کا ذکر کرے اور ہم اس سے کہہ دیں کہ تم اس میں ناکام ہو جاؤ گے تو اس کا منہ اُتر جائے گا۔ فی زمانہ ہر دوسرا شخص بالخصوص نوجوان اپنی ناکامیوں کا رونا روتا دکھائی دیتا ہے کہ جناب میں نے اتنی کوشش کی فلاں امتحان پاس کرنے کی مگر ناکام رہا، میرے پاس فلاں فلاں ڈگری ہے مگر نوکری نہیں ملتی، دن رات محنت کرتا ہوں مگر اخراجات پورے نہیں ہوتے، اچھا عہدہ(Good Post) پانے میں ناکام رہا اب گھر والے باتیں سناتے ہیں میں کیا کروں؟ وغیرہ وغیرہ۔ اس طرح کے لوگوں کی حالت دیکھ کر ایک سوال قائم ہوتا ہے کہ ہم ناکام کیوں ہوتے ہیں؟ حقیقت تو یہی ہے کہ کامیابی یا ناکامی دینے والی ذات ربّ تعالیٰ کی ہے، ہاں! کچھ ظاہری اسباب(Reasons) بھی ہوتے ہیں کہ اگر ان پر توجہ رکھی جائے تو ناکامی سے کافی حد تک بچا جاسکتا ہے۔ ناکامی کے چند اسباب یہ ہیں:

(1) مقصد(Aim) کے تعین میں غلطی، مثلاً ایک شخص کی دلچسپی کمپیوٹر سائنس میں ہے لیکن وہ ڈاکٹر بننے کی ٹھان لیتا ہے تو ناکامی کا ذمہ دار وہ خود ہے، پھر ان مقاصد کو بھی شرعاً دیکھ لینا چاہئے کہ اگر وہ ایسا شعبہ اپنانا چاہتا ہے جہاں شریعت کی نافرمانی کرنی پڑے گی مثلاً جھوٹ، دھوکا اور رشوت کا چلن ہو گا تو ایسے شعبے کو اپنا ہدف بنانے والا نادان ہے۔

(2) مقصد(Aim) کے حصول کے طریقہ کار میں خامی ہونا مثلاً اگر کوئی شخص گاڑیوں کا مکینک بننا چاہتا ہے تو اسے سیکھنے کے لئے کسی ماہر کے پاس جائے اگر وہ شروع میں ہی اپنی ورکشاپ کھول کر لوگوں کی گاڑیوں پر تجربات شروع کر دے گا تو شاید لینے کے دینے پڑ جائیں۔

www.dawateislami.net

(3)ناتجربہ کار ہونے کے باوجود تجربہ کار لوگوں سے مشورہ نہ کرنا، حافظ ملت حضرت علامہ عبدالعزیز محدث مبارکپوری رحمۃُ اللہِ علیہ کی نصیحت کالبِّ لباب ہے کہ خود تجربے کرکے ٹھوکر کھانے کے بجائے تجربہ کاروں سے مشورہ کرلیناچاہئے اس سے وقت بچے گا۔

(4)استقامت(Perseverance)کا نہ ہونا بھی ناکام کروا دیتا ہے، راستہ کتنا ہی کٹھن ہو استقامت کا وصف اپنا کر پار کیا جاسکتا ہے، پانی کے قطرے کو دیکھ لیجئے کہ اگر مسلسل کسی پتھر پر ٹپکتا رہے تو اس میں بھی کچھ نہ کچھ سوراخ کر دیتا ہے۔

(5)وقت ضائع کرنے والا اگر ناکامی کا سامنا کرے تو اسے حیران نہیں ہونا چاہئے، چیتا بہت تیز رفتار جانور ہے جو صرف تین چھلانگوں(Jump) میں تقریباً150کلومیٹر فی گھنٹہ کی اسپیڈ حاصل کرلیتا ہے لیکن ماہرین کے مطابق وہ اس اسپیڈ کو صرف 70سیکنڈ برقرار رکھ سکتا ہے ورنہ اس کا پیٹ پھٹ جائے، وہ اپنے ان 70سیکنڈ کو ضائع نہیں ہونے دیتا اور اسی دوران ہی شکار پر قابو پانے کی پہلے ہی سے منصوبہ بندی کرلیتا ہے، چنانچہ کسی جانور کا اس کے حملے سے بچ نکلنا بہت مشکل ہوتا ہے۔

(6)مزاج(Mood)موڈ کے تحت چلنا بھی ناکامی کی ایک وجہ ہو سکتا ہے، جب جی چاہا کام کرلیا، جب چاہا آرام کرلیا کامیاب لوگوں کا طریقہ کار نہیں چنانچہ موڈ نہیں بلکہ اصول کے تحت کام کرنا چاہئے۔

(7)بہت زیادہ توقعات(Expectations)وابستہ کرلینے والے جب اپنی خواہشات کو پورا ہوتے نہیں دیکھتے تو اعلان کردیتے ہیں کہ جناب ہم ناکام رہے، بکرے سے گھوڑے کا کام خواب میں تو لیا جاسکتا ہے بیداری میں نہیں۔

(8) کبھی کبھار کامیابی کے راستے میں وقتی ناکامی کا سامنا بھی ہوتا ہے اس مقام پر کئی

لوگ حوصلہ ہار بیٹھتے ہیں کہ ہم کامیاب نہیں ہوسکتے، غور کرنا چاہئے کہ ہمارے اردگرد وہ لوگ جنہیں ہم کامیاب سمجھتے ہیں کیا انہیں کبھی ناکامی کا سامنا نہیں ہوا!

(9)کام کرنے سے ہوتا ہے صرف سوچنے سے نہیں، کئی لوگ بڑے بڑے اہداف مقرر کرنے کے بعد سوچتے ہی رہ جاتے ہیں کرتے کچھ نہیں، ایسوں کو کامیابی مل جائے تو حیران کن بات ہے۔

(10)طویل مشقت سے گھبرا جانا، بعض اوقات کامیابی اور ناکامی کے درمیان ایک قدم کا فاصلہ ہوتا ہے لیکن بعض نادان قدم بڑھانے کے بجائے واپس چلنا شروع کردیتے ہیں اور کامیابی کو خود اپنے ہاتھوں سے دفنا دیتے ہیں۔

(11)دوسروں کے ساتھ مل کرکام کرنے میں ان کے مزاج کا سمجھنا اور اس کے مطابق ان سے کام لینا دینا بہت ضروری ہے۔ عزت، حوصلہ افزائی کسے اچھی نہیں لگتی اگر دوسروں سے کام لیتے وقت حکم نہیں درخواست کا طریقہ اپنایا جائے تو وہ شخص آپ کا کام ذوق وشوق سے کرے گا اور اگر آپ بات بات پر اسے ذلیل کریں گے پھر حکماً کوئی کام کہیں گے تو صرف اپنے آپ کو بچانے کے لئے کام کرے گا جو شاید معیاری نہ ہو، یہ بہت اہم بات ہے لیکن مزاج شناسی کے فُقدان کی وجہ سے کئی لوگ دوسروں کے ساتھ مل کر کام کرنے میں ناکام ہوجاتے ہیں۔

(12) مخلص لوگوں کی قدر نہ کرنا بھی ناکامی کی ایک وجہ ہے۔

(13) غلطی کی نشاندہی کرنے والے سے ناراض ہوجانے والا اپنے اوپر اصلاح کا دروازہ گویا بند کرلیتا ہے، اب وہ کھائی میں بھی چھلانگ لگائے گا تو شاید ہی کوئی اس کو روکنے والا ہو۔

(14) جسے کوئی کام کرنا ہو اسے اُس کام کی فکر ہوتی ہے لیکن حد سے بڑھی ہوئی فکر مندی

(Tension) سے بعض اوقات کام بگڑ بھی جاتا ہے جیسے کسی کا دودھ پیتا بچہ پلنگ سے نیچے جا گرے، اسے اٹھانے کے لئے پلنگ ہٹانا پڑے گا تو اگر یہ شخص بدحواس ہو کر پلنگ کو اس طرح کھینچے کہ بچہ زخمی ہو جائے تو یہ نقصان دہ ہے، کیسی ہی ایمرجنسی (Emergency) کیوں نہ ہو حواس پر قابو رکھنا بے حد ضروری ہے۔

(15) ضرورت سے زیادہ کام اپنے ذمے لے لینا بھی ناکام کروا دیتا ہے، گدھا جسے بے وقوف جانور سمجھا جاتا ہے اس پر بھی اگر زیادہ وزن رکھ دیا جائے تو بعض اوقات چلنے کے بجائے بیٹھ جاتا ہے تو انسان کے بارے میں کیا خیال ہے!

(16) اپنی غلطیوں (Mistakes) کو تسلیم کرنے والا آئندہ ان سے بچ سکتا ہے لیکن جو اپنی غلطیوں کا ذمہ دار دوسروں کو قرار دینا شروع کر دے اس کا غلطیوں سے بچنا بہت دشوار ہو جاتا ہے۔

(17) بعض نوجوان، اچھے عہدہ (Good Post) کے انتظار میں خالی ہاتھ بیٹھے رہتے ہیں، متبادل نوکری یا کاروبار نہیں کرتے جب ان کی عمر ڈھلنے لگتی ہے تو مایوسیوں کے سائے بھی دراز ہونا شروع ہو جاتے ہیں، پھر وہ اپنی ناکامیوں کا رونا روتے دکھائی دیتے ہیں۔

(18) اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انسان کو جو صلاحیتیں عطا فرمائی ہیں، ان پر اعتماد ہونا بہت ضروری ہے، لیکن بعضوں کو ہر کام کرتے وقت دھڑکا لگا رہتا ہے کہ نہ جانے یہ کام میں کر بھی پاؤں گا یا نہیں! یوں وہ گھبراہٹ میں ناکام ہو جاتے ہیں، نظر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت پر ہو اُسی کی عطا کردہ صلاحیتوں پر اعتماد ہو تو کامیابی خود آگے بڑھ کر قدم چوم لیا کرتی ہے۔

(19) بعض لوگ وسائل (Resources) کی کمی کا رونا روتے رہتے ہیں، اگر دستیاب وسائل کو دانائی سے استعمال کریں تو وسائل میں اضافہ بھی ہو جاتا ہے اور کامیابی کا سفر بھی

شروع ہو جاتا ہے، اگر کوئی یہی خواب دیکھتا رہے کہ کہیں سے میرے پاس کروڑوں روپے آجائیں تو میں ایک فیکٹری بناؤں گا تو اسے چاہیے کہ اپنے پاس موجود رقم سے چھوٹا سا کاروبار شروع کر دے، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے چاہا تو ترقی کرتے کرتے ایک دن فیکٹری کا مالک بھی بن سکتا ہے، ایک نوجوان ایک سیٹھ کے پاس پہنچا کہ میں آپ جیسا بڑا کاروباری بننا چاہتا ہوں تو اس نے کہا کہ فٹ پاتھ پر بسکٹ اور بچوں کی ٹافیوں کی ٹرے لے کر بیٹھ جاؤ اور انہیں بیچو، کیونکہ میں نے بھی اپنا سفر فٹ پاتھ سے شروع کیا تھا۔

نوجوان اسلامی بھائیو! ناکامیوں کے یہ 19 اسباب مختصر طور پر ذکر کئے ہیں، آپ خود کو سامنے رکھ کر غور کریں تو کئی اسباب سامنے آسکتے ہیں، ان اسباب کو دور کر کے کامیابی ممکن ہے لیکن یاد رہے کوشش کرنا ہمارا کام ہے اور کامیابی دینے والی ذات ربّ عَزَّوَجَلَّ کی ہے۔

پریشانیوں کا سامنا کرنے کا ایک طریقہ

انسانی زندگی دُکھ سُکھ کا مجموعہ ہے، انسان کبھی خوشی سے نہال ہوتا ہے تو کبھی پریشانی سے بدحال، لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ نہ خوشی ہمیشہ رہتی ہے نہ پریشانی! پھر کیا وجہ ہے انسان پریشانی میں اکثر اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھتا ہے! شاید اس کا سبب یہ ہے کہ اس کی نظر صرف پریشانی پر ہوتی ہے، وہ یہ نہیں دیکھتا کہ ماضی میں کتنی پریشانیاں آئیں اور بالآخر چلی گئیں! دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیجئے کہ پریشانی کا ایک اختتامی وقت (Expiry Time) ہوتا ہے مگر یہ پہلو ہماری نظر سے اوجھل رہتا ہے۔ اس بات کو ایک حکایت سے سمجھئے:

40 منٹ کی فلائٹ:

دو دوست جہاز کے سفر پر روانہ ہوئے تو ان کے درمیان والی سیٹ پر موٹے اور بھدے جسم کا ایک مسافر بیٹھ گیا جس کے منہ سے ناگوار بُو بھی آرہی تھی۔ ایک دوست کھڑکی کی طرف سمٹ گیا اور سارے راستے شدید ٹینشن میں رہا، جب کہ اس کے برعکس دوسرے دوست نے اپنی پسندیدہ کتاب کھولی اور اسے پڑھنے میں مصروف ہوگیا، یہ کسی طرح بھی پریشان دکھائی نہیں دیتا تھا حالانکہ وہ موٹے مسافر کی وجہ سے آدھی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ 40 منٹ بعد جب سفر ختم ہوا تو ٹینشن میں رہنے والے دوست نے دوسرے سے پوچھا کہ تم بڑے مزے سے کتاب پڑھ رہے تھے جیسے کسی لائبریری میں بیٹھے ہوئے ہو! کیا تمہیں اس مسافر کی وجہ سے پریشانی نہیں ہوئی! وہ کہنے لگا: شروع میں ہوئی تھی مگر میری عادت ہے کہ جب کوئی ٹینشن ہوتی ہے تو میں حساب لگا لیتا ہوں کہ اس کا دورانیہ (Duration) کتنا ہو سکتا ہے؟ یہی کام میں نے یہاں بھی کیا، جب میں نے دیکھا کہ یہ پریشانی صرف 40 منٹ کی ہے

اس کے بعد وہ مسافر اپنی راہ لے گا اور ہم اپنی! تو میں نے یہ چالیس منٹ گزارنے کے لئے خود کو کتاب پڑھنے میں مصروف کر لیا اور یوں ٹینشن سے قدرے بچا رہا۔

میرے نوجوان اسلامی بھائیو! اگر ہم بھی اس انداز کو اپنا لیں تو ٹینشن سے کافی حد تک نجات (Salvation) پاسکتے ہیں۔ خیال رہے پریشانیوں کی نوعیت کے مطابق ان کا دورانیہ مختلف ہو سکتا ہے۔ "بائیک کی چابی نہیں مل رہی"، "بائیک پنکچر ہو گئی ہے"، "بائیک چوری ہو گئی ہے" ان تینوں پریشانیوں کی نوعیت مختلف ہے لہٰذا ان کی ایکسپائری ڈیٹ بھی مختلف ہو گی۔ اگر ہم اپنا یہ ذہن بنالیں کہ یہ مشکل وقت بھی گزر جائے گا تو پریشانیوں کا سامنا کرنے میں زیادہ تکلیف نہیں ہو گی۔ اس کے برعکس اگر ہم پریشانی کو اپنے ذہن پر سوار کئے رکھیں گے تو سوائے ٹینشن بڑھنے کے کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ ایک استاذ صاحب نے کلاس کے سامنے پانی کا گلاس اٹھایا اور پوچھا کہ اگر میں اسے دو منٹ اٹھائے رکھوں تو کیا ہو گا؟ طلبہ نے کہا: کچھ خاص نہیں ہو گا۔ "اگر دو گھنٹے اٹھائے رکھوں تو؟" استاذ نے پوچھا تو طلبہ کہنے لگے: آپ کے بازو میں درد ہونے لگے گا۔ استاذ صاحب نے پوچھا: اور یہی گلاس میں دو دن تک اٹھائے رکھوں تو؟ طلبہ فوراً بولے آپ کا بازو اکڑ جائے گا۔ اب استاذ صاحب نے پوچھا: اب مجھے یہ بتاؤ، اس دوران گلاس کا پانی کم یا زیادہ ہو گا؟ طلبہ کا جواب تھا "نہیں"۔ استاذ صاحب نے سمجھایا کہ مشکلات بھی اس گلاس کی مانند ہوتی ہیں اگر ہم ان کو اپنے ذہن پر سوار کئے رکھیں گے تو ہماری ٹینشن بڑھتی ہی چلی جائے گی اور ہمارے بدن کو بھی نقصان ہو گا حالانکہ اس سے مشکلات میں کمی نہیں آتی! اور اگر ہم انہیں اپنے ذہن سے جھٹک دیں تو کم از کم مزید پریشانی سے تو بچے رہیں گے۔

اللہ تعالٰی ہمیں پریشانیوں سے نجات عطا فرمائے۔ اٰمِیْن بِجَاہِ خَاتَمِ النَّبِیّٖن صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

انجانے خوف

پیارے اسلامی بھائیو! اپنا ذہن بنالیجئے کہ وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے، کالی بِلّی کے راستہ کاٹنے یا گھر کی چھت پر اُلّو کے بولنے سے ہمیں کچھ نقصان نہیں پہنچے گا، کتنے ہی لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کے سامنے سے کالی بلی (Black Cat) نہیں گزرتی پھر بھی انہیں کوئی نہ کوئی نقصان اُٹھانا پڑتا ہے لہٰذا کالی بلی میں کوئی نُحوست نہیں ہے۔ سُورۂ تَوبَہ میں اللہ پاک مسلمانوں سے اِرشاد فرماتا ہے کہ یوں کہا کریں: ﴿لَنْ یُّصِیْبَنَاۤ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَاۚ هُوَ مَوْلٰىنَاۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ(۵۱)﴾ ترجَمۂ کنزُ الایمان: ہمیں نہ پہنچے گا مگر جو اللہ نے ہمارے لئے لکھ دیا وہ ہمارا مولیٰ ہے اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسا چاہیے۔[6] امام فخر الدّین رازی رحمۃُ اللہِ علیہ تفسیرِ کبیر میں فرماتے ہیں: اس آیتِ مبارکہ کا معنٰی یہ ہے کہ ہمیں کوئی خیر و شَر، خوف و اُمید، شدّت و سختی نہیں پہنچے گی مگر وہی کہ جو ہمارا مقدر ہے اور اللہ کریم کے پاس لوحِ محفوظ پر لکھی ہوئی ہے۔[7]

رِزْق اور مصیبتوں کو لکھ دیا گیا ہے:

سرکارِ مدینہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے اِرشاد فرمایا: اللہ پاک نے ہر ایک جان کو پیدا فرمایا ہے اور اس کی زندگی، رِزْق اور مصیبتوں کو لکھ دیا ہے۔[8] لہٰذا ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمارا اس بات پر یقینِ کامل ہونا چاہئے کہ رَنج ہو یا خُوشی! آرام ہو یا تکلیف! اللہ پاک کی

---

(6) پ10، التوبۃ: 51

(7) تفسیرِ کبیر، پ10، التوبۃ، تحت الآیۃ: 51، 6/ 66

(8) ترمذی، 4/ 57، حدیث: 2150 ملتقطاً

www.dawateislami.net

طرف سے ہے اور جو مشکلات، مصیبتیں، تنگیاں اور بیماریاں ہمارے نصیب میں نہیں لکھی گئیں وہ ہمیں نہیں پہنچ سکتیں۔

نقصان نہیں پہنچاسکتے:

نبیِّ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے حضرت سیِّدُنا عبدُاللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا: یقین رکھو کہ اگر پوری اُمّت اس پر متفق ہو جائے کہ تم کو نفع پہنچائے تو وہ تم کو کچھ نفع نہیں پہنچا سکتی مگر اس چیز کا جو اللہ نے تمہارے لئے لکھ دی اور اگر سب اس پر متفق ہو جائیں کہ تمہیں کچھ نقصان پہنچا دیں تو ہر گز نقصان نہیں پہنچاسکتے مگر اس چیز سے جو اللہ نے لکھی۔(9) حکیمُ الاُمّت حضرت مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ نے اِس حدیثِ پاک کے تحت جو وضاحت فرمائی ہے اس سے حاصل ہونے والے نِکات پیشِ خدمت ہیں: ☆یعنی ساری دنیا مِل کر تم کو نفع نہیں پہنچاسکتی اگر کچھ پہنچائے گی تو وہ ہی جو تمہارے مقدر میں لکھا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کا لکھا ہوا نفع دنیا پہنچاسکتی ہے۔ طبیب کی دوا شِفا دے سکتی ہے، سانپ کا زہر جان لے سکتا ہے مگر یہ اللہ تعالیٰ کا طے شُدہ اس کی طرف سے (ہے)، حضرت یوسف (علیہ الصّلوٰۃ والسّلام) کی قمیص نے دیدۂ یعقوبی (یعنی حضرت سیِّدُنا یعقوب علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی آنکھوں) کو شِفا بخشی، حضرت عیسیٰ (علیہ الصّلوٰۃ والسّلام) مُردے زندہ، بیمار اچھے کرتے تھے مگر اللہ کے اِذن (یعنی اِجازت) سے ☆لکھنے سے مراد لوحِ محفوظ میں لکھنا ہے اگرچہ وہ تحریر قلم نے کی مگر چونکہ اللہ کے حکم سے کی تھی اس لیے کہا گیا کہ اللہ نے لکھا مطلب ظاہِر ہے کہ اگر سارا جہاں مل کر تمہیں کوئی نقصان دے تو وہ بھی طے شدہ پروگرام کے تحت ہو گا کہ لوحِ محفوظ میں یوں ہی لکھا جاچکا تھا

---

(9) ترمذی، 4/231، حدیث: 2524 ملتقطاً

☆خیال رہے کہ تدبیر بھی تقدیر میں آچکی ہے لہٰذا تدبیر سے غافل نہ رہو مگر اس پر اِعتماد نہ کرو نظر اللہ کی قدرت ورحمت پر رکھو۔(10)

پیارے اسلامی بھائیو! مصیبت آنے پر خود کو اللہ پاک سے ڈرانے، صَبْر پر استِقامت پانے اور غَلَط قدم اٹھانے سے خود کو بچانے کے لئے توبہ واِستِغفار کرتے ہوئے یہ ذِہْن بھی بنائیے کہ ہم پر جو مُصیبت نازِل ہوئی ہے اُس کا سبب ہمارے اپنے ہی کرتُوت ہیں نہ کہ کسی کی نُحوست کی وجہ سے ایسا ہوا ہے، پارہ 25 سورۃُ الشُّوریٰ کی 30ویں آیتِ کریمہ میں ارشادِ ربّانی ہے: ﴿وَمَاۤ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَیْدِیْكُمْ وَیَعْفُوْا عَنْ كَثِیْرٍؕ(۳۰)﴾

تَرجَمۂ کنزُالایمان: اور تمہیں جو مصیبت پہنچی وہ اس کے سبب سے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے کمایا اور بہت کچھ تو معاف فرمادیتا ہے۔

صدرُ الاَفاضِل حضرتِ علّامہ مولانا سیّد محمد نعیم الدّین مُراد آبادی رحمۃُ اللہِ علیہ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں: یہ خطاب مُؤمنین مُکَلَّفِین سے ہے جن سے گناہ سَرزَد ہوتے ہیں، مُراد یہ ہے کہ دنیا میں جو تکلیفیں اور مصیبتیں مؤمنین کو پہنچتی ہیں اکثر ان کا سبب ان کے گناہ ہوتے ہیں ان تکلیفوں کو اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کا کفارہ کر دیتا ہے اور کبھی مؤمن کی تکلیف اُس کے رَفعِ دَرَجات (یعنی بلندیِ دَرَجات) کے لیے ہوتی ہے۔(11)

ہاتھوں ہاتھ سزا:

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہم پر آنے والی مصیبت ہمارے گناہوں کی فوری سزا ہوتی ہے،

---

(10) مراٰۃ المناجیح، 7/117، 118 ملتقطاً

(11) تفسیر خزائن العرفان، پ25، الشوریٰ، تحت الآیۃ: 30، ص895

www.dawateislami.net

چُنانچِہ رسولِ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: اِذَا اَرَادَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ بِعَبْدٍ خَیْرًا عَجَّلَ لَہٗ عُقُوْبَۃَ ذَنْبِہٖ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ جب کسی بندے سے بھلائی کا اِرادہ کرتا ہے تو اُس کے گناہ کی سزا فوری طور پر اُسے (دنیا ہی میں) دے دیتا ہے۔(12)

والدین کی نافرمانی کی سزا جلد ملتی ہے:

رسولُ اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: تمام گناہوں میں سے جس گناہ کی سزا اللہ پاک چاہتا ہے قیامت تک مؤخر فرما دیتا ہے سِوائے والدین کی نافرمانی کے کہ اس کی سزا وہ موت سے پہلے زندگی میں ہی دے دیتا ہے۔(13)

نماز نہ پڑھنے کی دنیوی سزا:

نبیِّ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: جس نے نماز چھوڑی اس نے اپنے اہل و عیال اور مال کو گھٹا دیا۔(14)

تنگدستی کا ایک سبب:

امیرِ اہلِ سنّت علّامہ محمد الیاس عطّاؔر قادری دامت بَرَکَاتُہُمُ العالیہ نے فیضانِ سنّت جلد اوّل کے باب آدابِ طعام میں تنگدستی کے 44 اسباب بیان فرمائے ہیں، ان میں سے ایک نماز میں سُستی کرنا بھی ہے۔(15)

---

(12) مسند امام احمد، 5/630، حدیث:16806

(13) شعب الایمان، 6/197، حدیث:7889

(14) کنز العمال، جز7، 4/132، حدیث:19085

(15) فیضانِ سنّت، 1/266

جھوٹی قسم کھانے کی دنیوی سزا:

جُھوٹی قسم کھاکر اپنا مال بیچنے والوں کی روزی میں برکت نہیں رہتی جیسا کہ سرکارِ مدینہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جھوٹی قسم سے سودا فَروخت ہو جاتا ہے اور بَرَکت مِٹ جاتی ہے۔[16] ایک مقام پر ارشاد فرمایا: قسم سامان بِکوانے والی ہے اور بَرَکت مِٹانے والی ہے۔[17]

گھروں کے ویران ہونے کا ایک سبب:

گھریلو ناچاقیوں اور لڑائی جھگڑوں کا ایک سبب جُھوٹی قسمیں کھانا بھی ہے جس کی وجہ سے خوشیوں بھرے کئی گھر ویران ہو جاتے ہیں، چنانچہ اعلیٰ حضرت، امامِ اہلِ سنّت امام اَحمد رضا خان رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: جُھوٹی قسم گھروں کو وِیران کر چھوڑتی ہے۔[18]

ناپ تول میں کمی کرنے کا وَبال:

حضرت سیِّدُنا عبدُاللہ بن عباس رضی اللہُ عنہما فرماتے ہیں: جب کوئی قوم ناپ تول میں کمی کرنے لگتی ہے تو ان سے روزی منقطع کر دی جاتی ہے۔[19] حکیمُ الاُمّت مفتی احمد یار خان رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: کم تولنے کی نُحوست سے روزی کی برکت اُڑ جاتی ہے یا اس ذریعے سے کمایا ہوا مال کسی نہ کسی وجہ سے ہلاک ہو جاتا ہے۔[20]

---

(16) کنز العمال، جز16، 8/297، حدیث:46376

(17) بخاری، 2/15، حدیث:2087

(18) فتاویٰ رضویہ، 6/602

(19) موطا امام مالک، 2/19، حدیث:1020

(20) مراٰۃ المناجیح، 7/175 ملخصاً

www.dawateislami.net

سُود کی نُحوست:

حُضورِ اکرم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: سُود سے (بظاہر) مال زیادہ ہو جاتا ہے، مگر اس کا انجام یہ ہے کہ مال کم ہو گا۔[21] علّامہ عبدُ الرؤوف مُناوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: سُود کے ذریعے مال میں بڑی تیزی سے اضافہ ہوتا ہے مگر سُود لینے والے شخص پر (مال کی) تباہی و بربادی کے جو دروازے کُھلتے ہیں ان کی وجہ سے وہ مال کم ہوتے ہوتے بِالآخر ختم ہو جاتا ہے۔[22]

اللہ پاک ہمیں اپنی رضا پر راضی رہنے، بد شگونی سے بچنے اور گناہوں سے دُور رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمِیْن بِجَاہِ خَاتَمِ النَّبِیّٖن صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

---

(21) مسند امام احمد، 2/50، حدیث: 3754

(22) فیض القدیر، 4/66، تحت الحدیث: 4505 ماخوذاً

www.dawateislami.net

مثبت یا منفی

استاذ صاحب سبق پڑھا کر فارغ ہوئے تو طلبہ سے فرمانے لگے: پہلے میں آپ کو ایک تمثیل (فرضی کہانی) سناتا ہوں پھر اس میں موجود کرداروں پر بات کرتے ہیں، ایک کسان اپنی بیل گاڑی پر خربوزے لے کر بیٹوں کے ہمراہ گاؤں سے شہر کی طرف آرہا تھا، خربوزوں کی مقدار زیادہ تھی اور راستے کچّے پکّے! جب کہیں چڑھائی آتی تو ایک بیٹا بیل کے ساتھ مل کر زور لگاتا اور گاڑی کو آگے کی طرف کھینچتا، دوسرا پیچھے سے دھکّا لگاتا لیکن تیسرا بیٹا عجیب وغریب حرکت کرتا، وہ بیل گاڑی کے پہیّے کے باہر والے حصّے پر ہاتھ پاؤں جما کر کھڑا ہوجاتا اور گھومتے پہیّے پر خطرناک طریقے سے جُھولے لینا شروع کردیتا جس سے بیل گاڑی کو چلانے میں مشکل ہوتی جبکہ چوتھا بیٹا اس سے بھی چار ہاتھ آگے تھا وہ تھوڑی تھوڑی دیر بعد باپ سے نظر بچا کر ایک خربوزہ اُٹھاتا اور جھاڑیوں میں پھینک دیتا۔

اس کے بعد استاذ صاحب نے سوالیہ نظروں سے طلبہ کو دیکھا اور پوچھا: ان میں کون مُثبَت کردار ادا کررہا تھا اور کون منفی؟ طلبہ فوراً بولے: کسان اور اس کے دو بیٹے جو بیل گاڑی کو آگے بڑھنے میں مدد دیتے تھے اور بیل، یہ مُثبَت کردار تھے جبکہ پہیّے پر جُھولے لینے والا فُضول اور منفی کیونکہ وہ آگے بڑھنے سے روکتا تھا جبکہ خربوزے پھینک کر ضائع کرنے والا تو بہت ہی منفی کردار کا حامل تھا۔

اب استاذ صاحب طلبہ سے مخاطِب ہوئے: ہم سب کو اپنے اپنے گھر، محلّے، درس گاہ، تجارت اور ملازَمت کی جگہ پر مُثبَت کردار ادا کرنا چاہئے۔ مثلاً گھریلو زندگی کی گاڑی اپنی منزل کی طرف جارہی ہے، فرض کیجئے کہ بیل سے مُراد آپ کے والد صاحب کا ذریعۂ

www.dawateislami.net

روز گار تجارت یا نوکری وغیرہ ہے، خربوزوں سے مُراد آپ کے والد کی کمائی ہے، اگر آپ اس رقم کو بے جا خرچ کریں گے تو گویا یہ کمائی ضائع ہو گئی لیکن اگر آپ گھر میں بجلی، پانی اور گیس کا استعمال احتیاط سے کریں گے، کھانا ضائع کرنے سے بچیں گے، بے جا فرمائشیں نہیں کریں گے، گھر کی چیزوں کو توڑیں پھوڑیں گے نہیں تو یہ کمائی کو بچانے والے کام ہیں، اس کے علاوہ اگر آپ اپنے بہن بھائیوں اور والدہ کے ساتھ عزّت و مَحبّت کا رَوَیّہ رکھیں گے تو یہ یقیناً ایک مُثبَت رویّہ ہے جو آپ کے کردار کو بُلندی عطا کرے گا اور اگر رویّہ اس کے برعکس ہوا تو گھر والے ہی آپ سے کترانے لگیں گے۔

اسی طرح محلّے میں بھی کسی کے لئے مسئلہ نہ بنیں، محلّے داروں سے بے وجہ اُلجھنا، بچّوں کو جھاڑنا مارنا، پان کی پیک سے دوسروں کی دیواریں رنگ دینا، آتے جاتے کان پھاڑ ہارن بجانا، یہ سب کچھ آپ کا کیسا امیج بنائے گا، یہ جاننا مشکل نہیں۔

یونہی اپنی درس گاہ، تعلیمی ادارے میں بھی وقت پر پہنچنا، کلاس وغیرہ کے ڈسپلن کا خیال رکھنا، اپنے کلاس فیلوز سے حُسنِ سلوک کرنا، وقت پڑنے پر ان کی مدد کرنا، باہمی احترام کی فضا قائم کرنے میں اپنا رول ادا کرنا، اساتذہ کی عزّت کرنا، ان کی توقّعات پر پُورا اُترنا، فضول بیٹھکوں سے بچ کر اپنی پڑھائی پر فوکس کرنا، اس طرح کی دیگر مُثبَت خصوصیات آپ کو اچھّا اسٹوڈنٹ بننے میں کامیابی دیں گی۔

اگر کسی ادارے میں جاب کرنے کا موقَع ملے تو اپنے کام پر توجّہ رکھنا، کارکردگی کے معیار کو صرف کاغذوں میں نہیں بلکہ حقیقت میں بھی اُونچا کرنا، خود کو اچّھا ثابت کرنے کے لئے دوسروں کو ڈی گریڈ نہ کرنا، بڑوں کی عزّت چھوٹوں پر شفقت کرنا ہمیں اس ادارے کی ضرورت بنادے گا۔

اسی طرح آپ غور کرتے چلے جائیں گے تو ہمارا مثبَت کردار ہمیں ہر جگہ کامیابی سے ہمکنار کرے گا، آزما کر دیکھ لیجئے!

ہم تھکے تھکے سے کیوں رہتے ہیں؟

270لوگوں کی موت:

ایک خبر کے مطابق اپریل 2019ء کو انڈونیشیا میں الیکشن کے دوران طویل وقت ووٹوں کی مسلسل گنتی کرتے ہوئے تھکاوٹ اور دیگر بیماریوں کی وجہ سے 270 لوگ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔[23] اسی طرح اگست 2005ء میں جنوبی کوریا کا ایک شخص پچاس گھنٹے تک مسلسل ایک ویڈیو گیم کھیلتے ہوئے موت کا شکار ہو گیا جبکہ ستمبر 2007ء میں گانگجو، چین کا ایک شخص انٹرنیٹ پر مسلسل تین دن تک آن لائن گیم کھیلتا رہا، بالآخر تھک کر موت کی وادی میں اُتر گیا۔

ماہنامہ فیضانِ مدینہ کے قارئین! انسانی جسم کی ساخت ایسی ہے کہ یہ لکھنے لکھانے، پڑھنے پڑھانے، وزن اٹھانے، چلنے پھرنے، کوکنگ، سپر وائزنگ، ڈرائیونگ جیسے کام کرنے سے تھک جاتا ہے، اسے اپنی توانائی بحال کرنے کے لئے مناسب خوراک اور آرام کی ضرورت ہوتی ہے جس کے بعد یہ دوبارہ کام کرنے کے لئے فریش ہو جاتا ہے۔ یہ رُوٹین کی تھکاوٹ ہوتی ہے جس کے بارے میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے، لیکن بعض اوقات ہم تھوڑا سا کام کرنے پر زیادہ تھک جاتے ہیں یا جسمانی اور ذہنی کام کئے بغیر تھکے تھکے سے رہتے ہیں، یہ پریشانی کی بات ہے کیونکہ ایسی کیفیت میں انسان کاموں سے جی چُرانے لگتا ہے، نہ اس کا عبادت میں دل لگتا ہے نہ ملازمت کے تقاضے پورے کر پاتا ہے۔

(23) ڈان نیوز، 28 اپریل 2019ء

www.dawateislami.net

ہم تھکے تھکے کیوں رہتے ہیں؟

ماہرین نے اس پر کئی تحقیقات (Researches) کی ہیں، اِن تحقیقات کی مدد سے تھکاوٹ کی 10 بڑی وجوہات (Reasons) اپنے الفاظ وانداز میں بیان کروں گا، انہیں غور سے پڑھئے، اچھی طرح سمجھئے پھر دیانت داری سے اپنے اندر تلاش کیجئے اور ان سے بچنے کی کوشش کیجئے، اِنْ شَآءَاللہ آپ کی زندگی کا انداز تبدیل ہوجائے گا۔

تھکاوٹ کی 10 وجوہات

(1) نامناسب خوراک:

کھانا پینا ہمارے جسم کو طاقت اور قوّت فراہم کرتا ہے، لیکن یہ اسی وقت ہوگا جب ہم وہ چیزیں کھائیں پئیں جو ہمارے بدن کو ضروری وٹامنز، آئرن اور کاربوہائیڈریٹس مُہَیّا کریں مثلاً دودھ، دہی، تازہ پھل یا ان کا جُوس، سبزیاں، مُرغی بکری یا مچھلی کا گوشت، انڈے وغیرہ۔ اس کے برعکس اگر ہم جنک فوڈ، کولڈڈرنکس، ہوٹلوں کے ناقص مرچ مسالوں والے کھانے، بازاری سموسے پکوڑے، طرح طرح کی نقصان دہ مٹھائیاں اور دیگر آرٹیفیشل کھٹی میٹھی غیر معیاری اشیاء کھانے کے عادی ہوں گے تو فائدہ کم نقصان زیادہ ہوگا جس کے نتیجے میں ہمارے جسم پر تھکاوٹ غالب رہے گی۔ شیڈول بنائے بغیر جب چاہے کھالینا یا بہت زیادہ کھانا بھی ہمارے جسم کو نقصان دیتا ہے لہٰذا جب ہم متوازن غذا کھائیں گے تو جسم کی غذائی ضروریات پوری ہوتی رہیں گی اور ہم زیادہ تھکاوٹ کا شکار نہیں ہوں گے۔ چونکہ ہر ایک کی خوراک اس کی عمر، وزن، قد اور صحت و بیماری کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے، اس لئے اپنی خوراک کے بارے میں کسی ڈائٹ ایکسپرٹ (یعنی ماہرِ غذائیت) سے مشورہ کرلیجئے کہ مجھے کون کون سی چیزیں کتنی مقدار میں کس وقت کھانی یا پینی چاہئیں؟ امیرِ اہلِ سنّت دامت بَرَکَاتُہُمُ العالیہ کی 2 کتابیں ”آدابِ

طَعام“ اور ”پیٹ کا قُفلِ مدینہ “اس حوالے سے بہت معلوماتی ہیں، ان کا مُطالَعَہ بھی کر لیجئے۔

(2)ناشتہ نہ کرنا:

سونے کے دوران ہمارا جسم خون کی پمپنگ اور آکسیجن کو پھیلانے کے لئے توانائی استعمال کرتا رہتا ہے، اس لئے جب ہم صبح اٹھتے ہیں تو ناشتے کی شکل میں اپنی انرجی بحال کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسکول یا دفتر جلدی پہنچنے کی فکر میں یا ویسے ہی ناشتہ نہ کرنے کی عادت بنالینے کی صورت میں ہم تھوڑا سا کام کرنے پر جلدی تھک جاتے ہیں۔ ہماری زیادہ تر سرگرمیاں ناشتے اور دوپہر کے کھانے (Lunch) کے درمیانی وقفے میں ہوتی ہیں لہٰذا ناشتے میں پھلوں کا ہونا بھی بہت مفید ہے لیکن ہمارے یہاں اس کا رواج کم ہے اور ایک تعداد جسم پسند ناشتے کے بجائے مَن پسند ناشتے جیسے چائے پراٹھا، نان پائے، حلوہ پوری وغیرہ کو ترجیح دیتی ہے۔

(3)پانی کا کم استعمال:

پیاس لگے نہ لگے ہر شخص کو روزانہ کم اَز کم 12 گلاس پانی پینا چاہئے لیکن ہم میں سے کئی لوگ پانی کم پیتے ہیں، جس کی وجہ سے ڈی ہائیڈریشن ہوسکتی ہے جس سے خون گاڑھا ہوجاتا ہے، دل کی کارکردگی متأثر ہوتی ہے اور ہمارے پٹھوں اور جسم کے دیگر حصّوں کو آکسیجن کی فراہمی کم ہوجاتی ہے جس کا رِزلٹ تھکاوٹ کی شکل میں نکلتا ہے۔

(4)نیند پوری نہ ہونا:

عمر کے مختلف حصوں میں انسان کو **”نیند“** کی مختلف مقدار درکار ہوتی ہے۔ ایک طِبّی تحقیق کے مطابق کم سِن بچوں کے لئے 12 سے 15 گھنٹے، پندرہ سے چالیس سال والوں کے لئے 7 سے 8 گھنٹے جبکہ چالیس سال سے زائد عمر والوں کے لئے 6 گھنٹے کی **”نیند“** ضروری ہے

☆نیند ہمارے جسم کی کھوئی ہوئی توانائی کو واپس لانے میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے، سونے کے بعد انسان خود کو تازہ دم محسوس کرتا ہے لیکن جو لوگ رات کو پُرسکون نیند نہیں سو پاتے، انہیں دن میں غُنودگی کے ساتھ ساتھ اپنے جسم میں تھکاوٹ بھی محسوس ہوتی ہے ☆پُرسکون نیند کے لئے خواب گاہ کا ماحول بہت اہمیت رکھتا ہے، بے آرام بستر پر بہت تیز روشنی والی یا پھر شور والی جگہ پر سونے سے نیند کے مَقاصِد پورے نہیں ہوپاتے ☆موبائل، لیپ ٹاپ یا ٹی وی اسکرین دیکھتے دیکھتے سونا بھی نقصان دیتا ہے کیونکہ اس سے وہ ہارمون متأثر ہوتا ہے جو نیند کو ریگولیٹ کرنے کا کام کرتا ہے چُنانچہ دن کا آغاز تھکاوٹ کے احساس کے ساتھ ہوتا ہے ☆اسی طرح رات کو آنکھ کھلنے کی صورت میں موبائل پر واٹس اپ، فیس بک وغیرہ چیک کرنا پھر ان کے جوابات میں مشغول ہوجانا بھی نیند کو ڈسٹرب کرتا ہے بلکہ بعض اوقات تو نیند ہی اُڑ جاتی ہے، لہٰذا رات کو آنکھ کھلنے پر شدید ضرورت کے بغیر موبائل نہ کھولئے ☆چھٹی والے دن رات دیر تک جاگنا اگلے دن دفتری یا کاروباری کاموں میں زیادہ تھکا دیتا ہے اس لئے چھٹی والے دن بھی شیڈول کے مطابق آرام کیجئے ☆رات گئے جاری رہنے والی تقاریب میں شرکت کا معمول بھی نیند کے مسائل کھڑے کرتا ہے ☆جنہیں ٹھیک سے نیند نہیں آتی وہ نیند آور گولیوں سے حتَّی الامکان دُور رہیں اور اِس کی عادت تو ہرگز مت بنائیں کیوں کہ شروع میں اگرچِہ ان سے نیند آجاتی ہے مگر پھر رفتہ رفتہ ان گولیوں کی مقدار بڑھانی پڑتی ہے اور بِالآخِر نوبت یہاں تک پہنچتی ہے کہ چاہے کتنی ہی گولیاں کھالی جائیں نیند نہیں آتی! ☆قَیلولَہ بھی کیجئے، دوپہر میں تھوڑی دیر آرام کرنے کو قیلولہ کہتے ہیں۔ جہاں رات کی نیند جسم کو سکون دیتی ہے وہیں دن کو کھانے کے بعد تھوڑی دیر آرام کرلینا جسم میں توانائی بَحال کرنے میں جادوئی اثر رکھتا ہے۔ رات کو نوافل پڑھنے، ذِکر واَذکار

کرنے اور دینی کتابوں کا مُطالَعَہ کرنے والوں کو اس کا خاص اہتمام کرنا چاہیے۔ نبیِّ رحمت، شفیعِ اُمّت صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے اِرشاد فرمایا: قِيْلُوْا فَاِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَقِيْلُ یعنی قیلولہ کرو کیونکہ شیطان قیلولہ نہیں کرتا۔(24) علّامہ عبد الرؤف مناوی رحمۃُ اللہِ علیہ لکھتے ہیں: دوپہر کے وقت سونے کو قیلولہ کہتے ہیں اور یہ مستحب ہے کیونکہ یہ رات کی نماز پر مددگار ہے۔(25)

(5) مختلف بیماریاں:

شوگر، بلڈپریشر، امراضِ قلب، خون کی کمی (اینیمیا)، ہیپاٹائٹس، موٹاپا، ہڈیوں کی کمزوری، پٹھوں کا کھنچاؤ، کمر درد، آدھے سر کا درد، ناک کان گلے کی خرابیاں، پیشاب کے مسائل اور ٹائیفائیڈ جیسی کئی بیماریاں بھی مسلسل تھکاوٹ کا سبب بن سکتی ہیں، اس لئے اگر آپ لمبے عرصے تک خود کو تھکا تھکا محسوس کرتے ہوں تو کسی اچھے ڈاکٹر سے چیک اپ ضرور کروائیں۔

(6) دوائیوں کے سائیڈ افیکٹس:

بعض اوقات کسی بیماری کے لئے استعمال کی جانے والی اَدْوِیات کے سائیڈ افیکٹس کچھ عرصے بعد سامنے آتے ہیں جو جسمانی درد، کمزوری اور تھکاوٹ کی صورت میں ظاہر ہوسکتے ہیں۔ اس حوالے سے اپنے طبیب (ڈاکٹر یا حکیم) سے مشورہ کرلیجئے۔

(7) روزانہ واک یا ورزش نہ کرنا:

چُست اور توانا رہنے کے لئے وَرزش بہت اَہَم ہے اور روزانہ کچھ دیر مسلسل پیدل چلنا بھی ورزش کا ہی حصہ ہے۔ ہوسکے تو روزانہ صبح کے وقت 45 منٹ واک کیا کریں، اِنْ شَآءَ اللہ

---

(24) المعجم الاوسط، 1/17، حدیث: 28

(25) التیسیر، 2/201

آپ کا ہاضِمہ دُرُست ہو گا، خون کی گردش تیز ہو گی، مختلف دَردوں اور تکالیف سے راحت ملے گی، ٹینشن میں کمی آئے گی اور اگر خون میں گندہ کولیسٹرول زائد ہوا تو وہ بھی خارِج ہو گا اور دماغ کو تازَگی مُیَسَّر آئے گی، جس کے نتیجے میں مسلسل تھکاوٹ میں کمی محسوس ہو گی۔(26) اگر آپ واک کے علاوہ بھی کوئی ورزش کرنا چاہیں تو پہلے کسی ماہر سے مشورہ کرلیں کیونکہ ہر ورزش ہر شخص کو فائدہ نہیں دیتی، لیکن ورزش کے لئے ایسے جِم یا کلب میں جانے سے پرہیز کیجئے جہاں نیکر پہن کر گھُٹنے اور رانیں کھلی رکھ کر یا میوزک چلا کر ورزش کی جاتی ہو۔

(8) چلنے پھرنے اور بیٹھنے کا انداز:

چلنے پھرنے، پڑھنے لکھنے اور بیٹھنے کے دوران ہمارے سر، گردن، کمر اور ہاتھ پاؤں وغیرہ کی پوزیشن بھی تھکاوٹ میں اضافہ یا کمی کرنے میں کردار ادا کرتی ہے۔ دائیں یا بائیں سائیڈ یا بہت آگے کی طرف جھک کر یا کرسی پر ٹیک لگائے بغیر پاؤں ہَوا میں لٹکا کر بیٹھنے والوں کو تجربہ ہو گا کہ اس طرح بیٹھنے سے تھکاوٹ زیادہ محسوس ہوتی ہے۔ اپنے بیٹھنے کے انداز کو تبدیل کریں تھکاوٹ کا کافی علاج مُفت میں ہو جائے گا۔

(9) مسلسل بیٹھے رہنا:

ایک ہی جگہ پر پوزیشن بدلے بغیر کئی گھنٹے بیٹھے رہنے سے بھی خون کا دورانیہ سُست پڑتا ہے اور جسم کے کئی حصوں میں آکسیجن کم پہنچتی ہے جس کی وجہ سے تھکاوٹ زیادہ محسوس ہوتی ہے ☆ وہ لوگ جو 8 گھنٹے بیٹھ کر کام کرتے ہیں، انہیں چاہیے کہ مناسب وقفے کے بعد کرسی چھوڑ کر اُٹھ کھڑے ہوں اور چند قدم چلنے کے بعد دوبارہ بیٹھ جائیں، اس کام میں ایک

(26) خودکشی کا علاج، ص 71 ملخصاً

دو منٹ لگیں گے لیکن تھکاوٹ کے احساس میں خاصی کمی ہو گی، اِنْ شَآءَ اللہ ☆ اسی طرح مسلسل کمپیوٹر پر کام کرنے والے بھی دماغی طور پر جلدی تھک جاتے ہیں، یہ بھی چاہیں تو ہر 19 منٹ کے بعد کمپیوٹر اسکرین سے نظریں ہٹا کر 19 سیکنڈز کے لئے 19 فُٹ دور کسی شے مثلاً سبز پودے یا دیوار وغیرہ کو دیکھ لیا کریں تو انہیں فائدہ ہو گا ☆ یونہی آٹھ دس گھنٹے لمبی ڈرائیونگ کرنے والوں کو بھی چاہئے کہ ریسٹ ایریا آنے پر تھوڑی دیر رُک جایا کریں اور مسافروں سمیت گاڑی سے نکلنے کے بعد تھوڑی چہل قدمی کرلیں اس کے بعد اپنی منزل کی طرف روانہ ہو جائیں۔

(10) کام کا غیر ضروری دباؤ لے لینا:

یہ دُرست ہے کہ کوئی بھی کام اسی وقت معیاری ہو سکتا ہے جب اسے ذمّہ داری اور سنجیدگی سے کیا جائے لیکن ☆ بِلا ضرورت ایک ہی وقت میں چار پانچ کاموں کو مکمل کرنے کی کوشش کرنا ☆ ایک کام کو مطلوبہ وقت سے پہلے جلدی جلدی کرنے کی کوشش کرنا ☆ آئے دن روٹین سے ہٹ کر زیادہ دیر کام کرنا کہ میں اس کام کو مکمل کرنے کے بعد ہی آرام کروں گا ☆ چھٹی والے دن بھی دفتری کام پر لگے رہنا ☆ آئے روز دفتر کا کام گھر پر لے جانا اور ☆ وہ کام کرنا جس میں انسان کی دلچسپی اور شوق نہ ہو، انسان کو غیر معمولی طور پر تھکا دیتا ہے۔ اگر ایسا شخص اپنا انداز تبدیل نہیں کرتا اور اپنا شیڈول نہیں بناتا تو کچھ ہی عرصے میں وہ اپنی طاقت وہمّت کھو سکتا ہے جس کے بعد تھکاوٹ کا بڑھتا ہوا احساس اس کی زندگی کا روگ بن جاتا ہے۔

پیارے اسلامی بھائیو! اگر آپ خود پر غور کریں گے تو کئی مزید اسبابِ تھکاوٹ پالیں گے۔ عبادت کی قوّت، رزقِ حلال کمانے کی کاوِش کے لئے اگر اچّھی نیّت سے اپنی تھکاوٹ کی کثرت کا حَل نکالیں گے تو راحتِ زندگی کے ساتھ ساتھ ثواب کا خزانہ بھی ہاتھ آئے گا۔ اِنْ شَآءَ اللہ

موازنہ

جمیل کو گھر آئے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ اس کی زوجہ اُمِّ خلیل کہنے لگی: آپ سے ایک ضروری بات کرنی ہے، وہ یہ کہ اب ہمیں نیا اور بڑا فریج لے لینا چاہیئے۔ جمیل نے پوچھا: پہلے فریج کو کیا ہوا؟ دوسال پہلے ہی تو خریدا تھا، کیا کُولنگ نہیں کر رہا؟ ”نہیں! ایسی بات نہیں ہے، بس میں چاہ رہی تھی کہ اب اس کو بدل لیں، نیا فریج کچن میں رکھا ہوا اچھا لگے گا“، اُمِّ خلیل نے جواب دیا۔ جمیل سوچ میں پڑ گیا کہ کل تک تو سب ٹھیک تھا، آج اچانک نیا فریج لینے پر اِصرار کیوں ہو رہا ہے! معاملے کی تہہ تک پہنچنے کیلئے اس نے نرمی سے پوچھا: اچّھا یہ تو بتاؤ! آج یہ خواہش ایک دَم کیسے جاگ گئی؟ اُمِّ خلیل نے بات کھولی: وہ دراصل آج میں اپنی سہیلی کے گھر گئی تھی، اس نے کل ہی ایک مشہور کمپنی کا بڑے سائز کا نیا فریج خریدا ہے، بس اسے دیکھ کر مجھ سے رہا نہیں گیا اور میں نے سوچا کہ ہمارا فریج بہت پرانا ہو گیا ہے اس لئے ہم بھی ویسا ہی فریج نیا خرید لیں۔ جمیل نے بیوی کو سمجھایا: دیکھو! تمہاری سہیلی نے فریج کیوں خریدا! مجھے اس سے کوئی غرض نہیں، لیکن ہمیں یہ دیکھنا چاہیئے کہ ہمیں کس قسم کے فریج کی ضرورت ہے؟ اور اللہ کا شکر ہے کہ موجودہ فریج ہماری ضرورت کے لئے کافی ہے اور ویسے بھی ہم اتنے امیر کبیر تو ہیں نہیں کہ جب چاہیں نئی چیزیں خرید لیں، بہر حال! ہمیں چادر دیکھ کر پاؤں پھیلانے چاہئیں۔ جمیل کے سمجھانے پر بیوی خاموش تو ہو گئی لیکن اس کا مُوڈ آف دِکھائی دینے لگا۔

ماہنامہ فیضانِ مدینہ کے قارئین! خیالات، خواہشات اور تصورات ہماری زندگی کو آسان یا مشکل، تنگ حال یا خوشحال بنانے میں بہت اثر رکھتے ہیں کیونکہ انہی کی بنیاد پر ہم اپنی عملی

www.dawateislami.net

زندگی(Practical life)کا راستہ مُنْتَخَب کرتے ہیں۔ اِن میں سے ایک سوچ خود کا دوسروں سے مُوازنہ (Comparison) کرنا بھی ہے کہ اس کے پاس فُلاں چیز ہے لیکن میرے پاس نہیں ہے۔ تھوڑا غور کیا جائے تو پتا چلے گا کہ ہم اکثر و بیشتر کسی نہ کسی سے اپنا موازنہ کر رہے ہوتے ہیں، وہ ہمارا دوست بھی ہو سکتا ہے اور رشتہ دار بھی! وہ ہمارے دفتر یا کاروبار کا رفیق (Colleague) بھی ہو سکتا ہے اور پڑوسی بھی! وہ ہمارا کلاس فیلو بھی ہو سکتا ہے اور ساتھی ٹیچر بھی! ہم اس کی کسی خُوبی، کامیابی، ترقی، آمدنی، سواری اور طرزِ زندگی کو دیکھ کر خود کا اس کے ساتھ لاشعوری طور پر موازنہ (Comparison) کرتے ہیں کہ جیسا اس کے پاس ہے ویسا میرے پاس ہے یا نہیں؟ بات یہیں ختم نہیں ہوتی کیونکہ اگر ہمارے پاس وہ شے نہیں ہوتی تو اس کے حصول کے لئے ہم جو قدم اُٹھاتے ہیں اس کے نتیجے (Result) میں یہ مُوازنہ مُثبت (Positive) یا مَنفی (Negative) صُورت اختیار کرتا ہے۔ اس بات کو چند مثالوں سے واضح (Explain) کرتا ہوں:

مُثبت اور مَنفی موازنے کی 10 مثالیں:

(1) کلاس میں کسی اسٹوڈنٹ کی عِلمی مضبوطی اور امتحانات میں اچھی پوزیشن دیکھ کر اگر محنت کا شوق اُبھرے، خود کو بہتر طالبِ علم بنانے کا جذبہ پیدا ہو تو یہ موازنہ مُثبت (Positive) ہو گا اور اگر جیلسی (جلن) محسوس ہو، آپ خود کو کمتر سمجھنے لگیں، اس کے زوال (Downfall) کی تمنا دل میں آئے تو یہ مُوَازُنہ منفی (Negative) ہو گا (2) کسی کا چلتا کاروبار دیکھ کر اس کے اسباب جاننے کی کوشش کی، پھر اس کے انداز کو اپنے کاروبار کی بہتری کے لئے اپنایا تو موازنہ مُثبت اور اگر اس کی راہ میں روڑے اَٹکانے کی کوشش کی، اس کے کاروبار کے تباہ (Collapse) ہونے کی خواہش کی تو یہ موازنہ منفی ہو گا (3) دوسروں کے بچّوں کے اُٹھنے

بیٹھنے، بولنے چالنے، کھانے پینے کے اچھے انداز کو دیکھ کر اپنے بچّوں کی تربیت بہتر کرنے کی کوشش کی تو یہ موازنہ مثبت اور اگر اِحساسِ کمتری (Inferiority Complex) میں مبتلا ہوگئے کہ میرے بچے ایسے کیوں نہیں ہیں یا بچّوں کو طعنے دینے شروع کردیئے کہ دیکھو فلاں کے بچّے کتنے اچھے انداز سے رہتے ہیں، تم لوگ تو لگتا ہے جنگل سے آئے ہو! تو یہ موازنہ منفی ہوگا (4) کسی کے گھر، لباس، سواری کی صفائی ستھرائی دیکھ کر خود کو صاف سُتھرا رکھنے کی کوشش شروع کردی تو یہ موازنہ مثبت ہے (5) آفس میں اپنے سینئر کی اچھی سیلری اور سہولیات دیکھ کر جونیئر تشویش میں پڑ جائے کہ میری سیلری اتنی کیوں نہیں تو یہ موازنہ منفی ہوگا (6) کسی کے گھر کا فرنیچر، پردے، فریج، قالین وغیرہ دیکھ کر اپنی مالی حیثیت (Financial Status) بُھول کر اس خواہش کے پیچھے بھاگ پڑے کہ ہم بھی ایسی ہی چیزیں لیں گے چاہے وہ چیزیں کم قیمت میں اپنے گھر میں پہلے سے موجود ہوں تو یہ موازنہ منفی ہوگا (7) عورت کا اپنی سہیلی، پڑوسن یا رشتہ دار خاتون کے پاس ہار، کنگن، انگوٹھی یا دوسری جیولری دیکھ کر اپنے باپ یا شوہر کو پریشان کرنا کہ کچھ بھی کریں مجھے بھی ایسی ہی جیولری لے کر دیں، اب وہ اپنی جان چُھڑانے کے لئے حرام کمائے، رشوت لے، چوری کرے، فراڈ کرے تو یہ موازنہ منفی ہوگا (8) کسی نے شادی پر خوب خرچہ کیا یا اپنی بیٹی کو عالیشان اور مہنگا جہیز دیا، یہ دیکھ کر ذہن بنالینا کہ ہم اس سے بڑھ کر دُھوم دھام سے شادی کریں گے یا اپنی بیٹی کو اس سے بڑھ کر جہیز دیں گے، پھر مالی حیثیت نہ ہونے کی وجہ سے اس کے لئے سُود تک پر قرض لینے کو تیار ہوجائیں، تو ایسا موازنہ منفی ہوگا (9) کسی کا حسن و جمال، گورا رنگ، خوبصورت بال، قد کاٹھ دیکھ کر اپنے آپ کا جائزہ لینا اور اس شکوے میں پڑجانا کہ میں اس جیسا کیوں نہیں ہوں! یہ موازنہ منفی ہوگا (10) عید اور خوشی کے دیگر مواقع پر بھی خوب موازنہ ہوتا

ہے، فلاں نے تین سوٹ سلائے ہیں میرے چار ہونے چاہئیں، یہ موازنہ بھی بعض صورتوں میں منفی رنگ اختیار کرتا ہے۔

پیارے اسلامی بھائیو! اسی طرح ہم غور کرتے چلیں جائیں تو ہمیں اپنی زندگی میں موازنے (Comparison) کی مُثْبَت اور منفی دونوں طرح کی مثالیں مل جائیں گی۔ کسی کو غلط فہمی نہ ہو جائے، اس لئے ایک بار پھر وضاحت کر دوں کہ میں نے محض موازنہ کرنے کو بُرا نہیں کہا بلکہ اس کے اچھے یا بُرے نتیجے کے اِعتبار سے مُثبت یا مَنفی قرار دیا ہے اور اسی بات کو مثالوں سے واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔

مُوازنہ کے حوالے سے 8 اہم باتیں:

(1) مثبت مُوازنہ اُمّید دلاتا، محنت و کوشش پر اُبھارتا اور ترقی کی منزل تک پہنچاتا ہے، منفی موازنہ پریشان کرتا ہے اور طرح طرح کی مشکلات میں ڈال سکتا ہے (2) فرنیچر، زیور، موبائل، بائیک، کار وغیرہ کوئی بھی چیز صرف اس لئے نہ خریدیں کہ فلاں کے پاس ہے اس لئے میں بھی خریدوں گا، اگر کسی کی رِیس کی اور اس جیسی چیزیں خریدنے میں کامیاب ہو بھی گئے تو کل کسی اور کی چیزیں پسند آجائیں گی پھر اس جیسی خریدنے کو دل چاہے گا، اگر سُکھی رہنا چاہتے ہیں تو خریداری کا فیصلہ صرف اور صرف اپنی ضرورت اور سہولت کو سامنے رکھ کر کیجئے (3) حسن وجمال، رنگ رُوپ، قد کاٹھ اور مضبوط جسم وغیرہ اللہ کی عطا ہوتی ہے ان چیزوں میں اگر ذہن موازنے کی طرف جائے کہ میں اس جیسا حسین اور لمبا چوڑا کیوں نہیں تو اپنی سوچ کا سفر روک دیں کیونکہ یہ مالکِ کائنات کی تقسیم ہے جس کو جتنا چاہے دے! (4) دوسروں کے پاس عمدہ چیزیں دیکھ کر موازنہ کریں گے تو اپنی چیزیں بے وقعت (Worthless) لگنے لگیں گی، اس کے ساتھ ساتھ ناشُکری، اِحساسِ کمتری اور حَسَد جیسی بیماریاں آپ کو لگ

سکتی ہیں اور اگر تکبّر سے بچتے ہوئے اپنے سے نچلے لوگوں سے اپنا تَقابُل و مُوازنہ کریں گے تو شُکر کے کلمات آپ کی زبان پر جاری ہو جائیں گے، اِنْ شَآءَاللہ (5) کسی کی غیر معمولی صلاحیتیں (Unusual Skills) مثلاً حاضِر جوابی دیکھ کر پریشان نہ ہوں کہ میں اس جیسا حاضِر جواب کیوں نہیں! بلکہ اپنے اندر تلاشیں کہ اللہ نے آپ کو بھی کسی نہ کسی غیر معمولی صلاحیت سے نوازا ہو گا مثلاً ہو سکتا ہے کہ آپ کے پاس دوسروں سے بڑھ کر قوتِ ارادی (Wil Power) ہو! کیونکہ یہ اللہ پاک کی عطائیں ہیں کہ کسی شخص کو ایک خُوبی زیادہ دیتا ہے تو دوسرے کو دوسری خوبی زیادہ دے دیتا ہے مثلاً کسی کے پاس ذہانت تو ہوتی ہے لیکن محنت مزدوری کرنے والا مضبوط جسم نہیں ہوتا اور کسی کا جسم مضبوط ہوتا ہے لیکن وہ ذہین نہیں ہوتا۔ شیر اور شارک مچھلی دونوں بہترین شکاری ہیں لیکن ایک صرف جنگل میں ہی شکار کر سکتا ہے اور دوسرا صرف سمندر میں، اسی طرح ٹماٹر اور گلاب دونوں کا رنگ سرخ ہوتا ہے لیکن گلاب کو سالن میں نہیں ڈالا جاتا اور ٹماٹروں کا گلدستہ بنا کر اسے میز پر نہیں سجایا جاتا، الغرض ہر ایک کی اپنی فیلڈ ہوتی ہے اس لئے خوامخواہ کے مُوازنے کر کے اپنا وقت اور صلاحیتیں ضائع نہ کیجئے (6) کسی کی ترقی و خوشحالی دیکھ کر خود کو کمتر سمجھنے کے بجائے یہ غور کیجئے کہ اس کی ترقی و خوشحالی کے پیچھے دس بیس سالوں کی مسلسل کوشش ہو گی جس کے بعد وہ اس مقام تک پہنچا ہو گا۔ (حکایت) ایک نوجوان کسی کامیاب بزنس مین کے پاس ملنے پہنچا اور کہا کہ میں بھی آپ جیسا کامیاب بزنس مین بننا چاہتا ہوں لیکن میرے پاس زیادہ سرمایہ نہیں ہے، بزنس مین نے کھڑکی سے پردہ ہٹایا اور نوجوان کو دس فلور نیچے فٹ پاتھ پر بیٹھا پندرہ سولہ سال کا ایک نوجوان دکھایا جو ٹرے میں پیسٹریاں بیچ رہا تھا، پھر بولا: میں نے پندرہ سال پہلے وہیں سے اپنا سفر شروع کیا تھا اگر آپ میں ہمت ہے تو کل سے ہی کوئی چھوٹا موٹا کاروبار شروع کر دیں،

قسمت نے ساتھ دیا تو آپ کا جذبہ آپ کو ترقی دلوائے گا اور آپ بھی اس مقام تک پہنچ سکتے ہیں جہاں آج میں کھڑا ہوں (7) اللہ جسے عزّت دے اسے ہمیں بھی عزت دینی چاہئے، صرف اس لئے کسی کو بے عزت (Defame) کرنے کی کوشش کرنا کہ میری عزت اس جیسی کیوں نہیں ہوتی! بہت ہی بُری بات ہے (8) ہر چمکتی چیز سونا نہیں ہوتی، کسی کا عالیشان رہن سہن (Luxurious living) دیکھ کر اپنے اندازِ زندگی کو حقیر نہ سمجھیں کیونکہ ممکن ہے کہ یہ چمک دمک قرض لے کر بڑھائی گئی ہو اور بظاہر خوشحال نظر آنے والا وہ شخص قرض کی ٹینشن سے شدید تنگ ہو۔

المختصر! پہلے تو ہمیں موازنے کی کثرت سے پرہیز کرنا چاہئے اور اگر مُوازنہ کریں بھی تو مثبت سوچ کے ساتھ کریں تاکہ اس کے نتیجے میں ہماری زندگی بہتر ہو نا کہ بدتر! اللہ کریم ہمیں عافیت، سلامتی اور بے حساب بخشش سے نوازے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ خَاتَمِ النَّبِیّٖن صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

نفرت کیوں؟

اگست 2019ء کو سرگودھا کے قریب ایک دل خراش واقعہ پیش آیا جس میں گھریلو جھگڑے پر بی ایس سی کے طالب علم نے فائرنگ کرکے اپنے ہی خاندان کے 6افراد کو قتل کردیا، مقتولین میں اس کے بھائی بھابھیاں اور بھتیجے شامل تھے، قتل کے بعد نوجوان نے خود کو بھی گولی مار کر خودکشی کرلی۔ ملزم کی قتل کرنے سے پہلے کی ویڈیو بھی منظرِ عام پر آگئی جس میں اس نے پیغام جاری کرتے ہوئے کہا تھا: مجھ سے نفرت کی جاتی تھی، کسی کو اتنی نفرت نہ دو کہ وہ دوسروں سے نفرت کرنے لگے۔[27]

ماہنامہ فیضانِ مدینہ کے قارئین! خودکشی یا کسی کو ناحق قتل کرنا دونوں ہی ناجائز و حرام ہیں۔ یہ افسوس ناک واقعہ دل میں پیدا ہونے والی نفرت وعداوت کا نتیجہ ہے، دل کو عربی زبان میں قلب کہتے ہیں اور قلب کا معنی ہے بدلنے والا۔ احادیثِ کریمہ میں دل کی مثال اس پَر کی طرح دی گئی ہے جسے ہوائیں جنگل میں پلٹا دے رہی ہوں۔[28] بچّہ ہو، جوان ہو یا پھر بوڑھا! زندگی کے شب وروز میں دِل مختلف جذباتی کیفیات سے گزرتا ہے، کبھی کسی کو دُکھی دیکھ کر ہمدردی اور خیر خواہی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے! کبھی کسی بات پر خوش ہوجاتا ہے اور کبھی غمگین! انسان کبھی ایسا رحم دِل ثابت ہوتا ہے کہ کبوتروں، چڑیوں اور دیگر پرندوں تک کو روزانہ دانہ ڈالتا ہے، پیاسے پرندوں کے لئے پانی رکھتا ہے اور کبھی ایسا سخت دل کہ کسی بے زبان جانور پر بھی ظلم کرنے سے باز نہیں آتا!

---

(27) جیو نیوز ویب سائٹ

(28) ابن ماجہ، 1/67، 68، حدیث: 88

اے عاشقانِ رسول! بہت سے دوسرے جذبات کی طرح محبت(Love)اور نفرت(Hate) بھی اسی دل کا حصہ ہے، جس کے لئے دل میں محبت ہوتی ہے اس سے انسان کے تعلقات بھی اچھے رہتے ہیں اور معاشرتی زندگی (Social Life) میں امن اور سکون ہوتا ہے جبکہ نفرت آپسی تعلقات کو بگاڑ دیتی ہے، بھائی کو بھائی سے، دوست کو دوست سے، شوہر کو بیوی سے دُور کروادیتی ہے۔ نفرت کے سبب خاندان کا شِیرازہ بکھر جاتا ہے، نفرت کی وجہ سے انسان اپنے اسلامی بھائی کی خیر خواہی کرنے کے بجائے اسے نقصان پہنچا کر خوش ہوتا ہے، نفرت کے سبب انسان بداخلاق ہوجاتا ہے، یہی نفرت لڑائی جھگڑا کرواتی ہے، قتل وغارت اور دشمنیاں کروادیتی ہے جو کئی نسلوں تک چلتی ہیں۔ آج کل حالات ایسے زوال پذیر ہیں کہ محبتوں کی خوشبو کم پھیلتی ہے جبکہ نفرتوں کی آگ ہمارے معاشرے کو تیزی سے اپنی لپیٹ میں لے رہی ہے۔

نفرت کیوں ہوتی ہے؟

ہر مرض کا کوئی نہ کوئی سبب ہوتا ہے، کسی کی نفرت میں مبتلا ہونے کے کم از کم 9 ممکنہ اسباب(Possible Reasons)ہوسکتے ہیں:

(1)جب ہمارا کوئی دوست یا عزیز اُمیدوں کے برعکس ہماری توقعات(Expectations)پر پورا نہیں اُترتا مثلاً ہمیں کوئی ایمرجنسی پیش آئی لیکن ہمارے دوست یا عزیز نے ہمارے مدد مانگنے پر بے رُخی اختیار کی تو ہمارے دل میں اس کے لئے نفرت کا بیج لگ سکتا ہے جو بڑھتے بڑھتے درخت کی شکل اختیار کرسکتا ہے۔

(2)جب ہمارا ماتحت مسلسل ہمارے مزاج کے خلاف کام کرتا رہتا ہے تو ایک دن آتا ہے کہ وہ ہمارے دل سے اُتر جاتا ہے اور ایسی کیفیت ہوجاتی ہے کہ اس کے عطر(پرفیوم) میں

سے بھی ہمیں پسینے کی بُو آنے لگتی ہے وہ کیسا ہی شاندار کام کرے ہم خواہ مخواہ اس میں سے کیڑے نکالنے لگتے ہیں۔

(3) کسی نے لوگوں کے سامنے ہمیں ڈی گریڈ کر دیا، یا ڈانٹ دیا یا بے جا تنقید کر دی تو ہمیں وہ شخص بُرا لگنے لگتا ہے۔ اس کیفیت پر قابو نہ پایا جائے تو ایک دن ایسا بھی آسکتا ہے کہ ہم اس کی نفرت میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔

(4) اصلاح کا غلط انداز بھی نفرت پیدا ہونے کا سبب بن سکتا ہے، ہمارا تو اکثر یہ حال ہوتا ہے کہ اگر کسی کو سمجھانا بھی ہو تو بِلا ضرورتِ شرعی سب کے سامنے نام لے کر یا اُسی کی طرف دیکھ کر اِس طرح سمجھائیں گے کہ بے چارے کی پَول بھی کھول کر رکھ دیں گے۔ اپنے ضمیر سے پوچھ لیجئے کہ یہ سمجھانا ہوا یا اگلے کو ذلیل (DEGRADE) کرنا ہوا؟ اِس طرح سُدھار پیدا ہوگا یا مزید بگاڑ بڑھے گا؟ یاد رکھئے! اگر ہمارے رُعب سے سامنے والا چُپ ہو گیا یا مان گیا تب بھی اُس کے دل میں ناگواری سی رہ جائے گی جو کہ بُغض وعداوت اور نفرت وغیرہ کے دروازے کھول سکتی ہے۔ کاش! ہمیں اِصلاح کا ڈھنگ آجائے۔

(5) کامیابی اور ناکامی زندگی کا حصہ ہیں لیکن کچھ لوگ ناکام ہونے والوں کی حوصلہ شکنی کو اپنی ڈیوٹی سمجھتے ہیں، ایسے حوصلہ شکن شخص سے محبت کرنے والے کم اور نفرت کرنے والے زیادہ ہوتے ہیں۔

(6) بولنا (Speaking) ایک فن ہے تو سننا (Listening) اس سے بڑا فن ہے، بولنے کا شوق بہت ساروں کو ہوتا ہے مگر سننے کا حوصلہ کم افراد میں پایا جاتا ہے، ایسے لوگ اپنی کہنے کے لئے بِلاوجہ دوسروں کی بات کاٹنے میں ذرا جھجک محسوس نہیں کرتے، ان کا یہ انداز بھی نفرتیں کمانے والا ہے۔

www.dawateislami.net

(7)بات بات پر غصّہ کرنا، چیخنا چِلّانا، معمولی بات پر مشتعل ہو جانا بداخلاق ہونے کی نشانی ہے، بداخلاقی محبتیں نہیں کماتی بلکہ اس سے نفرتیں جنم لیتی ہیں۔

(8)کسی کے رشتے پر رشتہ بھیجنا یا سودے پر سودا کرنا بھی نفرتیں پھیلاتا ہے، بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ دو گھرانوں کے درمیان رشتے کی بات چل رہی ہوتی ہے کہ کوئی تیسرا بھی بیچ میں پہنچ جاتا ہے، یا دو افراد کے درمیان خرید و فروخت کی بات ہو رہی ہوتی ہے تو کوئی تیسرا اس میں کُود پڑتا ہے ایسی صورت میں فائدے سے محروم ہونے والا فریق بنا بنایا کام بگاڑ دینے والے کے بُغض اور نفرت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اس لئے کسی کے رشتے یا سودے کی بات چیت کے دوران ٹانگ نہ اَڑائی جائے بلکہ ان کا معاملہ فائنل ہونے کا انتظار کیا جائے اگر انہوں نے آپس میں سودا یا رشتہ نہ کیا تو اپنی بات آگے بڑھایئے ورنہ رُک جایئے۔

(9)کسی کے بارے میں شک و بدگمانی یا جیلسی میں مبتلا ہونا بھی محبتوں کی قینچی ثابت ہوتا ہے۔

اللہ پاک ہمیں محبتیں پھیلانے والے کام کرنے اور نفرتوں کو عام کرنے والے ذرائع سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمِیْن بِجَاہِ خَاتَمِ النَّبِیّٖن صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

بوریت

امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃُ اللہِ علیہ کے مایہ ناز شاگرد امام محمد شیبانی رحمۃُ اللہِ علیہ کے پاس رات کے وقت مختلف قسم کی کتابیں رکھی ہوتی تھیں جب ایک فن (کو مسلسل پڑھنے) سے اُکتا جاتے تو دوسرے فن کے مطالعے میں لگ جاتے تھے۔[29]

ماہنامہ فیضانِ مدینہ کے قارئین! بہت مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ ہمارا کسی کام میں جی نہیں لگتا لیکن پھر بھی کرنا پڑتا ہے، کسی کا طویل انتظار کرنا پڑے، رات کو نیند نہ آئے، بجلی چلی جائے اور کچھ کرنے کو نہ ہو، سبق میں دل چسپی نہ ہو پھر بھی پڑھنا پڑے یا کسی کی خشک باتیں توجہ سے سننی پڑیں تو ہمارے دل پر بیزاریت اور اُکتاہٹ کی کیفیت طاری ہوتی ہے جسے بوریت (Boredom) کا نام دیا جاتا ہے۔

بوریت کا سب سے آسان حل (Solution) یہ سمجھا جاتا ہے کہ انسان کسی دل چسپ کام میں مصروف ہو جائے، چنانچہ بچے جب بور ہوتے ہیں تو اپنے کھلونوں سے کھیلنے لگتے ہیں، نوجوان یاردوستوں کے ساتھ گھومنے نکل جاتے ہیں، بڑی عمر کے لوگ گلی محلے میں اپنی چوپال جمالیتے ہیں، کوئی کتابیں پڑھ کر بوریت مٹاتا ہے تو کوئی ناول یا ڈائجسٹ اٹھا لیتا ہے، فلمیں ڈرامے دیکھنے والے، گانے باجے سننے والے، چغلیوں اور غیبتوں سے محفل کو گرمانے والے، پتنگ بازی کرنے والے اور سوشل میڈیا پر بے مقصد مصروف ہونے والے ایک اعتبار سے اپنی بوریت سے نجات پانے کی کوشش کر رہے ہوتے ہیں کیونکہ اگر ان کی یہ مصروفیات (Activities) ان سے چھین لی جائیں تو یہ بور ہونا شروع ہو جائیں گے۔

---

(29) تعلیم المتعلم طریق التعلم، ص 101

www.dawateislami.net

قابلِ غور پہلو:

بوریت مٹانے کے لئے اپنی دل چسپی کی مصروفیت اپنانے میں کوئی حرج نہیں لیکن چند باتیں پیشِ نظر رکھنا بہت ضروری ہیں: (1) وہ مصروفیت فرائض وواجبات کی ادائیگی میں رُکاوٹ نہ بنے، سیر و تفریح ہو یا کچھ اور! اس کی وجہ سے فرض نماز چھوڑنے کی شرعاً اجازت نہیں ہے، اسی طرح ہر مسلمان پر اپنی ضرورت کے مسائل سیکھنا فرض ہے جیسے عقائد، نماز، روزہ وغیرہ کے شرعی مسائل، تو اگر وہ محض دنیاوی معلومات یا حکایات پر مشتمل کتابیں ہی پڑھتا رہے گا تو فرض علم سیکھنے سے محروم رہ جائے گا (2) وقت جیسی انمول نعمت ضائع نہ ہو کیونکہ یہ دولت ہمیں بے کار کاموں میں لُٹانے کے لئے نہیں ملی بلکہ ہمیں اس کا استعمال اپنی دنیا و آخرت بہتر بنانے کے لئے کرنا چاہئے۔ کوئی طالبِ علم دین اپنا وقت پڑھائی کرنے کے بجائے گھومنے پھرنے میں ضائع کرے تو اس کا اچھا اور ماہر عالِم بننا بہت دُشوار ہوتا ہے (3) وہ مصروفیت کسی گناہ پر مشتمل نہ ہو جس سے ہماری آخرت کو نقصان پہنچتا ہو مثلاً اگر کوئی فلم یا ڈرامہ دیکھتا ہے تو یہ گناہ اور جہنم میں لے جانے والے کام ہیں، اسی طرح کوئی ایسی محفل میں بیٹھتا ہے جہاں کسی کی غیبتیں، چغلیاں کی جارہی ہوں، اس پر تہمتیں باندھی جارہی ہوں یا اس کے پوشیدہ عیب کھولے جارہے ہوں تو بولنے والوں کے ساتھ ساتھ شوق سے سننے والا بھی گناہ گار ہوگا (4) کسی کی حق تلفی نہ ہوتی ہو مثلاً طلبہ کو پڑھانے والا اگر موبائل وغیرہ پر مصروف رہے گا تو طلبہ کی تعلیم کا حرج ہوگا اور (عرف سے ہٹ کر اس طرح کرنے والے) استاذ کے لئے اتنے وقت کی اُجرت (Salary) لینا بھی جائز نہیں ہوگا، اسی طرح کسی دفتر میں کام کرنے والا بوریت کی وجہ سے آفس ورک چھوڑ کر کسی ذاتی کام (مثلاً گھر پر لمبی لمبی کالیں کرنے، سوشل میڈیا یا اخبار پڑھنے) میں مصروف ہو جائے گا تو اتنے وقت کی اُجرت کا

حقدار نہیں ہو گا۔(اس حوالے سے امیرِ اہلِ سنّت دامت بَرَکَاتُہمُ العالیہ کا رسالہ ”حلال روزی کمانے کے 50 طریقے“ پڑھنا بہت مفید ہے)

اللہ پاک ہمیں کرنے کے کاموں میں مصروف رہنے اور نہ کرنے کے کاموں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

کنفیوژن

بحری جہاز کے کیپٹن کی سلیکشن کے لئے انٹرویو کا سلسلہ جاری تھا، سلیکشن کمیٹی کا سربراہ ہر امیدوار سے ایک سُوال ضرور پوچھتا کہ اگر کبھی بپھرے ہوئے سمندری طوفان میں جہاز چھوڑ کر نکلنا پڑے تو آپ اپنی اور عملے کی جانیں بچانے کے لئے کونسی لائف بوٹ کا انتخاب کریں گے، انجن سے چلنے والی یا چپوؤں سے چلنے والی کشتی کا؟ اس کے جواب میں امیدوار کنفیوژن (اُلجھن) کا شکار ہو جاتا پھر وہ جو جواب دیتا تو سلیکشن کمیٹی کی طرف سے اس کی وجہ پوچھی جاتی تو وہ خاموش ہو کر رہ جاتا، یہ سُوال آخری امیدوار (جو تمام امیدواروں میں سینیئر تھا، اس) سے پوچھا گیا تو اس نے بغیر کنفیوز ہوئے بڑے اعتماد سے جواب دیا: چپوؤں والی کشتی کا۔ سلیکشن کمیٹی کے ایک ممبر نے اس کی وجہ پوچھی تو امیدوار نے جواب دیا: اس لئے کہ انجن کی طاقت محدود ہوتی ہے جبکہ انسان کے اندر ربِّ کریم نے کتنی طاقت رکھی ہے یہ خود انسان کو بھی معلوم نہیں! اس لئے انسان غیر معمولی صورتِ حال میں غیر معمولی کارکردگی دکھا سکتا ہے چنانچہ میری رائے اور تجربہ ہے کہ طوفان میں انسانی طاقت زیادہ قابلِ بھروسا ہوتی ہے، اس واضح جواب کے بعد سلیکشن کمیٹی نے اس امیدوار کو بطورِ کیپٹن سلیکٹ کرلیا۔

ماہنامہ فیضانِ مدینہ کے قارئین! ہم بھی اپنی زندگی میں کئی معاملات میں کنفیوژن کا شکار ہو جاتے ہیں، اس کنفیوژن کی کیفیت میں ہمارے خیالات اُلجھ جاتے ہیں، صحیح اور غلط، حقیقی اور افسانوی کا امتیاز مشکل ہو جاتا ہے، اس خَلط مَلط کی وجہ سے انسان کسی واضح فیصلے پر نہیں پہنچ پاتا مثلاً بچّے کو کون سے اسکول یا جامعہ میں داخل کروائیں؟ سائنس کے سبجیکٹ لیں یا آرٹس کے؟ کاروبار کریں یا نوکری؟ فلاں شخص پر رقم کے حوالے سے بھروسا کریں یا

نہیں؟ٹرین سے سفر کریں یا بس سے؟ کرائے کا مکان کون سے علاقے میں لیا جائے؟اس رشتے کے لئے ہاں کہی جائے یا نہیں؟وغیرہ۔

ٹھوس بنیاد پر رائے کی تبدیلی کوئی بُری بات نہیں لیکن ہمارے معاشرے میں ایسے افراد بھی پائے جاتے ہیں جن کی رائے ایسی کنفیوز ہوتی ہے کہ جو چیز کچھ دیر پہلے انہیں زہر لگتی تھی تھوڑی دیر بعد وہ انہیں شہد دکھائی دینے لگتی ہے،وہ شخص جسے وہ مجرم ڈکلئیر کر دیتے ہیں تھوڑی دیر بعد انہیں بے قصور لگنے لگتا ہے۔ایسا کنفیوزڈ شخص اگر کوئی فیصلہ کر بھی لیتا ہے تو اپنی رائے پر قائم نہیں رہتا،لہٰذا!دوسرے لوگ ان کے ساتھ کاروبار کرنے یا انہیں ملازمت پر رکھنے سے کتراتے ہیں۔

کنفیوژن کا حل:

کنفیوژن سے نکلنے کے لئے چند چیزیں پیشِ نظر رکھنا بہت مُفید ہے:

(1)خود تجربہ کرکے ٹھوکر کھانے سے بہتر ہے کہ کسی تجربہ کار سے مشورہ کرلیا جائے کیونکہ تجربہ کار(Expert)لوگوں سے مشورہ(Counselling)کرنے سے عموماً ایسا پہلو سامنے آجاتا ہے جو پہلے ہماری نگاہ میں نہیں ہوتا۔

(2)اچھی طرح غور کرکے فیصلہ کیجئے اور نتیجہ اللہ پر چھوڑ دیجئے،اللہ پاک فرماتا ہے:

﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ(۲۱۷)﴾ ترجَمۂ کنزُالعرفان:اور اس پر بھروسہ کرو جو عزت والا،رحم فرمانے والا ہے۔(30) حضرتِ علّامہ سیِّد محمد نعیم الدّین مُرادآبادی رحمۃُ اللہِ علیہ اِس آیت کے تحت لکھتے ہیں:یعنی تم اپنے تمام کام اس کو تفویض(یعنی سپرد)کرو۔(31)

---

(30)پ19،الشعراء:217
(31)خزائن العرفان،ص697

اپنا معاملہ اللہ کریم کے حوالے کرنے کا فائدہ:

حضرت امام محمد بن محمد غزالی رحمۃُ اللہِ علیہ لکھتے ہیں: جب تم اپنا معاملہ اللہ پاک کے سپرد کردو گے اور اس سے سُوال کرو گے کہ وہ تمہارے لئے ایسی شے کا انتخاب کرے جس میں تمہاری بہتری ہو تو ضرور تمہیں خیر اور دُرستی ہی نصیب ہو گی اور تم نیک کام سے ہی ہمکنار ہو گے۔ اللہ پاک نے اپنے ایک صالح بندے کے الفاظ نقل کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَ اُفَوِّضُ اَمْرِیْۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ(۴۴) فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَ حَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ(ۚ۴۵)﴾ تَرجَمۂ کنزُ الایمان: اور میں اپنے کام اللہ کو سونپتا ہوں بے شک اللہ بندوں کو دیکھتا ہے تو اللہ نے اسے بچالیا ان کے مکر کی بُرائیوں سے اور فرعون والوں کو بُرے عذاب نے آگھیرا۔[32] تم دیکھتے نہیں کہ ربِّ کریم نے کس وضاحت سے اپنے معاملات اس کے حوالے کرنے پر حفاظت، دشمنوں کے خلاف اِمداد اور بندے کے اپنی مراد میں کامیاب ہونے کا ذکر فرمایا ہے! اس میں خوب غور کرو، اللہ تمہیں بھلائی کی توفیق بخشے۔[33]

(3) بعض اوقات دو چیزوں میں انتخاب (Selection) کا فیصلہ کرنا ہوتا ہے اور دونوں دُرست ہوتی ہیں، ایسے میں فیصلہ نہ ہو رہا ہو تو استخارہ کرلیجئے۔ حضورِ پاک، صاحبِ لَولاک صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: مَا خَابَ مَنِ اسْتَخَارَ، وَلَا نَدِمَ مَنِ اسْتَشَارَ، وَلَا عَالَ مَنِ اقْتَصَدَ یعنی جو اِستخارہ کرے وہ نقصان میں نہ رہے گا، جو مُشاورت سے کام کرے وہ پشیمان نہ ہو گا اور جس نے میانہ رَوی اختیار کی وہ محتاج نہ ہو گا۔[34] استخارے کا طریقہ جاننے کے لئے مکتبۃُ

---

(32) پ24، المؤمن: 44، 45
(33) منہاج العابدین، ص114
(34) مجمع الزوائد، 2/566، حدیث: 3670

www.dawateislami.net

المدینہ کی کتاب ”بد شگونی“ کا صفحہ 47 تا 53 پڑھ لیجئے۔

اللہ کریم ہمیں خوامخواہ کی کنفیوژن سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ خَاتَمِ النَّبِیّٖن صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

بے بسی

ایک یونانی بزنس مین اَرسطو اَوناسِس بہت بڑی شپنگ کمپنی کا مالک تھا، 1975ء میں اس کے مرنے کے بعد ایک ٹی وی چینل نے اُس پر ڈاکومینٹری (دستاویزی ویڈیو) بنائی جس میں ایک انکشاف نے لوگوں کو ہلا کر رکھ دیا، وہ اس کی بے بسی پر حیران رہ گئے کہ اتنا امیر کبیر آدمی ایک عجیب بیماری کا شکار تھا کہ وہ اپنی پلکوں (Eyelash) کو اپنی مرضی سے نہیں اٹھا سکتا تھا، وہ دنیا کے قابل ترین ڈاکٹرز سے علاج کروانے کے بعد بھی شفایاب نہ ہو سکا۔ دن کے وقت اُس کے پپوٹوں (آنکھوں کے اوپر والے حصوں) پر سلوشن ٹیپ لگا دی جاتی جس کے لگانے سے دن بھر اُس کی آنکھیں دیکھ سکتی تھیں، رات کو وہ ٹیپ اتار دی جاتی تو پلکیں اُس کی آنکھوں پر گر جاتیں اور وہ سو جاتا۔ اگلے دن دوبارہ اُس کو ٹیپ لگا دی جاتی۔ اوناسس سے پوچھا گیا کہ تم دنیا کے امیر ترین شخص ہو! کیا تمہاری کوئی ایسی خواہش ہے جو ابھی تک نہ پوری ہوئی ہو تو اوناسس کہنے لگا: ”کاش! میں صرف ایک بار اپنی پلکوں کو اپنی مرضی سے حرکت دے سکوں، چاہے میری ساری دولت چلی جائے۔“

ماہنامہ فیضانِ مدینہ کے قارئین! انسان کو اپنی طاقت و توانائی کے ساتھ ساتھ بے بسی پر بھی نظر رکھنی چاہئے۔ انسان فضاؤں میں جہاز کے ذریعے پرواز کرتا ہے، آبدوز میں بیٹھ کر سمندروں کی تہہ میں اُتر جاتا ہے، پہاڑوں کا سینہ چیر کر ٹنلز (سرنگیں) بنالیتا ہے، زیرِ زمین گھر بنا کر اس میں رہ لیتا ہے، مصنوعی روشنیوں کے ذریعے رات کو دن بنا لیتا ہے، اے سی کے ذریعے گرم موسم میں کمرے کو ٹھنڈا اور ہیٹر کے ذریعے سرد موسم میں کمرے کو گرم کرلیتا ہے، کراٹے کا وار کرکے پتھروں اور برف کی سلوں کو توڑ دیتا ہے، ہاتھوں کی طاقت سے

لوہے کے برتنوں کو توڑ مروڑ دیتا ہے اور نہ جانے کیسے کیسے حیران کُن کام کر گزرتا ہے، لیکن یہی انسان کبھی اتنا بے بس اور مجبور ہو جاتا ہے کہ ☆ تھوڑا سا فاصلہ بھی اپنے قدموں پر چل کر طے نہیں کر سکتا ☆ چائے کی پیالی یا پانی کے گلاس کو اپنے ہاتھوں میں سنبھال نہیں سکتا ☆ صحت مند انسان کا دل ایک دن میں ایک لاکھ تین ہزار چھ سو اسی مرتبہ دھڑکتا ہے اور اگر کسی وجہ سے دھڑکنوں کی ترتیب کم یا زیادہ ہو جائے تو جان پر بن جاتی ہے ☆ انسان طرح طرح کی نعمتیں کھاتا اور لطف اٹھاتا ہے اگر اس کی آنتوں کی حرکت رک جائے یا مثانہ پانی نکالنے سے انکار کر دے تو زندگی کتنی خوفناک ہو جائے گی اِس کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے، ایک ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ میرے پاس ایسے بھی مریض آتے ہیں جن کی آنتیں کاٹ کر معدے کے منہ پر نالی لگا کر سائیڈ پر پلاسٹک بیگ لٹکا دیا جاتا ہے اب سارا دن فُضلہ اُس بیگ میں جمع ہوتا رہتا ہے اور مریض سارا دن اُس بیگ کے ساتھ زندگی گزارنے پر مجبور ہوتا ہے ☆ جس بے چارے کی کسی حادثے میں ہڈیاں ٹوٹ جائیں تو اس کے بازوؤں اور ٹانگوں پر پلستر لگا دیا جاتا ہے، وہ انسان جو سوتے وقت اپنی مرضی سے کروٹیں لیتا تھا، اب کروٹ بدلنے جیسی نعمت سے بھی محروم ہو جاتا ہے ☆ اگر کسی کی ذائقہ چکھنے کی صلاحیت جاتی رہے تو اس کی زندگی بے ذائقہ ہو جاتی ہے کیونکہ پوری میڈیکل سائنس زبان جیسا آلہ بنانے سے قاصر ہے جو لیموں کی ترشی اور آم کی مٹھاس میں فرق محسوس کر سکے ☆ جس کی کسی وجہ سے بینائی (Sight) جاتی رہے اس کی زندگی میں کیسا اندھیرا ہو جاتا ہے وہی جانتا ہے ☆ گاڑی کا بریک فیل ہونے، کمپیوٹر سے ڈیٹا ڈیلیٹ ہونے یا دورانِ ڈرائیونگ نیند آنے پر انسان بے بسی کی کیسی تصویر نظر آتا ہے! ☆ بچہ غبارہ پھٹنے پر، نوجوان بائیک پنکچر ہونے اور کار والا انجن کی گیس کِٹ جلنے پر کیسا بے بس ہوتا ہے وہی سمجھ سکتا ہے ☆ حال ہی میں ایک ملک

میں کھلی فضا میں مزے سے سانس لینے والے جب کرونا کا شکار ہو کر مصنوعی آکسیجن کے لئے فٹ پاتھوں پر تڑپ رہے تھے تو ان کی بے بسی عبرت انگیز تھی ☆ تاریخ میں دیکھا جائے تو نمرود جیسا کرّوفر والا بادشاہ ایک معمولی مچھر کے ہاتھوں انجام کو پہنچا جو اس کے دماغ میں گھس گیا تھا ☆ فرعون جیسا جابر و ظالم کیسی بے بسی کے عالَم میں اپنے لشکر سمیت دریائے نیل میں ڈوب کر مرا۔

دیکھا جائے تو انسان کی بے بسی کا سفر اس کے بچپن سے شروع ہوتا ہے جب وہ کھانے پینے وغیرہ میں دوسروں کا محتاج ہوتا ہے یہ الگ بات ہے کہ بچے کو اپنی بے بسی کا شعور نہیں ہوتا اور بڑھاپے میں اپنی انتہا کو پہنچتا ہے جب اس کی ہڈیاں کمزور پڑ جاتی ہیں اور گردے، پھیپھڑے اور معدہ وغیرہ کمزور ہو جاتے ہیں۔ پھر جب انسان کو موت آتی ہے تو نزع میں شدید بے بسی کا عالَم ہوتا ہے موت کا ایک جھٹکا تلوار کے ہزار وار سے سخت ہے لیکن وہ اپنی زبان بند ہونے کی وجہ سے کسی سے اپنی بے بسی شیئر بھی نہیں کر سکتا، مُردے کی بے بسی اس کو غسل دینے والے سے پوچھیے کہ وہ اپنے جسم کو ذرا سی بھی حرکت نہیں دے سکتا پھر اس کا جنازہ بے بسی کی داستان سناتے ہوئے لوگوں کے کندھوں پر قبرستان کی طرف جاتا ہے جہاں اسے قبر میں بے بس اور تنہا چھوڑ دیا جاتا ہے، اس کے بعد قیامت میں پُل صراط پر، میدانِ محشر میں انسان کی بے بسی کا کیا عالَم ہو گا اس کے تصور سے ہی دل کانپ اٹھتا ہے۔

آخری بات:

جب انسان اتنا بے بس و کمزور ہے تو اسے تمام جہانوں کے پیدا کرنے والے ربِّ جلیل کی نافرمانی زیب نہیں دیتی کیونکہ اللہ پاک کی نافرمانی کا انجام جہنم کے عذابات ہیں اور جہنم کے عذابات اس قدر خوفناک اور دہشت ناک ہیں کہ ہم سوچ بھی نہیں سکتے، کئی احادیث و

روایات کے مطابق دوزخیوں کو ذِلّت ورُسوائی کے عالَم میں داخلِ جہنم کیا جائے گا، وہاں دُنیا کی آگ سے ستّر گنا تیز آگ ہو گی جو کھالوں کو جَلا دے گی، ہڈیوں کا سُرمہ بنادے گی، اس پر شدید دُھواں جس سے دَم گُھٹے گا، اندھیرا اتنا کہ ہاتھ کو ہاتھ سُجھائی نہ دے، بھوک پیاس سے نڈھال بیڑیوں میں جکڑے جہنمی کو جب پینے کے لئے سخت کھولتا ہوا پانی پینے کو دیا جائے گا تو منہ کے قریب کرتے ہی اس کی تپش سے منہ کی کھال جھڑ جائے گی، کھانے کو کانٹے دار تھوہڑ ملے گا، لوہے کے بڑے بڑے ہتھوڑوں سے اسے پیٹا جائے گا۔ ذرا تصور کیجئے کہ اگر ہمیں جہنم میں ڈال دیا گیا تو ہمارا یہ نرم و نازک بدن اس کے ہولناک عذابات کو کس طرح برداشت کر پائے گا؟ حالانکہ یہ تو اتنا بے بس اور کمزور ہے کہ کسی تکلیف کی شدت جب اپنی انتہاء کو پہنچتی ہے تو یہ بے ہوش ہو جاتا ہے یا پھر بے حس و حرکت (Numb and Motionless) ہو جاتا ہے۔ جبکہ جہنم میں پہنچنے والی تکالیف کی شدت کے سبب انسان پر نہ تو بے ہوشی طاری ہو گی اور نہ ہی اسے موت آئے گی۔ آہ! وہ وقت کتنی بے بسی کا ہو گا! کیا اب بھی ہمیں گناہوں سے وحشت محسوس نہیں ہو گی؟ کیا اب بھی ہمارے دل میں نیکیوں کی محبت نہیں بڑھے گی؟ آہ! اگر رحمتِ خداوندی شاملِ حال نہ ہوئی تو ہمارا کیا بنے گا؟

ہر خطا تو دَرگزر کر بیکس و مجبور کی
ہو الٰہی! مغفِرت ہر بیکس و مجبور کی (35)

اللہ کریم ہمیں دنیا و آخرت میں عافیت، راحت اور آسانی نصیب فرمائے۔

اٰمِیۡن بِجَاہِ النَّبِیِّ الۡاَمِیۡن صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

---

(35) وسائلِ بخشش (مرمّم)، ص96

خوش رہنے کے 8 طریقے

امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃُ اللہِ علیہ کے شاگرد امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃُ اللہِ علیہ (وفات:189ھ) جب رات کے وقت کوئی مشکل فقہی مسئلہ حل کر لیتے تو خوشی کے مارے اُچھل پڑتے اور بلند آواز سے کہنے لگتے کہ کہاں ہیں بادشاہِ بغداد کے شہزادے "امین اور مامون"! کوئی ان سے پوچھے کہ کیا تمہیں بھی خوشی کی وہ کیفیت اور اس کی لذت نصیب ہوئی جو اس وقت میرے جسم اور روح کی توانائی بنی ہوئی ہے![36]

ماہنامہ فیضانِ مدینہ کے قارئین! خوشی انسان کی زندگی کو بارونق اور پُرلطف بنادیتی ہے، جس شخص سے خوشیاں واقعی روٹھ جائیں تو اسے اپنی زندگی بوجھ لگنے لگتی ہے اور وہ تصویرِ غم بن کر جینے کا حوصلہ کھو بیٹھتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ انسان خوش رہنے کی کوشش کرے تاکہ وہ ڈپریشن (مایوسی) اور آئسولیشن (تنہائی) کا شکار نہ ہو۔

خوشی کیسے حاصل ہوتی ہے؟

خوشی اس احساس کا نام ہے جو دل و دماغ کو اطمینان اور سکون دے۔ خوشی کیسے حاصل ہوتی ہے؟ اس حوالے سے لوگوں کے مختلف آئیڈیاز ہیں مثلاً

❀ کچھ لوگ صرف دولت کو خوشی کی وجہ سمجھتے ہیں حالانکہ دولت سے خوشیاں نہیں خریدی جاسکتیں، کئی امیر کبیر لوگ طرح طرح کی بیماریوں، گھریلو ناچاقیوں، کاروباری رنجشوں اور بھتہ خوروں کی دھمکیوں میں گھرے ہوتے ہیں، اس کے باوجود بہت کم لوگ

(36) روحانی حکایات، ص29 ملخصاً

www.dawateislami.net

ایسے ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ غریب انسان بھی خوش رہ سکتا ہے

❀ کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ بڑے بڑے اعزاز اور ایوارڈ پانے والوں کی زندگی میں خوشیاں ہی خوشیاں ہوتی ہیں حالانکہ کئی ایوارڈ یافتگان ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی زندگی میں سوائے اس ایوارڈ کے کچھ نہیں ہوتا

❀ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ شہرت پانے والا ہی زیادہ خوش ہوتا ہے حالانکہ جو جتنا مشہور ہوتا ہے اس کی پرائیویسی اتنی ہی متأثر ہوتی ہے، سوشل میڈیا والے اس کے بارے میں جھوٹی سچی خبریں پھیلا کر اسے پریشان کرتے رہتے ہیں

❀ کچھ لوگ صرف تفریح اور موج میلے کو ہی خوشی کا ذریعہ سمجھتے ہیں حالانکہ حقیقی خوشی تفریح کے احساس سے اوپر کی چیز ہے

❀ کچھ لوگ سہولیات اور آسائشات مل جانے کو ہی خوشیوں کا محور سمجھتے ہیں، ایک دیہاتی نوجوان کو دبئی میں گھریلو کام کی نوکری مل گئی، اس کے سیٹھ نے اسے یقین دلایا تھا کہ تم وہاں بہت خوش رہو گے، میرے ایئر کنڈیشنڈ گھر میں ٹھہرو گے، تنخواہ کے ساتھ ساتھ تمہیں بہترین کھانا ملے گا، پہننے کے لئے اچھے کپڑے دیئے جائیں گے، تمہارا وقت بہت اچھا گزرے گا۔ لیکن جب وہ نوجوان دبئی پہنچا تو کچھ ہی دنوں میں اداس اداس رہنے لگا کئی بار تو رونے لگتا۔ اب اس کے سیٹھ کی سمجھ میں بات آئی کہ اس نوجوان کے لئے ایک فلیٹ میں محدود رہنا خوشی نہیں تھی۔ اسے اپنے گاؤں کی کھلی فضا، اپنا گھر بار اور وہ آزادی میسر نہیں تھی کہ جہاں اپنی مرضی سے جو چاہتا کرتا تھا، یہاں تو اسے سارا دن کام کاج کرنا پڑتا تھا، مادی آسائشیں اس کیلئے کوئی اہمیت نہیں رکھتی تھیں اسی لئے اس کا یہاں پر دل نہیں لگ رہا تھا۔

❀ بعضوں کو گناہوں کی لذت میں شیطانی خوشی محسوس ہوتی ہے۔

❀ کچھ خوش نصیبوں کو نیکیوں میں خوشی ملتی ہے مثلاً جب حضرت عمر رضی اللہُ عنہ نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر بلند آواز سے کلمہ پڑھا تو حضورِ اکرم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے خوشی کی وجہ سے نعرۂ تکبیر بلند فرمایا اور تمام حاضرین نے اس زور سے اَللّٰہُ اَکبر کا نعرہ مارا کہ مکہ کی پہاڑیاں گونج اٹھیں۔(37) اسی طرح رسولِ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے پاس جب حضرت عکرمہ بن ہشام رضی اللہُ عنہ اسلام قبول کرنے کے لئے حاضر ہوئے تو آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم ان کو دیکھ کر بے حد خوش ہوئے اور تیزی سے ان کی طرف بڑھے۔(38)

خوش رہنے کے 8 طریقے:

غم اسی وقت ہمیں غمگین کرتا ہے جب ہم اسے محسوس کرتے ہیں اسی طرح خوشی بھی ہمیں اسی وقت خوش کرے گی جب ہم اسے محسوس کریں گے، خوش رہنے کے لئے ان طریقوں پر عمل مفید ہے:

(1) اپنے پاس موجود نعمتوں کا احساس کیجئے آپ اپنے ربِّ کریم کے شکر گزار بندے بن جائیں گے، شکر نعمتوں میں اضافے کے ساتھ ساتھ انسان کو خوشیوں سے بھی نوازتا ہے۔

(2) اپنی روٹین آف لائف کا جائزہ لیجئے کہ کہیں آپ خوش رہنے کا وقت کسی اور کام میں تو نہیں گزار رہے جیسے کاروبار یا ملازمت کے بعد شام کو گھر پہنچنے کے بعد بیوی بچوں کے ساتھ خوشگوار وقت گزارنے کے بجائے آپ کاروباری یا دفتری بکھیڑوں میں الجھے رہتے ہوں تو اس پر نظرِ ثانی کیجئے۔

---

(37) زرقانی علی المواھب، 2/7، 8 ملخصًا

(38) زرقانی علی المواھب، 3/424، 425 ملخصًا

(3)بڑی خوشی کے انتظار میں چھوٹی چھوٹی خوشیوں کو مِس نہ کیجئے، یہ ذہن بنالینا کہ میں بڑی کامیابی ملنے پر ہی خوش ہوں گا ایسے ہی ہے کہ برف کے کیوبز(ٹکڑے)ہوتے ہوئے بھی پانی ٹھنڈا کرنے کے لئے برف کے کٹورے کا انتظار کیا جائے۔

(4)مجھے کیا ملے گا؟ میرے حصے میں کیا آئے گا؟ ہر کام میں صرف اور صرف اپنا مفاد دیکھنا اچھی بات نہیں، اللہ کی رضا کے لئے دوسروں کو فائدہ پہنچا کر ایثار کا ثواب اور دل کی خوشی دونوں حاصل کیجئے۔

(5)اپنی خواہشات کا لیول حقیقی رکھئے، اگر آپ اپنے قد سے بڑھ کر خواہشات رکھیں گے تو آپ کو کامیابی کی خوشی پانے کے لئے طویل انتظار کرنا پڑے گا۔

(6)دوسروں سے اپنا تقابل کرنا ایک مثبت انداز سے ہو تو ہمیں ترقی کی راہ پر چلا سکتا ہے اور منفی انداز سے ہو تو خوشیوں کے بجائے غم میں مبتلا کر سکتا ہے کہ فلاں کے پاس ایسی شاندار گاڑی اور گھر وغیرہ ہے جبکہ میرے پاس کھٹارا سواری اور کرائے کا گھر ہے۔

(7)دوسروں کی نعمتیں اور آسائشیں دیکھ دیکھ کر جیلسی کا شکار نہ ہوں کیونکہ اس سے غم پیدا ہوتا ہے خوشی نہیں۔

(8)خوشیوں بھری زندگی کے خواب کی تعبیر کے لئے اپنی زندگی داؤ پر نہ لگائیں، مثلاً کئی لوگ دیگر ممالک میں غیر قانونی طور پر جانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن بارڈر پار کرنے کی کوشش میں سیکیورٹی فورسز کی گولیوں کا نشانہ بن جاتے ہیں اور بے چاروں کی موت کی خبر تک بھی ان کے گھر نہیں پہنچ پاتی۔

اے عاشقانِ رسول! اسی طرح کے بہت سے کام ہم سیلف موٹیویشن کے ذریعے کر سکتے ہیں اور خوش رہ سکتے ہیں۔ لیکن یاد رکھئے کہ دنیا کی خوشیاں جتنی بھی ہوں بہر حال عارضی ہیں

ایک مسلمان کو حقیقی خوشی اس وقت حاصل ہو گی جب وہ قبر و حشر کی منزلیں عافیت کے ساتھ طے کرنے کے بعد اپنے رب کی رحمت سے جنّت میں داخل ہونے میں کامیاب ہو جائے گا۔ اللہ کریم ہمیں خوش رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

خواہشات کا پیالہ

کہتے ہیں کسی سلطنت کا بادشاہ ایک روز شاہی دَورے کے لئے نکلا۔ واپسی پر محل کے قریب اُسے ایک فقیر نظر آیا جو ایک سائیڈ پر بے نیاز بیٹھا تھا۔ بادشاہ نے کہا: بابا! تمہیں جو چاہئے مجھے بتاؤ، میں دوں گا۔ یہ سُن کر فقیر کی ہنسی نکل گئی۔ بادشاہ نے کچھ سختی سے پوچھا: اس میں ہنسنے والی کیا بات ہے! اپنی خواہش بتاؤ، میں تمہیں ابھی مالا مال کردوں گا۔ فقیر نے کہا: بادشاہ سلامت! آخر تو آپ ایسے کررہے ہیں جیسے میری ہر خواہش پوری کرسکتے ہوں؟ اب بادشاہ نے بَرہَمی سے کہا: بے شک! آخر میں بادشاہ ہوں۔ فقیر نے اپنی جھولی سے ایک کشکول نکالا اور کہا: اگر آپ کو اپنی دولت پر اتنا ہی ناز ہے تو اِس پیالے کو بھر دیجئے۔ بادشاہ نے حیرت سے کشکول کو دیکھا، وہ سیاہ رنگ کا عام سا لکڑی کا خالی پیالہ تھا۔ اُس نے اِشارے سے ایک وزیر کو قریب بلایا اور حکم دیا: اس پیالے کو سونے کی اَشرفیوں سے بھر دو، یہ فقیر بھی کیا یاد کرے گا کہ کیسے سخی بادشاہ سے پالا پڑا تھا! وزیر نے حکم کی تعمیل میں کمر سے بندھی اشرفیوں کی تھیلی کھولی اور پیالے میں خالی کردی۔ سونے کے سکے پیالے میں گرے اور فوراً غائب ہوگئے۔ وزیر نے حیرت سے پیالے میں جھانکا، پھر ایک اور تھیلی کھولی اور پیالے میں ڈال دی۔ اس بار بھی سکے غائب ہوگئے، بادشاہ کے اِشارے پر وزیر نے سپاہیوں کو بھیجا کہ محل میں رکھی اشرفیوں کی کچھ تھیلیاں لے آئیں۔ وہ تھیلیاں بھی ختم ہوگئیں مگر پیالہ ویسے کا ویسا خالی ہی رہا۔ یہ ماجرا دیکھ کر بادشاہ نے خزانے سے قیمتی موتیوں سے بھری ایک بوری منگوائی، وہ بھی خالی ہوگئی۔ اب کی بار بادشاہ کا چہرہ سرخ ہوگیا، اس کی عزت کا سوال تھا، اُس نے ضدی لہجے میں وزیر سے کہا: اور بوریاں منگوالو، جو کچھ بھی ہے اِس پیالے میں ڈال دو،

اسے ہر حال میں بھرنا چاہیے۔ وزیر نے ایسا ہی کیا۔ دوپہر ہوگئی لیکن پیالہ بدستور خالی رہا کیونکہ جو چیز پیالے میں ڈالی جاتی وہ فوراً ہی غائب ہو جاتی اور پیالہ ویسے کا ویسا خالی رہتا۔ آخر شام ہونے کو آئی تو بادشاہ کے چہرے پر بے بسی جھلکنے لگی، اس نے آگے بڑھ کر فقیر کا ہاتھ تھام لیا، نظریں جھکا کر اس سے مُعافی مانگی اور کہنے لگا: اے مردِ درویش! اب تم ہی بتاؤ کہ اس پیالے میں ایسا کیا راز ہے جو یہ بھرتا ہی نہیں؟ فقیر نے سنجیدگی سے جواب دیا: اس میں کوئی خاص راز کی بات نہیں ہے، دراصل یہ پیالہ انسانی خواہشات سے بنا ہے۔ انسان کی خواہشات کبھی پوری نہیں ہو سکتیں، جتنا چاہو ڈال دو، خواہشات اور تمناؤں کا پیالہ ہمیشہ خالی رہتا ہے ہمیشہ مزید کی طلب میں رہتا ہے۔[39]

محترم قارئین! اس اسٹوری کے پیالے کی طرح ہماری خواہشات کا پیالہ بھی نہیں بھرتا۔ خواہشات (Wishes) پوری کرنے کے چکر میں ہم اپنی صحت، وقت اور دولت تک گنوا بیٹھتے ہیں لیکن ایک خواہش پوری ہوتی ہے تو چار نئی خواہشات پیدا ہو چکی ہوتی ہیں۔ پھر بچپن میں خواہشات اور انداز کی، جوانی میں خواہشات کچھ اور طرح کی جبکہ بڑھاپے میں ہماری خواہشات کسی اور لیول کی ہوتی ہیں یہاں تک کہ ہماری زندگی ختم ہو جاتی ہے لیکن خواہشات پوری نہیں ہو پاتیں۔ یاد رکھئے! خواہشات کی دنیا بڑی وسیع ہے، ہمیں شہرت چاہئے تو ایسی کہ اگر آج ہمارے محلے والے ہمیں جانتے پہچانتے ہیں تو خواہش ہوتی ہے کہ سارے شہر میں ہمارا ڈنکا بجے، شہر والوں کی حد تک شہرت مل جائے تو صوبائی پھر مُلکی بلکہ بینَ الاقوامی طور پر مشہور ہونے کی خواہش جاگتی ہے، خود کو بنا کر، مثبت کام کرکے اگر شہرت نہ ملے تو اپنا آپ

---

(39) حرص، ص172

بگاڑ کر، خطرناک جان لیوا جگہوں پر سیلفی بنانے جیسے منفی کام کر کے مشہور ہونے کی کوشش کی جاتی ہے، اس کے لئے میڈیا اور سوشل میڈیا کا بھرپور سہارا لیا جاتا ہے اور خود کو یہ کہہ کر منالیا جاتا ہے کہ "بدنام اگر ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا" حصولِ عزت اور تعریف کی خواہش کو پورا کرنے کیلئے دکھاوے کی عبادتیں کرنا، تنہائی میں کی جانے والی اپنی عبادتوں کا غیر ضروری چرچا، غریبوں سے بناوٹی ہمدردی، جھوٹی خوش اخلاقی اور کیا کیا جَتَن نہیں کئے جاتے اپنی تعریف اور عزت کروانے کے لئے! ایسے لوگ خبردار ہو جائیں کہ ہمارے نبی پاک صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم ہمیں بتا چکے کہ دو بھوکے بھیڑیے اگر بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیئے جائیں تو اتنا نقصان نہیں پہنچاتے جتنا کہ مال و دولت کی حِرْص اور حُبِّ جاہ انسان کے دین کو نقصان پہنچاتے ہیں۔(40)

پھر بعضوں کو مال و دولت جمع کرنے کی ایسی خواہش ہوتی ہے کہ بالفرض انہیں قارون کا خزانہ بھی دے دیا جائے تو جی نہ بھرے، مال کمانے کے لئے حرام حلال کا معیار چھوڑنا پڑے، کسی کا حق مارنا پڑے، کسی کی زمین پر قبضہ کرنا پڑے، فراڈ کرنا پڑے تو یہ بھی کر گزرتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ مال کا لالچ بڑھتا ہی رہتا ہے لالچی آدمی کا کوئی ٹارگٹ نہیں ہوتا ہے کہ وہاں پہنچ کر یہ ہاتھ اٹھا کر کہے کہ بس! اب مجھے اور مال نہیں چاہئے۔ اس حقیقت کو بیان کرتے ہوئے رسولِ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: جوں جوں ابنِ آدم کی عمر بڑھتی ہے تو اس کے ساتھ دو چیزیں بھی بڑھتی رہتی ہیں: (1) مال کی محبت اور (2) لمبی عمر کی خواہش۔(41)

آرام و آسائش، نئے نئے ماڈل کی مہنگی گاڑیاں، نئے ڈیزائن کے عالیشان بنگلوز، قیمتی کپڑوں پر مشتمل وارڈروبز، روزانہ چٹ پٹے مرغن کھانے بھی ہماری خواہشات کا حصہ ہوتے

---

(40) ترمذی، 4/166، حدیث 2383

(41) بخاری، 4/224، حدیث: 6421

ہیں۔ اہم اور قابلِ غور بات یہ ہے کہ ہماری اکثر خواہشات ہماری مالی حیثیت کے مطابق نہیں ہوتیں، اس کے لئے پہلے پہل قرض کے بکھیڑوں میں پڑا جاتا ہے پھر جب قرض مانگے سے نہیں ملتا تو نوبت یہاں تک پہنچتی ہے کہ حلال طریقے سے ہو یا حرام ذریعے سے! بس ہماری خواہشات پوری ہونی چاہئیں، آخر انسان اپنی خواہشات کے جال میں پھنس کر رہ جاتا ہے یہاں تک کہ اس کی زندگی اسی مکڑی کی طرح ختم ہوجاتی ہے جو اپنے ہی بُنے ہوئے جال میں پھنس کر دم توڑ دیتی ہے۔ غور کیجئے! جس انسان کی نظر میں دنیاوی خواہشات پوری کرنا ہی سب کچھ ہو وہ آخرت میں کامیابی کی خواہش پر کیونکر توجہ دے پائے گا۔ اس کی گفتگو، اس کی منصوبہ بندی، اس کے تعلقات کی بنیاد صرف اور صرف دنیاوی زندگی کے لئے ہوگی۔ ہمارے حقیقی خیر خواہ ہمارے مکی مدنی آقا صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ہمیں بہت پہلے نصیحت فرمادی تھی کہ: اللہ کی پناہ مانگو ایسی خواہش سے جو عیب میں ڈال دے اور ایسی خواہش سے جو دوسری خواہش میں ڈال دے اور بے فائدہ چیز کی خواہش سے۔[42]

چنانچہ ہمیں چاہئے کہ ہم سب سے پہلے اپنی خواہشات کا جائزہ لیں کہ وہ شرعی اعتبار سے جائز ہیں یا ناجائز؟ ناجائز خواہشات کو تو فوری طور پر چھوڑ دیں اور جائز خواہشات پوری کرنے میں بھی خیال رہے کہ اللہ و رسول کے کسی حکم کو توڑنا نہ پڑے، کسی بندے کی حق تلفی نہ ہو اور آخرت میں پریشانی کا سبب نہ بنے۔ اللہ پاک ہمیں اپنی رضا والے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

(مزید تفصیلات کے لئے مکتبۃُ المدینہ کی کتاب "حرص" (232 صفحات) پڑھ لیجئے۔)

(42) مسند احمد، 8/237، حدیث: 22082۔

نفرتیں مٹانے کے 12 طریقے

ارشادِ ربِّ کریم ہے:﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ﴾ ترجمۂ کنزالایمان:مسلمان مسلمان بھائی ہیں۔(43) ہمارے پیارے نبی اکرم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے مسلمانوں کو ایک دوسرے سے محبت رکھنے کی نصیحت کی ہے چنانچہ فرمایا: وَالَّذِی نَفْسِی بِیَدِہٖ لَاتَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتّٰی تُؤْمِنُوا وَلَا تُؤْمِنُوا حَتّٰی تَحَابُّوا یعنی قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے:تم جنت میں اس وقت تک نہیں جاؤ گے جب تک ایمان نہ لے آؤ،اور تم (کامل)مؤمن نہیں ہوسکتے جب تک کہ تم آپس میں ایک دوسرے سے محبت نہ کرنے لگو۔(44)

ماہنامہ فیضانِ مدینہ کے قارئین!انسان کو دوسروں کی طرف سے محبت کے پھول بھی ملتے ہیں جن کی خوشبو سے اس کی زندگی مہک اٹھتی ہے اور نفرتوں کے کانٹے بھی جن کی وجہ سے اس کا دل چھلنی ہوجاتا ہے۔گھر ہو یا دفتر یا کوئی ادارہ،خاندان ہو یا کوئی تنظیم،اسکول ہو یا کالج، مدرسہ ہو یا جامعہ!ہماری سوشل لائف کو محبتیں آباد کرتی ہیں اور نفرتیں برباد!انسان کو پسند ہے کہ اس سے محبت کی جائے نہ کہ نفرت!اس لئے نفرتیں مٹانی اور محبتیں بڑھانی چاہئیں۔ انسان کا رویہ،لہجہ،ملنے کا انداز،باڈی لینگویج،خلوص،دلجوئی،اظہارِ ہمدردی،خیر خواہی کا جذبہ، دکھ سُکھ میں ساتھ دینا اس بات کا اشارہ دے دیتا ہے کہ اسے ہم سے محبت ہے یا نفرت؟اگر کوئی مسلمان ہم سے محبت رکھتا ہے تو ان محبتوں کو سلامت رہنے کی دعا مانگنی چاہئے اور اگر خدانخواستہ ہم سے کوئی اظہارِ نفرت کرتا ہے تو ہمیں غور کرنا چاہیئے کہ آخر وہ ہم سے نفرت کیوں کرتا ہے؟

---

(43)پ26،الحجرات:10

(44)ابن ماجہ،4/200،حدیث:3692

نفرت کے 22 اسباب

جس طرح محبت بلاوجہ نہیں ہوتی اسی طرح نفرت کا بھی کوئی نہ کوئی سبب ہوتا ہے۔ ان اسباب کو ہم دو طرح سے بیان کرسکتے ہیں:

(1)اندرونی اسباب:

جیسے حسد، تکبر، بغض وکینہ کی وجہ سے بھی نفرت ہوسکتی ہے لیکن اندرونی یا باطنی اسباب کی حتمی شناخت ہمارے لئے ممکن نہیں جب تک وہ شخص خود اس کا اقرار نہ کرلے۔ اگر ہم کسی کو شرعی دلیل کے بغیر حاسد یا متکبر وغیرہ قرار دیں گے تو بدگمانی کے گناہ میں جاپڑیں گے۔ اس لئے اگر محسوس ہو کہ فلاں شخص کسی باطنی سبب سے مجھ سے اظہارِ نفرت کرتا ہے تو ربِّ کریم کی بارگاہ میں دعا کریں کہ وہ اس نفرت کو محبت میں بدلنے کے اسباب فرمادے۔

(2)بیرونی اسباب:

ہماری کسی کمزور اور اخلاق سے گری ہوئی حرکت کی وجہ سے سامنے والا نفرت میں مبتلا ہوسکتا ہے، مثلاً غور کرلیجئے کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ (1)ہم نے اس پر جھوٹا الزام لگایا ہو (2)اس سے حقارت والا سلوک کیا ہو (3)لوگوں کے سامنے اس کی معمولی غلطی پر بہت ذلیل کیا ہو (4)اس پر جسمانی تشدد کیا ہو (5)پیٹھ پیچھے اس کی بُرائیاں کی ہوں جس کی اسے خبر مل گئی ہو (6)اس کی لاعلمی کا مذاق اڑایا ہو (7)اس کی مدد کی طاقت رکھتے ہوئے بھی ضرورت کی گھڑی میں مدد نہ کی ہو (8)اس سے قرض لے کر واپس کرنے میں ٹال مٹول کی ہو (9)اس کی چیزیں استعمال کرکے خراب کرکے واپس کی ہوں پھر اس پر معذرت بھی نہ کی ہو (10)مصیبت کے وقت اسے جھوٹے آسرے دے کر غائب ہوگئے ہوں (11)اس پر جارحانہ تنقید کی ہو (12)اسے الٹے سیدھے ناموں سے پُکارا ہو (13)اس کی آمد کو نظر انداز کرکے

www.dawateislami.net

موبائل وغیرہ پر مصروف رہے ہوں(14) غم کی گھڑی میں اسے تسلی نہ دی ہو(15)اس کا حق ماراہو(16) جہاں وہ کسی شے کی خرید وفروخت کررہاہو یا کسی کارشتہ کرنے کی بات چیت کررہاہو وہاں ہم نے بھی ٹانگ اڑادی ہو(17) کبھی اچھے کام پر اس کی حوصلہ افزائی نہ کی ہو، ہاں غلطی ہوجانے پر حوصلہ شکنی کو اپنی ڈیوٹی سمجھاہو(18)اس سے سخت رویہ اپنا کر دل شکنی کی ہو(19)مطلب نکل جانے پر آنکھیں پھیر لی ہوں(20)دورانِ گفتگو بار بار اس کی بات کاٹ کر صرف اپنی سنائی ہو(21)ناکامی پر اسے طعنے دیئے ہوں(22)اس کی کسی چیز کو گھٹیا اور غیر معیاری قرار دیاہو۔اسی طرح غور کرتے چلے جائیں تو کئی اسباب سامنے آسکتے ہیں کہ جن کی وجہ سے کسی کو ہم سے نفرت ہوگئی ہو۔

نفرت مٹانے کے 12 طریقے

اللہ پاک کی توفیق سے حُسنِ اخلاق اور اعلیٰ کردار کے ذریعے دشمنوں کو بھی دوست بنایا جاسکتاہے اور نفرت کو محبت میں بدلا جاسکتاہے۔چند ٹپس پیش کرتاہوں:

(1)دعا:

دعامؤمن کا ہتھیار ہے، نفرت کو شکست دینے کیلئے سب سے پہلے اس کا استعمال کیجئے۔ نبیِّ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم اپنی دُعامیں یہ کلمات کہا کرتے تھے: اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِي حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يَنْفَعُنِي حُبُّهُ عِنْدَكَ، اَللّٰهُمَّ مَا رَزَقْتَنِي مِمَّا أُحِبُّ فَاجْعَلْهُ قُوَّةً لِي فِيمَا تُحِبُّ، اَللّٰهُمَّ مَا زَوَيْتَ عَنِّي مِمَّا أُحِبُّ فَاجْعَلْهُ فَرَاغًا لِي فِيمَا تُحِبُّ یعنی یااللہ! مجھے اپنی محبت عطافرمااور ہر اس شخص کی محبت مرحمت فرما جس کی محبت تیرے نزدیک مجھے نفع دے، یااللہ! مجھے جو پسندیدہ چیز عطا فرمائے اسے اپنی محبت میں میری قوت وطاقت بنااور جس پسندیدہ چیز کو مجھ سے روک رکھے

تو مجھے اپنی محبوب چیزوں میں مصروف رکھ کر ان سے فارغُ البال (بے فکر) بنادے۔[45]

(2) سلام:

مسلمانوں کو سلام کرنے کی عادت بنائیے، سلام عام کرنے سے محبت بھی عام ہوتی ہے، حُضور نبیِّ پاک صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جسے بجالاؤ تو آپس میں محبت پیدا ہو جائے؟ اپنے درمیان سلام کو عام کرو۔[46]

(3) تحائف:

حسبِ موقع، حسبِ حیثیت کوئی نہ کوئی تحفہ اپنے مسلمان بھائی کو پیش کر دیا کیجئے، تحفے لینا دینا محبتوں کو پیدا کرتا ہے، رسولُ اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: تَهَادَوا تَحَابُّوا یعنی آپس میں ایک دوسرے کو ہدیہ دیا کرو، اس سے باہم محبت پیدا ہوتی ہے۔[47]

(4) دکھ سکھ میں شریک ہونا:

نبیِّ پاک صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: مسلمانوں کی آپس میں دوستی اور رحمت و شفقت کی مثال جسم کی طرح ہے، جب جسم کا کوئی عُضْو بیمار ہوتا ہے تو بخار اور بے خوابی میں سارا جسم اس کا شریک ہوتا ہے۔[48]

(5) معافی مانگنا:

نفرت کا میل معافی کے صابن سے دور ہو سکتا ہے اس لئے اگر کوئی آپ کی کسی غلطی کی

---

(45) ترمذی، 5/296، حدیث: 3502

(46) مسلم، ص51، حدیث: 194

(47) الادب المفرد، ص168، حدیث: 607

(48) مسلم، ص1071، حدیث: 6586

www.dawateislami.net

وجہ سے ناراض ہے تو اس سے معافی مانگ لیجئے۔ فرمانِ مصطفےٰ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم ہے: جس نے کسی کی عزت یا کسی اور چیز پر ظلم کیا ہو تو اسے چاہئے کہ (اس دن سے پہلے) آج ہی اس سے معافی حاصل کر لے (جس دن) دینار اور درہم پاس نہیں ہوں گے، اگر ظالم کے پاس نیک اعمال ہوئے تو ظلم کے برابر ان میں سے لے لئے جائیں گے اور اگر نیکیاں نہ ہوئیں تو ظلم کے برابر مظلوم کے گناہ ظالم پر ڈال دیئے جائیں گے۔[49]

(6) صلح میں پہل کیجئے:

ایک ساتھ رہنے والوں میں اونچ نیچ ہو جانا انوکھی بات نہیں، لیکن صلح میں پہل کر کے ہم ہاریں گے نہیں بلکہ دوسرے کا دل جیت لیں گے۔ حُضور خَاتَمُ النَّبِیّٖن صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ وَالسَّابِقُ السَّابِقُ اِلَى الْجَنَّةِ یعنی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ قطع تعلقی کرے، (ان میں) جو (صلح میں) پہل کرے گا، وہ جنّت کی طرف جانے میں بھی سبقت کرے گا۔[50]

(7) بڑوں کی عزت چھوٹوں پر شفقت:

یہ بھی دل جیتنے کا ایک نسخہ ہے کہ بڑوں کو عزت و احترام دیا جائے اور چھوٹوں پر شفقت کی جائے۔ سرکارِ مدینہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جس نے ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کیا اور ہمارے بڑوں کی تعظیم نہیں کی وہ ہم میں سے نہیں۔[51]

---

(49) بخاری، 2/128، حدیث: 2449

(50) الزہد لابن مبارک، ص252، حدیث: 726

(51) ترمذی، 3/369، حدیث: 1926

www.dawateislami.net

(8)نرمی:

نرمی انسان کو سجاتی اور سنوارتی اور دوسروں کے دلوں میں محبت پیدا کرتی ہے، فرمانِ مصطفےٰ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم ہے: جس چیز میں نرمی ہوتی ہے اُسے زینت بخشتی(یعنی خوب صورت بناتی) ہے۔[52]

(9)عاجزی:

عاجزی کرنے سے انسان ڈی گریڈ نہیں اَپ گریڈ ہوتا ہے، حُضورِ اکرم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمانِ دلنشین ہے: مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ الله یعنی جو اللہ پاک کے لئے عاجزی اختیار کرتا ہے اللہ پاک اُسے بلندی عطا فرماتا ہے۔[53]

(10)احترام مسلم:

”عزت دو عزت پاؤ“ کا نظارہ دیکھنے کے لئے دوسرے مسلمانوں کو عزت و احترام دینا شروع کر دیجئے۔

(11)کھانا کھلانا:

مشہور ہے: ”دل میں اُترنے کا راستہ پیٹ سے ہو کر گزرتا ہے“ پھر مسلمان کو کھانا کھلانا ثواب کا کام بھی ہے، اس لئے اچھی اچھی نیتوں کے ساتھ اپنے مسلمان بھائی کو کھانا کھلایئے اور اس کے دل میں جگہ پانے کا فائدہ بھی حاصل کیجئے۔

(12)عیادت و تعزیت:

مصیبت و بیماری میں ہمدردی اور دیکھ بھال کرنے والے کو انسان کبھی نہیں بھولتا،

---

(52)مسلم، ص1073، حدیث:6602

(53)شعب الایمان، 6/276، حدیث:8140

عیادت وتعزیت کی عادت اپنا کر اپنا ثواب کھرا کیجئے اور دلوں میں بھی جگہ پایئے۔ رسولِ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جو مسلمان کسی مسلمان کی عیادت کے لئے صبح کو جائے تو شام تک اور شام کو جائے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے ہیں اور اس کیلئے جنت میں ایک باغ ہو گا۔[54] ایک حدیثِ پاک میں ارشاد فرمایا: جو کسی غمزدہ شخص سے تعزیت کرے گا اللہ پاک اسے تقویٰ کا لباس پہنائے گا اور روحوں کے درمیان اس کی روح پر رحمت فرمائے گا اور جو کسی مصیبت زدہ سے تعزیت کرے گا اللہ کریم اسے جنّت کے جوڑوں میں سے دو ایسے جوڑے پہنائے گا جن کی قیمت (ساری) دنیا بھی نہیں ہو سکتی۔[55]

ان کے علاوہ بھی کئی کام اور انداز ایسے ہیں جن سے دوسروں کا دل جیتا جا سکتا ہے، جب دل میں محبت داخل ہو گی تو نفرت خود ہی نکلنا شروع ہو جائے گی۔ ہمارا کام کوشش کرنا ہے کامیابی دینے والی ذات ربِّ عظیم کی ہے۔ اللہ پاک مسلمانوں کو آپس میں محبتیں نصیب فرمائے۔ اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

---

(54) ترمذی، 2/290، حدیث: 971

(55) معجم اوسط، 6/429، حدیث: 9292۔

www.dawateislami.net

ہماری خوشیاں مثبت یا منفی

ایک باباجی نے جنگل کنارے چھوٹی سی رہائش گاہ بنا رکھی تھی، لوگ اپنی اُلجھنیں لے کر باباجی کے پاس پہنچتے اور وہ انہیں عقل و دانائی کی روشنی میں مشورے دیتے اور ان کے مسائل کا حل بتاتے۔ قریبی علاقے کا ایک زمیندار(land lord) بھی ان کے پاس پہنچا اور کہنے لگا: باباجی! زندگی ویران سی ہے، خوشی کو ترس گیا ہوں، کیا کروں؟ باباجی نے پوچھا: تمہارے باپ دادا نے تمہارے لئے کچھ تو چھوڑا ہوگا! زمیندار کہنے لگا: جی! میرے دادا نے اپنی جمع پونجی سے کچھ سونا(Gold) خریدا اور میرے باپ کے لئے چھوڑ گیا، پھر میرے باپ نے جو تھوڑا بہت مال بچایا اس سے مزید سونا خرید کر پہلے سونے میں شامل کیا اور میرے لئے چھوڑ کر دنیا سے چلا گیا۔ باباجی نے وہ سونا دیکھنے کی فرمائش کی تو زمیندار نے اپنی پگڑی کھولی اور اس کی اندرونی تہہ میں سے سونا نکال کر باباجی کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ باباجی نے مٹھی بند کی اور جنگل کی طرف دوڑ لگا دی، زمیندار کے ہوش اُڑ گئے کہ یہی سونا بچا تھا وہ بھی باباجی لے اُڑے، اس نے بھی باباجی کے پیچھے دوڑنا شروع کیا۔ باباجی جنگلی راستوں سے واقف اور زمیندار نے کبھی میدان میں بھی دوڑ نہیں لگائی تھی، اس لئے باباجی کہاں زمیندار کے قابو آنے والے تھے! وہ اسے یہاں سے وہاں دوڑاتے رہے، یہاں تک کہ دوپہر سے شام ہوگئی، ایک جگہ جاکر باباجی کھڑے ہوگئے اب زمیندار جوش کے ساتھ آگے بڑھا کہ میں نے باباجی کو پکڑ لیا، جیسے ہی وہ باباجی کے قریب پہنچا، باباجی پھرتی کے ساتھ درخت پر چڑھ گئے، زمیندار کا جسم بھاری تھا اور وہ بہت تھک بھی چکا تھا لہٰذا درخت پر نہ چڑھ سکا اور نیچے کھڑے ہوکر باباجی کی منتیں کرنے لگا کہ میرا سونا واپس کردیں میں نے برسوں سے سنبھال کر رکھا

www.dawateislami.net

تھا، آئندہ کبھی ادھر کارُخ نہیں کروں گا، زمیندار مسلسل منت سماجت کرتا رہا مگر بے نتیجہ ! جب اندھیرا چھانے لگا تو بابا جی نے آواز دی کہ میری چند شرطیں ہیں، زمیندار فوراً پکار اٹھا: مجھے آپ کی ساری شرطیں منظور ہیں بس میرا سونا واپس کر دیں۔ بابا جی نے پہلے اس سے زمین پر ناک سے لکیریں کھنچوائیں، اُلٹی دوڑ لگوائی، کچھ دیر ایک ٹانگ پر کھڑے رکھا، اسی طرح کی بے سروپا شرطوں پر عمل کروانے کے بعد بابا جی درخت سے نیچے اُترے اور سونا اس کے حوالے کر دیا۔ سونے کو دوبارہ اپنے پاس دیکھ کر زمیندار کا چہرہ کھِل اٹھا، بابا جی نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور پوچھا: **اب خوش ہو؟** زمیندار نے ہاں میں سر ہلا دیا۔ بابا جی کہنے لگے: دراصل میں تمہیں خوش ہونے کا ایک طریقہ بتانا چاہتا تھا کہ ہم نہ ملنے والی چیزوں کا رونا روتے رہتے ہیں اور دکھی ہوتے رہتے ہیں لیکن اپنے پاس موجود قیمتی چیزوں کی قدر نہیں کرتے پھر جب وہ چیز چھن جاتی ہے تو اس کی قدر محسوس ہوتی ہے اور ہم اسے پانے کے لئے کسی کی احمقانہ شرطیں ماننے پر بھی تیار ہو جاتے اور وہ چیز واپس ملنے پر ہماری خوشی دیکھنے والی ہوتی ہے۔[56]

انسان خوشی کو پسند کرتا ہے

قارئین! کسی پیاری اور محبوب چیز کے پانے سے دل کو جو لذّت حاصل ہوتی ہے اس کو فرح (یعنی خوشی) کہتے ہیں۔[57] انسان فطری طور پر خوشیوں کو پسند کرتا ہے اور ان کو پانے کیلئے کوشش بھی کرتا ہے! خوشی ایک ایسا موضوع ہے جس پر مختلف پہلوؤں سے بات کی

---

(56) ایک اخباری کالم سے ماخوذ

(57) خزائن العرفان، ص404

جاسکتی ہے، تاہم خوشی کی ایک ڈائریکشن یہ بھی ہے کہ ایک شخص کسی کام کے ہوجانے پر خوش ہوتا ہے جبکہ اس کے برعکس (یعنی اُلٹ) دوسرے شخص کو اُسی کام کے نہ ہونے پر خوشی ہوتی ہے مثلاً ایک اسٹوڈنٹ نے امتحانات میں پہلی پوزیشن لی جس پر وہ بہت خوش ہوا جبکہ اس سے حسد (Jealousy) رکھنے والا طالبِ علم اس کی پہلی پوزیشن نہ آنے کی صورت میں خوش ہوتا۔ اسی طرح کوئی دنیاوی نعمتیں ملنے پر زیادہ خوش ہوتا ہے تو کسی کو رُوحانی انعامات ملنے پر زیادہ خوشی ہوتی ہے۔ یہ فرق اس لئے بھی ہوتا ہے کہ خوشی یا غم کا تعلق دیگر چیزوں کے ساتھ ساتھ ہمارے احساسات (Feelings) سے بھی ہوتا ہے اور مختلف لوگ مختلف احساسات رکھتے ہیں کیونکہ احساسات کی تشکیل و تعمیر میں تربیت، صحبت، ذہنی و دِلی کیفیت اور علمی و عملی حالت کا مرکزی کردار (Main role) ہوتا ہے۔

بہت بڑی خوشی ملی

ایک شخص نے عرض کی: یارسولَ اللہ! قیامت کب آئے گی؟ آپ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: تم نے اس کیلئے کیا تیاری کی ہے؟ عرض کی: میں نے اس کی کوئی تیاری نہیں کی مگر میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں، فرمایا: تم اسی کے ساتھ ہوگے جس سے تمہیں محبت ہو۔ (اس حدیثِ پاک کو روایت کرنے والے) حضرتِ انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: فَمَا رَاَیْتُ الْمُسْلِمِیْنَ فَرِحُوْا بِشَیْءٍ بَعْدَ الْاِسْلَامِ اَشَدَّ مِنْ فَرَحِهِمْ بِقَوْلِهٖ یعنی میں نے مسلمانوں کو اسلام کے بعد کسی چیز پر ایسا خوش ہوتے نہ دیکھا جیسا وہ اس فرمان سے خوش ہوئے۔[58]

ہمیں کب خوش ہونا چاہئے؟ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ ہم مسلمان ہیں اس لئے ہماری خوشی اور ناخوشی کا

---

(58) صحیح ابنِ حبّان، 1/105، حدیث: 8

www.dawateislami.net

ترازو (Scale) شریعت کے مطابق ہونا چاہیے۔ ہمارے معاشرے میں مثبت ذہنیت (Positive mindset) کے لوگ اسی بات پر خوش ہوتے ہیں جس پر خوش ہونا بنتا ہے بلکہ بعض صورتوں میں اس خوشی پر ثواب بھی مل سکتا ہے، جبکہ منفی ذہنیت(Negative mindset) کے لوگ اس بات پر خوش ہوتے ہیں جس پر خوش نہیں ہونا چاہیے بلکہ بعض صورتوں میں تو یہ خوشی ناجائز و حرام اور جہنم میں لے جانے والی ہوتی ہے۔ رہا یہ سوال کہ ہمارا شمار کن لوگوں میں ہوتا ہے؟ اس کے لئے ذیل میں مثبت خوشیوں کی 53 اور منفی خوشیوں کی 39مثالیں پیش کرتا ہوں، ان کی مدد سے خود کو چیک کرلیجئے۔

مثبت خوشیاں(Positive pleasures)

(1)بیماری سے صحت یاب ہوجانے پر خوش ہونا(2)سیلاب یا کسی آسمانی آفت کا خطرہ ٹل جانے پر(3)نیکی کا کام کرلینے پر(4)راہِ خدا میں صدقہ کرنے پر(5)اولاد پیدا ہونے پر (6)بیٹے یا بیٹی کا چلنے کے لئے پہلا قدم اٹھانے پر/پہلا لفظ بولنے پر(7)چھوٹے بچے/بچی کے ”اللہ، اللہ“ کہنے/نعت پڑھنے پر(8)تلاوتِ قراٰن مکمل ہونے(ختمِ قراٰن)پر(9)آمدِ رمضان پر(10)عیدُالفطر اور عیدُالاَضحیٰ پر(11)عید میلادُ النبی صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم پر(12)سفر حرمینِ طیبین(یعنی پیارے مکۂ مکرمہ اور شہد سے بھی میٹھے مدینۂ منورہ کے سفر)کی خوشخبری ملنے پر (13)نیکی کی دعوت عام ہونے پر(14)دینی اجتماع کی کامیابی پر(15)دینی خوشی ملنے پر (16)مشکل سبق سمجھ آجانے پر(17)سبق یاد ہوجانے/ٹیچر کو اچھا سبق سنا لینے پر (18)استاذ کا طلبہ کے محنت کرنے پر(19)طالبِ علم کا امتحانات میں کامیابی/پوزیشن لینے پر(20)دینی یا دنیاوی تعلیم مکمل کرلینے پر(21)بیٹے یا بیٹی کا بخار وغیرہ اُتر جانے پر (22)جوان بیٹے/بیٹی کے رشتہ طے ہوجانے/شادی ہوجانے پر(23)روٹھنے/جھگڑنے

والوں میں صلح کروانے / ہو جانے پر (24) گناہوں کے راستے بند ہونے پر (25) گناہوں سے توبہ کرنے پر (26) فرائض و واجبات کی ادائیگی کی توفیق ملنے پر (27) سنّتوں پر عمل کرنے پر (28) نوافل کی سعادت ملنے پر (29) کسی دینی بزرگ / اپنے پیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہونے / ان کی زیارت ہونے پر (30) اپنی اولاد یا کسی اور کے حافظِ قراٰن، عالمِ دین یا مفتیِ اسلام بننے پر (31) جاب ملنے پر (32) گمی ہوئی چیز ملنے پر (33) سفر کے بعد گھر واپسی پر (34) تحفہ ملنے پر (35) کسی کی طرف سے اظہارِ ہمدردی پر (36) مشکل حالات میں مالی تعاون ہونے پر (37) پردیسی کی وطن واپسی پر (38) ماں باپ کی طرف سے جیب خرچی / عیدی ملنے پر (39) نئے کپڑے، جوتے، گھڑی، لیپ ٹاپ یا موبائل ملنے پر (40) اپنا ذاتی گھر بنا لینے پر (41) اچھے پڑوسی / دوست ملنے پر (42) آفس میں اچھا باس / اچھا آفس ورکر ملنے پر (43) اچھی کوالٹی کی چیز سستے داموں ملنے پر (44) ضروری چیز مارکیٹ میں شارٹ ہونے کی صورت میں طویل تلاش کے بعد مل جانے پر (45) بائیک، کار، کمپیوٹر وغیرہ کی خرابی کم پیسوں میں ٹھیک ہو جانے پر (46) نئے رائٹر کا پہلی کتاب چھپنے پر (47) لوڈ شیڈنگ کے دورانیے میں بجلی آجانے پر (48) ہدف کے مطابق کسی کام کے مکمل ہونے پر (49) کوئی ہنر سیکھ لینے پر (50) جاب یا بزنس میں ترقی ملنے پر (51) کسی کے جائز سفارش مان لینے پر (52) تنخواہ یا آمدنی میں غیر متوقع اضافہ ہونے پر (53) پُرانے دوست سے طویل عرصے بعد اچانک ملاقات ہونے پر خوش ہونا وغیرہ۔

لیکن یہاں دو باتیں یاد رکھنا بہت ضروری ہیں: **پہلی** یہ کہ ان کاموں پر خوش ہونا اس وقت تک جائز ہو گا جب ناجائز ہونے کی صورت نہ بنتی ہو جیسے نوکری ملنے پر خوش ہونا اسی وقت جائز ہو گا جب جائز کام کی نوکری ہو اور اگر حرام کام مثلاً شراب بنانے کی نوکری ہو تو

www.dawateislami.net

اب یہ نوکری اور اس کے ملنے پر خوش ہونا دونوں ناجائز ہوں گے۔ اور **دوسری** بات یہ کہ دینی معلومات رکھنے والا ان مثبت خوشیوں میں بھی ثواب کمانے کی صورتیں اختیار کر سکتا ہے جیسے بیماری سے صحت یاب ہونے پر اس لئے خوش ہونا کہ اب میں اپنے رب کی زیادہ عبادت کر سکوں گا، اپنے بال بچّوں کے لئے روزی کما کر ان کے حقوق پورے کر سکوں گا، بوڑھے ماں باپ کی خدمت کر سکوں گا وغیرہ۔

منفی خوشیاں(Negative pleasures)

(1)حرام کام کی جاب ملنے پر خوش ہونا(2)گناہوں کے مواقع ملنے پر جیسے میوزک ایونٹ، فلمی میلہ منعقد ہونے پر خوش ہونا(3)کسی فلم یا ڈرامہ کے لانچ ہونے پر(4)فحش اور غیر اخلاقی ویب سائٹس تک رسائی ہونے پر (5)نشے کے عادی کا نشہ مل جانے پر (6)شیطانی عشق کے دو طرفہ ہونے میں کامیابی پر (7)بدنگاہی کے چانس ملنے پر (8)بدکاری میں کامیابی پر(9)چھوٹے بچے کے توتلی زبان میں گالی بکنے پر(10)میاں بیوی میں پھوٹ ڈلوا کر طلاق ہو جانے پر(11)کسی کی بدنامی پر(12)کسی کے مالی یا جانی نقصان پر (13)کسی کے عیب سرِ عام کھلنے پر(14)ناجائز سفارش کی کامیابی پر(15)گناہ والے کام پر ایوارڈ ملنے پر (16)کسی کے خلاف سازش میں کامیابی پر (17)دشمن کو تکلیف پہنچنے پر (18)کسی کا رشتہ ٹوٹ جانے پر(19)کسی کی بیع(خرید و فروخت) میں ناکامی پر(20)کسی کی نوکری ختم ہو جانے پر (21)کسی ناپسند طالبِ علم کی امتحان میں ناکامی پر (22)فراڈیئے کا دھوکا دینے میں کامیابی پر (23) ظلم کرنے پر (24) بلیک مارکیٹنگ کرنے والے کا قیمتیں بڑھنے پر (25)سادہ آدمی کو بے وقوف بنالینے پر (26) زمین پر ناجائز قبضہ میں کامیابی پر (27)جھوٹا کیس جیت جانے پر(28)جرائم پیشہ لوگوں کا اغوا برائے تاوان / بھتہ وصولی /

www.dawateislami.net

چوری / ڈکیتی کی واردات کامیاب ہونے پر (29) جُوا جیتنے پر (30) دشمن کو قتل کرنے پر (31) رشوت وصول ہونے پر (بالخصوص تگڑی رقم ملنے پر) (32) کسی کو بلیک میل کرنے میں کامیابی پر (33) کسی کا نام بگاڑ کر اسے ستانے پر (34) کسی سے مذاق مسخری کرکے خوش ہونا جبکہ وہ اس پر ناراض ہوتا ہو (35) کسی کے گھر کے قریب پٹاخے چلا کر اس کے باہر نکلنے پر اَنجان بن جانا یا اِدھر اُدھر چھپ جانا اور اسے پریشان کرنے پر خوش ہونا (36) بے زبان جانور کو تکلیف دے کر اس کی بے بسی پر (37) کسی کو دینی ماحول سے دور کرنے میں کامیابی پر (38) نیکی کا ذریعہ بند ہونے پر (39) دین کا نقصان ہونے پر خوش ہونا وغیرہ۔ (غور وفکر کی اہلیت رکھنے والا مزید صورتیں بھی بنا سکتا ہے)

اہم بات

گناہ پر خوش ہونے والے ذرا اِن روایات کو پڑھیں اور اپنی عادت سے توبہ کرکے اپنی دنیاوی واُخروی زندگی کو بہتر بنانے کی فکر کریں۔

حرام کام پر خوش ہونا بھی حرام ہے

اعلیٰ حضرت، امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا خان رحمۃُ اللهِ علیہ نقل فرماتے ہیں: ”اَلتَّفَرُّجُ عَلَی الْمُحَرَّمِ حَرَامٌ یعنی حرام کام پر خوش ہونا حرام ہے۔“[59]

گناہ پر خوش ہونا دوسرا گناہ ہے

حضرتِ سیِّدُنا عبدالله بن عباس رضی اللهُ عنہما ارشاد فرماتے ہیں: اے گناہ کرنے والے! تیرا گناہ کرلینے پر خوش ہونا اس گناہ سے بھی بڑا گناہ ہے حالانکہ تُو نہیں جانتا کہ الله پاک

---

(59) فتاویٰ رضویہ، 21/247 - حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، 1/31

www.dawateislami.net

تیرے ساتھ کیا سُلوک فرمانے والا ہے۔[60]

روتا ہوا جہنم میں داخل ہو گا:

حضرتِ سیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہُ عنہما فرماتے ہیں: ”جو ہنس ہنس کر گناہ کرے گا وہ روتا ہوا جہنّم میں داخِل ہو گا۔“[61]

اللہ پاک ہمیں گناہوں سے بچائے اور نیکیاں کمانے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ خَاتَمِ النَّبِیّٖن صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

---

(60) تاریخ ابن عساکر، 10 / 60- جمع الجوامع للسیوطی، 15 / 105، حدیث: 12463 ملخصاً

(61) مکاشفۃ القلوب، ص275۔

بے قابو

اخباری اطلاعات کے مطابق حیدرآباد سے مورو (سندھ) جانے والی کار تیز رفتاری کی وجہ سے بے قابو ہو کر چھنڈن نہر کے پُل سے ٹکرا کر اُلٹ گئی، حادثے کے بعد کار میں آگ بھڑک اٹھی اور اس میں سوار 7 افراد جل کر لقمۂ اجل بن گئے۔(ربِّ کریم ان مسلمانوں کی بخشش فرمائے۔اٰمین)[62]

قارئین! آئے روز اس طرح کی خبریں آتی رہتی ہیں کہ تیز رفتاری کی وجہ سے بے قابو (Out of control) ہو کر بس، وین، کار یا بائیک حادثے کا شکار ہو گئی، اللہ پاک ہماری حفاظت فرمائے، اٰمین۔ بہر حال گاڑی چلانے والے کو چاہئے کہ رفتار ایک حد میں رکھے تاکہ حادثے کا چانس کم سے کم رہے، اور یاد رکھئے کہ گاڑی کی رفتار بڑھانا آسان ہے لیکن اس پر کنٹرول رکھنا بہت دشوار ہے۔ یہ بھی ذہن میں رہے کہ صرف سواری کا آؤٹ آف کنٹرول ہونا ہی خطرناک اور نقصان دہ نہیں ہوتا بلکہ ہماری زندگی میں اور بھی کئی چیزیں ہیں جن کے آؤٹ آف کنٹرول ہونے سے ہمیں چھوٹے بڑے نقصانات کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے، مثلاً

آؤٹ آف کنٹرول ہونے کے نقصانات:

(1) ہماری زبان جب آؤٹ آف کنٹرول ہوتی ہے تو گالم گلوچ، غیبت، چغلی، تہمت لگانے، عیب اچھالنے جیسے گناہ کرتی ہے (2) کان جب آؤٹ آف کنٹرول ہوتے ہیں تو بڑی دلچسپی سے غیبت، موسیقی اور دوسروں کی راز کی باتیں چھپ کر سنتے ہیں (3) آنکھ آؤٹ آف کنٹرول ہوتی ہے تو نہ دیکھنے کی چیزیں دیکھتی ہے جیسے بدنگاہی کرنا، کسی کا خط یا میسج اس کی

---

(62) ARY نیوز ویب سائٹ، 2 مئی 2022

اجازت کے بغیر پڑھنا، دوسروں کے گھروں میں جھانک کر نامحرموں کو دیکھنا وغیرہ۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے: پہلے آنکھ بہکتی ہے، پھر دل بہکتا ہے، اس کے بعد ستر بہکتا ہے (یعنی بندہ بدکاری میں مبتلا ہو جاتا ہے) (4) ہاتھ آؤٹ آف کنٹرول ہوتے ہیں تو چوری کرتے ہیں، کسی پر ظلم اور تشدد کرتے ہیں (5) پاؤں آؤٹ آف کنٹرول ہوتے ہیں تو برائیوں کے مقامات سینما، شراب خانے، موسیقی کی محفلوں کی طرف بڑھتے ہیں (6) اسی طرح اگر غصے پر کنٹرول نہ رہے تو قتل اور طلاق جیسے کام ہو جاتے ہیں، انسان طیش میں آکر اچھی بھلی نوکری سے استعفیٰ دے دیتا ہے، رشتے داروں سے ہر طرح کا تعلق ختم کر دیتا ہے، سرِ عام کسی معزز شخص کی بے عزتی کر دیتا ہے، بڑے چھوٹے کی تمیز بھلا دیتا ہے، احسان فراموش بن جاتا ہے وغیرہ (7) پھر خواہشات آؤٹ آف کنٹرول ہو جائیں تو انسان انہیں پورا کرنے کے لئے ڈبل ڈیوٹی کرتا ہے، اپنا معیارِ زندگی بلند کرنے، مہنگے فرنیچر سے سجے سجائے عالیشان گھر، مہنگی گاڑی لینے کیلئے سود پر بھی قرض لیتا ہے یا کسی سے مانگ تانگ (سوال کر) کے بے عزت ہوتا ہے، زمینوں پر قبضے کرتا ہے، رشوت لیتا ہے، دفتری اکاؤنٹس میں ہیر پھیر کر کے پیسا اکٹھا کرتا ہے۔ یاد رکھئے! ضرورت تو فقیر کی بھی پوری ہو جاتی ہے لیکن خواہش بادشاہوں کی بھی ادھوری رہ جاتی ہے، نیز خواہشات بادشاہوں کو غلام بنا دیتی ہیں (8) کھانے پینے کی خواہشات پر کنٹرول نہ رہے تو انسان اپنی پسند کی ہر چیز کھانے کی کوشش کرتا ہے یہ سوچے بغیر کہ یہ چیز اس کی صحت کو فائدہ دے گی یا نقصان! پھر ایک وقت آتا ہے کہ جب اس کا بلڈ پریشر، شوگر، کولیسٹرول کنٹرول میں نہیں رہتا، اس قسم کے لوگ کبھی گُردوں کی خرابی کا علاج کروا رہے ہوتے ہیں، کبھی پھیپھڑے تو کبھی جگر اور معدے کے مسائل میں گھرے ہوتے ہیں (9) بجلی کے وولٹیج آؤٹ آف کنٹرول ہو جائیں تو گھر کی الیکٹرانک چیزوں کو نقصان پہنچتا

www.dawateislami.net

ہے(10) بچے آؤٹ آف کنٹرول ہو جائیں تو ان کی تربیت اچھی نہیں ہو سکتی، استاذ کا شاگردوں پر کنٹرول نہ رہے تو وہ انہیں اچھی طرح پڑھا سکتا ہے نہ ان کی زندگی کو بہتر بنا سکتا ہے (11) اپنی نیند پر کنٹرول نہ رہے تو انسان اپنا ورکنگ ٹائم ضائع کر بیٹھتا ہے (12) فیکٹری ورکر جب آؤٹ آف کنٹرول ہوتے ہیں تو ہڑتالیں ہوتی ہیں، پروڈکشن رک جاتی ہے جس سے فیکٹری اونر کا نقصان ہوتا ہے (13) جب کسی مسئلے پر عوام کا احتجاج آؤٹ آف کنٹرول ہوتا ہے تو گاڑیاں جلائی جاتی ہیں، دکانوں میں توڑ پھوڑ کی جاتی ہے، سرکاری اور پرائیویٹ پراپرٹیز کو نقصان پہنچایا جاتا ہے۔

کنٹرول بہت ضروری ہے

ہمیں دنیاوی اور اُخروی زندگی کو بہتر کرنے کے لئے اپنے آپ پر کنٹرول کرنا بہت ضروری ہے۔ یہ کنٹرول بنیادی طور پر دو طرح سے کیا جاسکتا ہے، ایک سیلف کنٹرول اور دوسرا انڈر کنٹرول!

(1) سیلف کنٹرول (Self-control) کیلئے یہ چیزیں مددگار ہوتی ہیں: نفع نقصان کا شعور، احساسِ ذمہ داری، دور اندیشی، حیا، اچھی امیدیں، خوفِ خدا، نیکیوں کی حرص، گناہوں سے وحشت، نفس پر قابو پانا (اس پر بزرگانِ دین نے بہت لکھا ہے)۔

(2) انڈر کنٹرول (Under control)، یعنی خود کو کسی کے ماتحت کر دینا جیسے ماں باپ، بڑا بھائی، ٹرینر، دینی استاذ، محلے کی مسجد کے امام صاحب، پیرو مُرشِد، کسی دینی تحریک (مثلاً دعوتِ اسلامی) سے وابستہ ہو جانا۔

یہ دونوں طرح کے کنٹرول ہمیں آؤٹ آف کنٹرول ہونے سے بچاتے ہیں۔ لیکن تھوڑا غور کیا جائے تو آج کی دنیا میں انسان ہر طرح کے کنٹرول سے آزاد ہونا چاہتا ہے کہ میں جو

چاہے کروں کوئی مجھے روکنے والا نہ ہو، یہ الگ بات ہے کہ اس طرح کے نعرے مارنے والوں کو ملکی قانون اور پولیس کنٹرول کر لیتی ہے، ان کو پتا ہوتا ہے کہ اگر ہم پولیس کے سامنے آؤٹ آف کنٹرول ہوئے تو ہمیں جیل کی سلاخوں کے پیچھے ڈال دیا جائے گا۔ بہر حال دونوں طرح کے کنٹرول کمزور یا ختم ہو جانے کی وجہ سے انسان نفس و شیطان کے کنٹرول میں آکر وہی کچھ کرتا ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے پھر نقصان اٹھاتا ہے۔ آج ہمارے معاشرے میں پھیلی بے حیائی، نشہ، حرام کمائی، بدکاری، قتل و غارت، فراڈ، رشوت، بڑے چھوٹے کی تمیز کا اٹھ جانا، گالم گلوچ اور دیگر بُرائیوں کے عام ہونے کا ایک بڑا سبب آؤٹ آف کنٹرول ہونا بھی ہے کہ انسان نہ خود اپنی خامیوں پر قابو پانے کی کوشش کرتا ہے اور نہ کسی دوسرے کو اصلاح کا موقع دیتا ہے۔ اگر ہم اپنے معاشرے کو مثالی معاشرہ بنانا چاہتے ہیں تو گناہوں کی عادت کو کنٹرول کرنا ہوگا، اس کے لئے ایک بہترین اور آزمودہ راستہ عاشقانِ رسول کی دینی تحریک دعوتِ اسلامی میں شامل ہونا بھی ہے جو اِنْ شَآءَ اللہ بڑی نرمی اور محبت و شفقت سے کچھ ہی عرصے میں آپ کی ذات و صفات میں ایسی مثبت تبدیلیاں لائے گی کہ آپ حیران رہ جائیں گے، ثبوت چاہئے تو دنیا کے طول و عرض میں پھیلے دعوتِ اسلامی والوں کو دیکھ لیجئے۔

اللہ پاک ہمیں نیک مقاصد میں کامیابی عطا فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ خَاتَمِ النَّبِیّٖن صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

یکسوئی

حضرت ابو بکر شبلی رحمۃُ اللہِ علیہ حضرت ابو الحسین نوری رحمۃُ اللہِ علیہ کے پاس آئے تو انہیں بڑی دل جمعی (کامل توجہ، یکسوئی) اور خاموشی سے ایک کونے میں بیٹھا پایا کہ ان کے جسم کا کوئی حصہ حرکت نہیں کر رہا تھا۔ حضرت ابو بکر شبلی رحمۃُ اللہِ علیہ نے پوچھا: آپ نے ایسا سُکوت اور مُراقبہ (گردن جُھکا کر مکمل توجہ سے غور و فکر کرنا۔ Meditation) کہاں سے سیکھا؟ فرمایا: ہمارے پاس ایک بلی تھی اس سے سیکھا ہے، جب وہ شکار کا ارادہ کرتی تو چوہے کے بِل (Rathole) کے پاس اس طرح گھات (Ambush) لگا کر بیٹھتی کہ اس کا ایک بال بھی حرکت نہ کرتا۔ (63)

اس واقعے سے ایک بات تو یہ پتا چلی کہ انسان سیکھنا چاہے تو جانوروں اور پرندوں سے بھی سیکھ سکتا ہے جیسے شیر سے بہادری، چیتے سے پُھرتی، اونٹ سے استقامت و برداشت، کتے سے وفاداری، مُرغی سے توکل وغیرہ۔ اور دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ کسی بھی مقصد میں اچھی کامیابی کے لئے یکسوئی، دل جمعی اور بھرپور توجہ کا ہونا بہت ضروری ہے چاہے وہ مقصد دنیاوی ہو یا اُخروی! مثلاً

☆ جس کتاب کا مطالعہ (Study) جتنی یکسُوئی سے کیا جائے اتنا ہی اسے سمجھنا اور یاد رکھنا آسان ہو گا اور کتاب بھی جلدی مکمل ہو جائے گی۔

☆ قراٰنِ پاک حفظ کرنے والا ہر طرف سے بے نیاز ہو کر پوری توجہ سے سبق یاد کرے تو اچھا اور مضبوط حافظ بنے گا۔

☆ تلاوتِ قراٰن کرتے وقت توجہ صرف اور صرف تلاوت پر ہو گی تو کلامِ الٰہی پڑھنے

---

(63) احیاء العلوم، 5/131

میں رُوحانی سُرور اور لطف بھی آئے گا اور اگر ترجمہ و تفسیر بھی ساتھ پڑھ رہے ہوں گے تو پیغامِ قراٰن زیادہ سمجھ میں آئے گا۔ حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہُ عنہ سے روایت ہے: جب تک تمہارے دل قراٰنِ پاک کی تلاوت پر جمے رہیں تب تک پڑھتے رہو ورنہ چھوڑ کر کھڑے ہو جاؤ۔(64) اسی طرح حمد و نعت سننے کا معاملہ ہے۔

☆کلاس میں کوئی دینی سبق کو 100 فیصد سمجھ جاتا ہے تو کوئی 80 فیصد اور کسی کو 60 فیصد سبق سمجھ میں آتا ہے حالانکہ سب ایک ہی وقت میں ایک ہی ٹیچر سے پڑھ رہے ہوتے ہیں، اس فرق کی جہاں اور کئی وجوہات ہیں وہیں یکسوئی میں کمی بیشی بھی اہم سبب ہے، جو طالبِ علم دورانِ سبق نہ کسی سے بے کار بات کرتا ہے، نہ موبائل میں مصروف ہوتا ہے، نہ کلاس روم کے باہر آنے جانے والوں کو دیکھتا ہے، نہ اس کا دماغ کلاس روم سے باہر بازار یا گھر پہنچا ہوتا ہے بلکہ اس کی توجہ صرف اور صرف ٹیچر کی طرف ہوتی ہے اس کا سبق بھی اتنا ہی مضبوط ہوتا ہے۔ رسولِ اکرم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی بارگاہ میں جب صحابۂ کرام علیہمُ الرّضوان سیکھنے کے لئے حاضر ہوتے تو دیکھنے والوں نے بتایا کہ وہ اتنی توجہ سے بغیر کسی حرکت کے بیٹھے ہوتے کہ گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں جو ہلنے سے اُڑ جائیں گے۔ اس طرح دینی بیان سننے، اسلامی احکامات سیکھنے کا معاملہ ہے۔

☆نماز میں مخلوق سے منہ موڑ کر صرف اور صرف خالق کائنات کی یکسوئی سے عبادت خشوع و خضوع کا مقصد ہے، اللہ کے آخری نبی صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ہمیں نصیحت فرمائی: تو اللہ کی عبادت اس طرح کرے گویا کہ تُو اسے دیکھ رہا ہے اگر تُو اسے نہیں دیکھ سکتا تو وہ تجھے

---

(64) سنن کبریٰ للنسائی، 5 / 33، رقم: 8098

دیکھ ہی رہا ہے۔[65] امام غزالی رحمۃُ اللہِ علیہ لکھتے ہیں: مسجد سے مقصود عبادتِ الٰہی میں یکسوئی اور خُشُوع و خُضُوع ہے۔[66]

☆جس سے کچھ مانگا جائے اپنی ساری توجہ اس کی طرف رکھنا کامیابی کے لئے ضروری ہے، چنانچہ دعا کے آداب میں اہم ترین ادب یہ بھی ہے کہ ہر وہ کام چھوڑ دیا جائے جو دعا مانگنے والے کی توجہ اپنے سوال اور جواب عطا فرمانے والے ربِّ کائنات سے ہٹائے، دعا میں جان بوجھ کر ہم قافیہ و ہم وزن جملے استعمال کرنے سے غالباً اسی لئے روکا گیا ہے کہ اس سے یکسوئی ختم ہوتی ہے اور رِقَّت جاتی رہتی ہے۔

☆اسی طرح اَوراد وَوظائف میں یکسوئی زیادہ بہتر ہے۔

☆لکھاری (Writer) جتنی یکسوئی کے ساتھ کام کرے گا اتنی اس کی تحریر جاندار و شاندار ہوگی۔

☆یونہی دنیاوی کاموں میں سے مختلف جاب، کاروبار، ڈرائیونگ، واٹس اپ وغیرہ بھیجنے (یعنی جس کو بھیجنا ہے اسی کو بھیجنے کے لئے)، مریض کا آپریشن کرنے، فیکٹری کا نظام چلانے اور سیکورٹی وغیرہ میں یکسوئی ہونا ضروری ہے۔

اسی طرح غور و فکر کرکے آپ بھی کئی مثالیں جمع کرسکتے ہیں۔ بہرحال جب کام اچھا ہوگا تو اس کا بدلہ (Reward) بھی اچھا ملے گا۔

یکسوئی نہ ہونے کا نقصان:

اگر کوئی بھی کام یکسوئی کے بجائے بے توجہی سے کیا جائے تو اس میں کامیابی کا امکان بھی

---

(65) مسلم، ص33 حدیث:93

(66) احیاء العلوم، 3/499

www.dawateislami.net

کم ہو جائے گا اور معیار (Quality) بھی گر سکتا ہے، بلکہ سیکورٹی، میڈیکل سرجری، ڈرائیونگ، خطرناک اور جان لیوا کیمیکل سنبھالنے، الیکٹریکل یا گیس وائرنگ جیسے کاموں میں کوتاہی سے کسی کی جان بھی جاسکتی ہے۔

یکسوئی کیسے حاصل کی جائے؟

اس کے لئے ہر اس چیز سے پرہیز کیا جائے جو یکسوئی میں رکاوٹ بنے جیسے بھوک، پیاس، ٹینشن، فضول گفتگو، بلاضرورت ادھر ادھر دیکھنا، اپنے کام چھوڑ کر دوسروں کے کام میں مداخلت کرنا، ایک کام کرنے کے وقت میں دوسرے کام میں لگ جانا، الگ الگ نوعیت کے کام ایک ساتھ کرنا، بار بار موبائل پر میسجز، واٹس اپ چیک کرنا، بار بار فیس بک یا نیوز کھول لینا، دفتر میں بیٹھ کر فون پر گھر کے مسائل حل کرنا، ترجیحات کے بغیر کام کرنا کہ جو کام زیادہ تھکانے والا ہے اسے آخر میں کرنے کے بجائے شروع میں کرنا، ایک تھکا دینے والے کام کے دوران دوسرا تھکا دینے والا کام کرنے میں لگ جانا کیونکہ جب یہ پہلے کام کی طرف واپس آئے گا تو پہلے سے زیادہ تھک چکا ہو گا، وقفہ کئے بغیر مسلسل کام کئے جانا، کام کے دوران غیر ضروری ملاقاتیں کرنا، غیر ضروری مصروفیات نہ چھوڑنا وغیرہ۔

بعض لوگ اپنے دفتر کے باہر یا میز پر Don’t Disturb کی تختی لگا دیتے ہیں یہ بھی اچھا طریقہ ہے لیکن یہ ہدایت دوسروں کے ساتھ ساتھ اپنے دل و دماغ کے لئے بھی ہو۔ ان باتوں کو آزما کر دیکھئے، آپ کے کام کا معیار گھنٹوں کے حساب سے بہتر ہو گا۔ اِنْ شَآءَاللّٰہ!

www.dawateislami.net

تنہائی ہمارے کردار کی امتحان گاہ

حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہُ عنہ فرماتے ہیں: میں چاند کی ابتدائی راتوں میں قبرستان کے پاس سے گزرا تو میں نے ایک مُردے کو قبر سے نکلتے ہوئے دیکھا وہ زنجیر کھینچ رہا تھا پھر میں نے ایک شخص کو دیکھا جس نے وہ زنجیر پکڑی ہوئی تھی۔ اس نے باہر نکلنے والے شخص کو اپنی طرف کھینچا اور قبر میں واپس لے گیا، پھر میں نے دیکھا کہ وہ شخص اس مُردے کو مار رہا تھا اور مُردہ کہہ رہا تھا: کیا میں نماز نہیں پڑھتا تھا؟ کیا میں غسل فرض ہونے پر غسل نہیں کرتا تھا؟ کیا میں روزے نہیں رکھتا تھا؟ تو اس مارنے والے نے جواب دیا: ہاں کیوں نہیں، (تُو واقعی یہ کام تو کرتا تھا) مگر جب تُو تنہائی میں گناہ کیا کرتا تھا تو اس وقت اللہ سے نہیں ڈرتا تھا۔ (67)

ماہنامہ فیضان مدینہ کے قارئین! ہم بہت سے کام لوگوں کے سامنے یا کچھ تنہائی (اکیلے) میں چھپ کر کرتے ہیں! پھر وہ کام اچھا (Good) ہوتا ہے یا بُرا (Bad)! لیکن اگر لوگوں کے سامنے اچھے کام کئے جائیں اور تنہائی میں بُرے تو یہ بہت ہی بُرا ہے۔ حضرتِ بلال بن سعد رحمۃُ اللہِ علیہ نے فرمایا: لوگوں کے سامنے اللہ کے ولی (یعنی نیک پرہیز گار) اور تنہائی میں اس کے نافرمان نہ بنو۔ (68)

تنہائی میں ہمارا کردار

اس تحریر میں تنہائی میں کئے جانے والے کاموں پر بات ہوگی۔ دیکھا جائے تو تنہائی

---

(67) الزواجر 1/31

(68) حلیۃ الاولیاء، 5/260

ہمارے کردار کی اصل امتحان گاہ ہوتی ہے کیونکہ لوگوں کے سامنے شرم، جھجک اور ڈی گریڈ (عزت میں کمی) ہونے کے خوف سے عام طور پر انسان بُرائیوں سے رُک ہی جاتا ہے اور اچھے کام کرکے خود کو اچھے کردار والا ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن اس کا اصل امتحان تنہائی میں شروع ہوتا ہے کہ وہ اچھے کام کرتا ہے یا بُرے!

تنہائی کو اچھا رکھئے:

ہمیں اپنی تنہائی کو بھی اچھا رکھنے کی تاکید کی گئی ہے چنانچہ رسولِ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمان ہے: جو کام لوگوں کے سامنے کرنے کو ناپسند کرتے ہو وہ تنہائی میں بھی نہ کیا کرو۔[69]

تنہائی میں کئے جانے والے نیک کام:

حضرتِ کَعبُ الاَحبار رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: جس نے ایک رات بھی اللہ کریم کی ایسے عبادت کی کہ اسے کوئی جاننے والا نہ دیکھے تو وہ گناہوں سے ایسے نکل گیا جیسے اپنی رات سے نکل جاتا ہے۔[70] تنہائی کو کئی طرح کی نیکیوں سے سجایا جاسکتا ہے جیسے * انسان قضا نمازیں ادا کرسکتا ہے * تہجد، اشراق چاشت وغیرہ کے نوافل پڑھ سکتا ہے * تلاوتِ قراٰن کرسکتا ہے * اگر کوئی قراٰن پاک حفظ کررہا ہے تو اپنا سبق یاد کرسکتا ہے * حافظِ قراٰن اپنی منزل دہرا سکتا ہے * ذِکر اَذکار، اوراد و وظائف پڑھ سکتا ہے * دُرود شریف اور نعت شریف پڑھ سکتا ہے * ربِّ کریم کی بارگاہ میں دعائیں کرسکتا ہے * شب بیداری کرسکتا ہے * جن علوم کا سیکھنا فرض ہے ان کی کتابوں کا مطالعہ کرسکتا ہے * خوفِ خدا و عشقِ رسول میں آنسو بہا سکتا

---

(69) جامع صغیر، ص487، حدیث: 7973

(70) حلیۃ الاولیاء، 5/420

www.dawateislami.net

ہے * غور و فکر کر کے اپنی ذات میں پائی جانے والی خامیوں کو تلاش کر سکتا ہے پھر انہیں دور کرنے کا طریقہ سوچ سکتا ہے * آخرت (قبر و حشر، حساب کتاب) کے احوال کے بارے میں غور و فکر کر کے اپنی زندگی کو بہتر بنانے کی کوشش کر سکتا ہے۔ الغرض تنہائی میں بہت سی نیکیاں کی جاسکتی ہیں۔ ہم میں سے ہر ایک کو دیکھنا چاہیے کہ جب ہم تنہا ہوتے ہیں تو اچھے کام کتنے کرتے ہیں؟

تنہائی میں کئے جانے والے بُرے کام:

حضرت سلیمان بن علی رحمۃُ اللہِ علیہ نے ایک شخص کو نصیحت فرمائی: اگر تم تنہائی میں گناہ کرتے ہوئے اس بات کو سمجھو کہ اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے تو تم نے بڑی جسارت (جرأت و بے باکی) کی اور اگر تمہارا یہ خیال ہو کہ وہ تمہیں دیکھ نہیں رہا تب تو تم نے کفر کیا۔(71)

تنہائی میں کوئی رکاوٹ نہ ہونے کی وجہ سے انسان اکیلا یا کسی راز دار کے ساتھ مل کر کئی گناہوں اور برائیوں میں مبتلا ہو سکتا ہے جیسے: * شراب نوشی کرنا * جُوا کھیلنا * بد نگاہی کیلئے چھپ کر تاک جھانک کرنا * گندے تصورات جمانا * بدکاری جیسے گھناؤنے کام میں مبتلا ہونا * اپنے ہاتھوں سے اپنی جوانی برباد کرنا * ہیروئن جیسی چیزوں کا نشہ کرنا * چوری ڈکیتی اور قتل کے منصوبے بنانا * دفتری ریکارڈ میں ہیرا پھیری کرنا * جعلی کاغذات تیار کرنا * رشوت کا لین دین کرنا * ڈیوٹی کے دوران اپنے الگ آفس میں بغیر اجازتِ شرعی ذاتی کاموں میں مصروف رہنا۔ اس طرح کی کئی بُرائیاں بالخصوص تنہائی میں ہو سکتی ہیں۔ بہر حال غور کیجئے کہیں تنہائی آپ کو بربادی کی طرف تو نہیں لے جا رہی!

---

(71) احیاء العلوم، 5/129

تنہائی اور سوشل میڈیا:

آج لوگوں بالخصوص نوجوانوں کی بہت بڑی تعداد سوشل میڈیا کے ڈیجیٹل نشے میں مبتلا ہے۔ یو این ریکارڈز کے مطابق دنیا بھر کی آبادی 2022ء میں 8 بلین یعنی 8 ارب ہے جبکہ اعداد و شمار کی مشہور ویب سائٹ statista.com کے مطابق 2021ء میں موبائل فون یوزرز کی تعداد 7 ارب تھی جن میں سے 5 ارب کے قریب افراد موبائل پر انٹرنیٹ استعمال کرتے ہیں اور سوا چار ارب لوگ سوشل میڈیا استعمال کر رہے ہیں۔ اس تعداد میں 2023 میں کتنا اضافہ ہو چکا ہو گا اس کا اندازہ لگانا زیادہ مشکل نہیں۔

سوشل میڈیا کی وجہ سے بھی ہماری اچھائیوں یا بُرائیوں میں اضافہ ہو سکتا ہے بالخصوص تنہائی میں اس کے بُرے استعمال کا رِسک بڑھ جاتا ہے۔ سوشل میڈیا استعمال کرنے والوں کا ایک گروپ وہ ہے جس میں بے باکی سے گناہ کرنے والے شامل ہوتے ہیں، ایسے افراد لوگوں کے درمیان ہوں یا تنہائی میں، انہیں سوشل میڈیا پر گانے سننے، بے حیا عورتوں کے ڈانس دیکھنے، عشقیہ فسقیہ ڈرامے دیکھنے پر کوئی شرم محسوس نہیں ہوتی، لیکن فحش ویڈیوز، گندے وی لاگز اور اسکینڈلز اور تصویریں دیکھنے، بے حیا لڑکیوں سے وڈیو کال پر بے ہودہ بات چیت، کسی کو بدنام کرنے کے لئے کسی کا سر کسی کا دھڑ لے کر فیک فوٹوز اور ویڈیوز بنانے، لوگوں کو اشتعال دلا کر ملکی حالات خراب کرنے کیلئے فیک نیوز گھڑنے اور دیگر غلیظ کام کرنے کے لئے وہ بھی تنہائی کا انتخاب کرتے ہیں۔ جبکہ سوشل میڈیا یوزرز کا ایک طبقہ وہ ہے جنہیں لوگ شریف اور نیک انسان سمجھتے ہیں، ان میں سے بھی کچھ افراد نفس و شیطان کے بہکاوے میں آکر وہ سارے غلیظ، گندے اور گھناؤنے کام تنہائی میں کرتے ہیں جن کا بیان ابھی گزرا۔ اس گروپ میں کم عمر بھی ہوتے ہیں جو پڑھائی یا پراجیکٹ وغیرہ کا بہانہ بنا کر

www.dawateislami.net

یہ کام کرتے ہیں۔ پھر یہ دونوں گروپ کوشش کرتے ہیں کہ تنہائی میں بُرائی کی یہ داستان لوگوں کو پتانہ چلے، اس کے لئے اپنے موبائل پر یہ مختلف کوڈ، لاک یا پاس ورڈ وغیرہ لگا دیتے ہیں یا غلط قسم کی اپلیکشنز کو ہائڈ کر دیتے ہیں، ہسٹری ڈیلیٹ کر دیتے ہیں تاکہ پکڑے نہ جاسکیں۔

اللہ دیکھ رہا ہے:

چھپ کر گناہ کرنے والے اس غلط فہمی کو دل سے نکال دیں کہ انہیں کوئی نہیں دیکھ رہا کیونکہ کوئی اور دیکھے یا نہ دیکھے اللہ دیکھ رہا ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ(۱۱۰)﴾ ترجمۂ کنزُ الایمان: بے شک اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔[72] اس لئے ایک مسلمان کو تنہائی میں بھی اللہ کی فرمانبر داری کرنی چاہئے نہ کہ نافرمانی!

چھپ کے لوگوں سے کیے جس کے گناہ
وہ خبر دار ہے کیا ہونا ہے

ہمارے گواہ:

ہمارے اچھے اور بُرے عمل کے گواہ بھی موجود ہیں جیسے کِراماً کاتِبین (اچھے بُرے عمل لکھنے والے فرشتے)، ہمارے جسم کے حصے آنکھ، کان، ہاتھ اور پاؤں، دن اور رات، زمین کا وہ حصہ جس پر کوئی عمل کرتے ہیں۔ (اس کی تفصیل کے لئے مکتبۃُ المدینہ کی کتاب "فکرِ مدینہ" پڑھ لیجئے) اس لئے ہم اپنے موبائل، لیپ ٹاپ وغیرہ پر جتنے مرضی پاس ورڈ لگا لیں، چھپ نہیں سکتے بعض اوقات تو جدید ٹیکنالوجی کی وجہ سے دنیا ہی میں راز کھل جاتے ہیں اور عزت مٹی میں مل جاتی

(72) پ1، البقرۃ:110

www.dawateislami.net

ہے، یہاں بچ بھی گئے تو ربّ علیم کی بارگاہ میں وہ اعمال نامہ کیسے لے کر پیش ہوں گے جس میں یہ سارے گناہ لکھے ہوں گے!

آج بنتا ہوں معزز جو کھُلے حشر میں عیب
آہ! رُسوائی کی آفت میں پھنسوں گا یارَبّ

دل پر گناہوں کا اثر:

گناہوں کی وجہ سے جنّت سے آنے والا سفید پتھر ”حجرِ اَسوَد“ سیاہ ہوگیا، ہمارا دل تو نرم و نازک ہے، اس پر گناہوں کا کیسا اثر ہوتا ہوگا! رسولُ اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: حجر اسود جنّت سے آیا، وہ دودھ سے زیادہ سفید تھا، اسے آدمیوں کے گناہوں نے سیاہ کردیا۔[73]

شرح: یعنی یہ پتھر شفاف آئینہ یا سیاہی چُوس کاغذ کی طرح ہے جیسے شفاف آئینہ گرد و غبار سے میلا اور سیاہی چوس کاغذ گیلے حرفوں پر لگنے سے سیاہ ہو جاتا ہے ایسے ہی یہ پتھر ہم گنہگاروں یا گذشتہ مشرکوں کے ہاتھ لگنے سے برابر سیاہ ہوتا چلا گیا۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ جب ہمارے گناہوں سے سنگ اسود سیاہ ہوگیا تو گناہوں سے دل بھی میلا ہو جاتا ہے۔[74]

سرکارِ دوجہاں صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمانِ عالی نشان ہے: جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نقطہ (Black dot) پیدا ہوتا ہے، جب اس گناہ سے باز آجاتا ہے اور توبہ و استغفار کرلیتا ہے تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے اور اگر پھر گناہ کرتا ہے تو وہ نقطہ بڑھتا ہے یہاں تک کہ پورا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ اور یہی وہ زَنگ ہے جس کا ذِکر اللہ پاک نے اس طرح

---

(73) ترمذی، 2/248، حدیث:878

(74) مرآۃ المناجیح، 4/132

www.dawateislami.net

فرمایا ہے:﴿كَلَّا بَلْ ٜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ(۱۴)﴾ ترجمۂ کنزالایمان: کوئی نہیں بلکہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے ان کی کمائیوں نے۔[75]

گناہوں سے گھبراہٹ نہیں ہوتی

جس کا دل سیاہ ہو جاتا ہے اسے گناہ کرنے میں شرم یا جھجک محسوس نہیں ہوتی ہے، حضرت امام محمد بن محمد غزالی رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: گناہ کرنے سے دل سیاہ ہو جاتا ہے اور دل کی سیاہی کی عَلامت یہ ہے کہ گناہوں سے گھبراہٹ نہیں ہوتی، عبادت کیلئے موقَع ملتا ہے نہ نصیحت سے کوئی فائدہ ہوتا ہے۔[76]

نیکیوں میں دل نہیں لگتا:

جس کا دل سیاہ ہو گیا اسے نماز ادا کرنے، روزے رکھنے، حج کرنے، تلاوت کرنے، تفسیر، حدیث اور فقہ پڑھنے سننے میں کہاں مزہ آئے گا! ایسا شخص رمضان کے مہینے میں مسجد میں بیٹھے اور تلاوت سنے یا شرعی مسائل یا دینی بیان! وہ بھاگنے کے لئے بے چین رہے گا! گناہوں کی شیطانی لذت کے عادی کو عبادت کی لذت اور نیکیوں میں حلاوت کہاں ملے گی! ایسے شخص کے کان وہ نہیں سنیں گے جو قراٰن وحدیث کی حقیقی تعلیمات ہیں، اس کی آنکھیں وہ نہیں دیکھیں گی جن کا دیکھنا شریعت کو مطلوب (Required) ہے، اس کے قدم اس طرف نہیں بڑھیں گے جس طرف شریعت بلاتی ہے، لاشیں دیکھ کر بھی اسے اپنی آخرت یاد نہیں آئے گی، قبرستان جا کر بھی عبرت نہیں ملے گی!

---

(75) پ30، المطففین: 14- ترمذی، 5/220، حدیث: 3345

(76) منہاج العابدین، ص24۔

www.dawateislami.net

نجات کا راستہ:

ایسے میں نجات کا ایک ہی راستہ ہے کہ ہم اپنے ربِّ کریم کی بارگاہ میں توبہ کرکے اپنے دل کو گناہوں سے پاک کریں، اپنی جلوتوں اور تنہائیوں کو نیکیوں کے نور سے چمکائیں، اپنے موبائلز، اکاؤنٹس، میموری کارڈز، لیپ ٹاپس اور پوسٹس میں سے بُری چیزوں کو فوراً ڈیلیٹ کردیں۔ لوگوں کے سامنے ہوں یا تنہائی میں! دونوں صورتوں میں سوشل میڈیا کا بھی مثبت استعمال کریں، جیسے 100 فیصد اکلوتا اسلامک چینل مدنی چینل دیکھیں، درست عقائد و مسائل پر مشتمل مذہبی وی لاگز دیکھیں، اس طرح کے سینکڑوں وڈیو کلپس دعوتِ اسلامی کی ویب سائٹ www.dawateislami.net سے مل سکتے ہیں، فیس بک وغیرہ پر اسلامک پیجز جوائن کئے جاسکتے ہیں جن کے ذریعے درست اسلامی معلومات دی جاتی ہوں جیسے سوشل میڈیا ڈیپارٹمنٹ دعوتِ اسلامی کے تحت بھی مختلف پیجز چلائے جاتے ہیں۔ ان پیجز پر موجود پوسٹس کو وائرل کرکے مزید ثواب بھی کمایا جاسکتا ہے۔ سوشل میڈیا کے مزید اس طرح کے کئی مثبت استعمال موجود ہیں۔

اے عاشقانِ رسول! اچھا ماحول ہمیں اچھا بنا دیتا ہے، دعوتِ اسلامی کے ماحول سے وابستہ ہو جایئے، کردار و عمل میں مثبت تبدیلیاں آپ کو بہت جلد دکھائی دیں گی، اِنْ شَآءَ اللہُ الکریم۔

بہت زیادہ سوچنا

ایک شخص کو ہارٹ اٹیک ہوا، اسے اسپتال داخل کرلیا گیا اور انجیو پلاسٹی کرنے کے بعد کچھ ہی دنوں میں چھٹی دے دی گئی، ڈاکٹروں نے اس کی حالت کو تسلی بخش قرار دیا تھا لیکن اس کی اہلیہ ان سوچوں میں گُم رہنے لگی کہ شوہر دوبارہ بیمار ہوگئے تو ان کے علاج کے لئے رقم کا انتظام کیسے ہوگا؟ بچّوں کی فیس، گیس بجلی کے بل، مکان کا کرایہ اور کھانے پینے کے لئے راشن کہاں سے آئے گا! اگر ان کو کچھ ہوگیا تو گھر کیسے چلے گا! بچیوں کی شادیاں کیسے ہوں گی! ایسے حالات میں کیا کروں گی؟ انہی متوقع پریشانیوں کے بارے میں سوچ سوچ کر خود ہائی بلڈ پریشر کی مریضہ بن گئی۔

Overthinking کیسے ہوتی ہے؟

قارئین! سوچنا انسان کی فطرت ہے، اسے کوئی بھی کام کرنا ہو؛ کاروبار، پارٹنر شپ، ملازمت، شادی یا پھر سواری وغیرہ کی خریداری، تو یہ اس کے پلس مائنس پر کم یا زیادہ سوچتا ضرور ہے، یہ سوچ مفید (Useful) ہوتی ہے لیکن بعض اوقات انسان کسی چیز کے بارے میں حد سے زیادہ اور بار بار سوچتا ہے کہ ☆ میں تعلیم حاصل کر تو رہا ہوں نہ جانے اس کے بعد مجھے نوکری ملے گی یا نہیں! بے روزگاری پہلے ہی عام ہے اور اگر نوکری مل بھی گئی تو میری صلاحیت کے مطابق ہوگی یا نہیں؟ ☆ میں فلاں کاروبار شروع کرنے تو لگا ہوں نہ جانے مارکیٹ میں کھڑا رہ سکوں گا یا نہیں! اگر سامان نہ بک سکا تو؟ کوئی سازشی پیچھے لگ گیا تو کیا کروں گا؟ ☆ نہ جانے یہ رشتہ کامیاب ہوسکے گا یا نہیں! کہیں ہم سے فراڈ نہ ہوجائے، آج حسنِ اخلاق کا مظاہرہ کرنے والے بعد میں بداخلاق نکلے تو ہم کہیں کے نہ رہیں گے ☆ جاب

کے لئے انٹرویو میں کامیاب ہوسکوں گا یا نہیں! ویسے بھی آج کل رشوت اور سفارش خوب چلتی ہے، انٹرویو لینے والوں نے مجھے جان بوجھ کر فیل کر دیا تو نوکری کیسے ملے گی؟ ☆ مجھے جاب مل تو گئی ہے لیکن کچھ ہی دنوں بعد کوئی بہانہ بنا کر مجھے جاب سے نکال نہ دیا جائے ☆ فلاں نے میری کال کیوں ریسیو نہیں کی یا واٹس ایپ کا جواب کیوں نہیں دیا! ضرور کسی نے اسے میرے خلاف ورغلایا ہو گا ☆ کوئی میرے خلاف سازش کر رہا ہے! تبھی تو سیٹھ نے مجھے جھاڑ پلائی ہے ☆ مجھ پر کسی نے جادو کروا دیا ہے کہ کوئی کام ڈھنگ سے نہیں کر پا رہا! اگر ایسا ہو گیا، اگر ویسا ہو گیا تو میرا کیا بنے گا؟ ایسی سوچوں کو انسان ضرب دے کر خود ہی بڑھاتا رہتا ہے، اس طرح کی اوور تھنکنگ نقصان دہ (Harmful) ہو سکتی ہے۔

Overthinking کے 6 نقصانات

(1) اوور تھنکنگ کا شکار ہونے والا مستقبل کے بارے میں بے بنیاد خدشات اور اندیشوں میں مبتلا رہتا ہے۔

(2) اوور تھنکنگ کی وجہ سے انسان چھوٹی چھوٹی باتوں کے بارے میں سوچ سوچ کر انہیں بڑا مسئلہ بنا دیتا ہے، حالانکہ ایسی باتوں کو نظر انداز کر دینا بہتر ہوتا ہے۔

(3) اوور تھنکنگ کی وجہ سے ذہن غیر ضروری خیالات میں اُلجھا رہتا ہے اور سوچ سوچ کر ایسا تھک جاتا ہے کہ اس میں مثبت کاموں کے بارے میں سوچنے کی انرجی بہت کم ہو جاتی ہے۔

(4) اوور تھنکنگ کرنے والے اپنی ذمہ داریاں پوری نہیں کر سکتے اور لوگوں سے اپنے تعلقات خراب کر بیٹھتے ہیں چنانچہ اپنے رشتہ داروں، دوست یہاں تک کہ بال بچّوں سے دور ہو جاتے ہیں، ایسے لوگ بعض مرتبہ اپنی جاب یا کاروبار بھی کھو دیتے ہیں اور ذہنی مریض بن جاتے ہیں، پھر نام نہاد سکون کیلئے نشہ کو سہارا بنانے کی کوشش میں اپنے آپ کو بے آسرا کر

www.dawateislami.net

لیتے ہیں۔

(5)اوور تھنکنگ کرنے والا کئی پرابلمز کا شکار ہو سکتا ہے: ذہنی دباؤ، انگزائٹی(Anxiety)، سر درد، پٹھوں کا کھنچاؤ، ہاضمے کے مسائل، نیند پوری نہ ہونا، ہر وقت تھکے تھکے رہنا، خود اعتمادی کی کمی اور دیگر کئی نفسیاتی بیماریاں۔

(6)اوور تھنکنگ کی وجہ سے جذباتی دباؤ کا شکار ہونے والا خود کشی کر کے حرام موت کو بھی گلے لگا سکتا ہے۔

Overthinking پر قابو پانے کے 9 طریقے

(1)ہمارے کئی مسائل کا حل یہ ہے کہ ہم اپنا ذہن(Mindset) تبدیل کر لیں۔

(2)اوور تھنکنگ کا تعلق ماضی سے ہوتا ہے یا مستقبل سے! ہم ماضی کی ناکامیوں، صدموں اور لوگوں کے تلخ رویوں کے بارے میں سوچ سوچ کر اس کڑواہٹ کو اپنے دل و دماغ میں اتارتے رہتے ہیں اور بے سکونی کا شکار ہو جاتے ہیں، یاد رکھئے کہ ماضی کو اکثر بُھلا دینا ہی مفید ہوتا ہے، دوسری اوور تھنکنگ مستقبل کے حوالے سے ہوتی ہے کہ کل کیا ہوگا؟ فلاں کام کیسے ہوگا؟ یوں ہم ان خطرات اور اندیشوں کو اپنے دل و دماغ میں خواہ مخواہ پال کر اپنا ”حال“ خراب کرتے رہتے ہیں۔ اس لئے ہمیں چاہئے کہ حال(Present) کو اچھا گزارنے کے لئے اوور تھنکنگ چھوڑ دیں۔

(3)خیالات کی دنیا میں زندگی گزارنے کے بجائے حقیقت پسند بنئے اور یہ ذہن بنالیجئے کہ زندگی میں صرف سُکھ ہی نہیں دُکھ بھی ملتے ہیں، کامیابیاں ہی نہیں ناکامیاں بھی ہوتی ہیں، جیت ہی نہیں شکست بھی ہوتی ہے، اس لئے آئندہ زندگی کی تلخ حقیقتوں کے بارے میں سوچ سوچ کر پریشان نہ ہوا کریں بلکہ تقدیر پر ایمان مضبوط کریں اور اپنے رب پر توکّل کریں،

آپ ٹینشن فری ہو جائیں گے۔

(4)زندگی جتنی باقی ہے اوور تھنکنگ کا بوجھ اٹھا کر نہ گزاریں، آخر کب تک سوچوں کے پتھر اٹھا کر چلتے رہیں گے، ایک دن تھک جائیں گے، اس بھاری بوجھ کو کہیں سائیڈ پر رکھ دیجئے اور ہلکے پھلکے ہو کر سفرِ حیات طے کیجئے۔

(5)ان سوچوں میں نہ رہیں کہ آپ کا کون سا کام کس طرح بگڑ سکتا ہے بلکہ بگڑے ہوئے کاموں کو ٹھیک کرنے کے بارے میں سوچنا شروع کر دیجئے۔

(6)ذہن فارغ رہے گا تو کوئی بھی سوچ اس میں گُھس جائے گی، اس لئے خود کو مصروف کرلیجئے، علمِ دین سیکھئے، کتابیں پڑھئے، اپنی اسکلز(Skills) بڑھائیے، اپنی آخرت کی بہتری کے لئے سوچئے۔

(7)بعض لوگوں کے ذہن پر پرفیکشن کا بھوت سوار ہوتا ہے، پھر وہ نارمل معیار کا کام بھی نہیں کر سکتے، اس لئے جتنی آپ کی صلاحیت ہے اس کے مطابق بہتر کام کرنے کی کوشش کریں، دنیا کا سب سے بہترین کام کرنے کا سوچ سوچ کر دُبلے نہ ہوں۔

(8)مثبت انفارمیشن پر فوکس رکھیں، منفی خبروں پر توجہ نہ دیجئے، آپ کی سوچ مثبت (Positive)ہو جائے گی جو آپ کو بے چین نہیں کرے گی۔

(9)اپنی ٹیبل کے آس پاس ”Stop“ لکھ کر رکھ لیجئے اور جب کبھی اوور تھنکنگ کا شکار ہونے لگیں تو خود کو یہ لکھا ہوا دکھا دیجئے یا اپنی زبان سے اپنے کان میں بول دیجئے ”Stop“، یہ ایکسر سائز آپ کو فائدہ دے گی۔

بیان کردہ طریقوں کے علاوہ بھی طریقے موجود ہیں لیکن انہیں فائدہ مند بنانے کے لئے مسلسل کوشش اور مشق ضروری ہے، پھر یہ فالتو سوچیں کم ہوتے ہوتے اتنی کم رہ جائیں گی

کہ مثبت سوچوں پر غالب نہیں آسکیں گی۔ اِن شآءَاللہ

حالات اور خیالات

ایک مضبوط جسامت کا دراز قد شخص کہیں جارہا تھا۔ایسے میں کسی نے پیچھے سے اس کے ٹخنوں پر لاٹھی ماری۔اس کی حالت بری ہو گئی وہ یہ خیال کر کے آگ بگولہ ہو گیا کہ یہ جرأت کس احمق نے کی ہے،وہ گھونسا تانے پیچھے کی طرف مڑا لیکن یہ دیکھ کر اس کا غصہ جھاگ کی طرح بیٹھ گیا کہ اس کے پیچھے ایک اندھا شخص تھا جو اپنی لاٹھی کی مدد سے راستہ ٹٹول کر چل رہا تھا اسی دوران اس کی لاٹھی پہلوان نما شخص کے ٹخنوں سے جالگی تھی۔

آپ نے دیکھا کہ کس طرح لاٹھی لگنے نے لمبے چوڑے شخص کی حالت تبدیل کر دی جس سے اس کے خیالات مشتعل ہوئے لیکن جب اس نے لاٹھی مارنے والے کو اندھا پایا تو اس کے خیالات تبدیل ہو گئے جس سے اس کی جسمانی و ذہنی حالت بھی تبدیل ہو گئی۔یقیناً حالات اور خیالات دونوں ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتے ہیں۔حالات بدلنے کے ساتھ خیالات بدل جاتے ہیں اور خیالات بدل لیے جائیں تو حالات بدل جاتے ہیں کیونکہ خیال ہی عمل کو جنم دیتا ہے ہم جو سوچتے ہیں، وہی کرتے ہیں۔ جیسے کسی کی ملازمت یا کاروبار ختم ہو جائے اور آمدنی کا متبادل ذریعہ نہ بن سکے تو وہ پریشان خیالی کا شکار ہو جاتا ہے کہ گھر کا کرایہ، گیس بجلی کے بل،بچوں کی فیس کیسے ادا ہو گی؟ گھر کا راشن کہاں سے آئے گا؟ یہ خیالات اس کی ذہنی و جسمانی حالت کو کمزور کر دیتے ہیں،وہ خود کو ناکام شخص سمجھنے لگتا ہے۔ اگر یہی شخص اپنے خیالات تبدیل کر لے کہ ایک دربند ہوتا ہے تو 100 در کھل جاتے ہیں، محنت، کوشش اور لگن سے اپنے حالات بدل سکتا ہوں اور دعا کو اپنا ہتھیار بنائے،نیت پُرخلوص رکھے،اللہ پر توکل رکھے، اسی سے کامیابی کی امید رکھے، مرضی کا کام یا معاوضہ

www.dawateislami.net

نہیں ملتا تو فی الحال جو کام اور معاوضہ ملے اسی کو قبول کرلے اور مزید کی کوشش جاری رکھے تو اِن شآءَ اللہ اس کے حالات بدلنا شروع ہو جائیں گے۔

قارئین! جو لوگ اپنے حالات تبدیل کرنے میں کامیاب ہوئے پہلے انہوں نے اپنے خیالات بدلے پھر عملی قدم اٹھائے۔ بہت سے لوگ پہلے غربت کی چکی میں پِس رہے تھے لیکن آج خوشحال ہیں۔ اگر آپ بھی اپنے حالات بدلنا چاہتے ہیں تو اپنے خیالات بدل کر دیکھیے۔ حالات مختلف قسم کے ہوتے ہیں، چنانچہ سب سے پہلے یہ دیکھ لیجیے کہ آپ اپنے کس نوعیت کے حالات کو بدلنا چاہتے ہیں، دنیوی یا اُخروی؟ یہ دنیا عارضی ختم ہو جانے والی اور آخرت پائیدار اور کبھی ختم نہ ہونے والی ہے، اس لیے ہمیں اُخروی زندگی کی بہتری کو ترجیح دینی چاہیے۔ بہت سے نوجوان اللہ ورسول کی نافرمانی والے کاموں میں مصروف تھے آج لوگ ان کے نیک ہونے کی گواہی دیتے ہیں ان سے دعا کرواتے ہیں۔ ایسی سوچ رکھنے والوں کو رحمتِ الٰہی اپنی آغوش میں لے لیتی ہے۔ چنانچہ بنی اِسرائیل کا ایک شخص جس نے 99 قَتْل کیے تھے ایک راہِب کے پاس پہنچا اور پوچھا: کیا میرے جیسے مجرم کے لیے کوئی توبہ کی گنجائش ہے؟ راہِب نے اسے مایوس کر دیا تو اُس نے راہِب کو بھی قَتْل کر ڈالا۔ مگر پھر نادِم ہو کر توبہ کا طریقہ لوگوں سے پوچھتا پھرا۔ آخِر کسی نے کہا کہ فُلاں قَصبہ میں چلے جاؤ (وہاں اللہ کا ایک ولی ہے وہ تمہاری رہنمائی کرے گا۔) چُنانچِہ وہ اُس کی طرف چل دیا مگر راستے میں بیمار ہو گیا۔ جب قریبُ الْمَرْگ ہوا تو اس نے اپنا سینہ اُس قَصبہ کی طرف کر دیا اور فَوت ہو گیا۔ اب اس کو لے جانے کے بارے میں رَحْمت و عذاب کے فِرشتوں میں اختِلاف ہوا۔ اللہ پاک نے میِّت اور قَصبہ کے درمیان والے حصّۂ زمین کو سِمٹ کر میِّت کے قریب ہو جانے کا حُکم فرمایا اور جِدھر سے وہ چلا تھا اور جہاں پہنچ کر فوت ہوا تھا اُس درمیانی فاصِلے کو مزید طویل ہو جانے

کا حُکم فرمایا۔ پھر پیمائش کا حُکم فرمایا تو وہ جس قَصبہ کی طرف جا رہا تھا اُس سے ایک بالِشْت قریب پایا گیا اور اللہ کریم نے اُس کی مغفِرت فرمادی۔ (77)

خیالات بدلنے کے طریقے

(1) اچھی صحبت اختیار کیجیے، رحمتِ عالمیان صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اچھے اور برے مصاحب کی مثال، مشک اٹھانے والے اور بھٹی جھونکنے والے کی طرح ہے، کستوری اٹھانے والا تمہیں تحفہ دے گا یا تم اس سے خریدو گے یا تمہیں اس سے عمدہ خوشبو آئے گی، جبکہ بھٹی جھونکنے والا یا تمہارے کپڑے جلائے گا یا تمہیں اس سے ناگوار بو آئے گی۔ (78)

(2) اچھی کتابوں کا مطالعہ کیجیے کیونکہ یہ بہترین رفیق ہیں جو جہالت کے اندھیرے مٹا کر علم کی روشنی پھیلاتی ہیں۔

(3) مثبت نتائج کے لیے غور وفکر کیجیے۔ غیر ضروری سوچوں سے پیچھا چھڑایے کیونکہ ہمارا ذہن زمین کی طرح ہوتا ہے۔ اگر ہم نے اس میں اناج یا پھل نہ اگائے تو اس میں بے کار جھاڑیاں اور گھاس پھونس اُگنے لگے گا۔

(4) اپنے خیالات کو مثبت رکھیے۔ مثبت خیالات پُرسکون اور کامیاب زندگی کا باعث بنتے ہیں۔ جبکہ منفی خیالات مایوسی اور سستی پیدا کرتے ہیں، وسوسوں کا شکار کرتے ہیں بعض اوقات خودکشی تک لے جاتے ہیں۔ منفی خیالات بھی حالات بدل تو دیتے ہیں لیکن انجام بہت برا ہوتا ہے مثلاً غربت سے نکلنے کے لیے ڈکیتی کرنا، زمینوں پر قبضے کرنا، رشوت لینا وغیرہ۔

---

(77) بخاری، 2/466، حدیث: 3470

(78) مسلم، ص1084، حدیث: 6692

www.dawateislami.net

(5) تصوراتی مشق کے ذریعے خیالات کو تبدیل کیجیے، مثلاً ☆ مسلسل ناکام ہونے والے اسٹوڈنٹ کے پہلے خیالات یہ ہوتے ہیں کہ میں ایک کمزور اسٹوڈنٹ ہوں، میں آسان سا سبق بھی نہیں سمجھ سکتا، اس لیے میں امتحان میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ یہی اسٹوڈنٹ اگر اپنے خیالات تبدیل کرلے کہ دوسرے طلبہ کی طرح اللہ پاک نے مجھے بھی صلاحیتیں دی ہیں اگر میں بھی محنت کوشش اور لگن سے پڑھوں، اپنے پڑھنے کا انداز تھوڑا تبدیل کرلوں تو کامیابی کی منزل تک پہنچ سکتا ہوں، اِن شآءَ اللہ۔ ان خیالات کے تحت اس نے پڑھنے کا شیڈول بنایا، کلاس میں یکسوئی اور توجہ کے ساتھ سبق سمجھنا شروع کیا، جو سمجھ نہ آتا وہ ٹیچر سے پوچھ لیتا، پڑھائی میں اچھے طلبہ کو اپنا دوست بنایا۔ یوں اس کا اعتماد بحال ہو گیا اور رفتہ رفتہ اس کے حالات تبدیل ہوئے اور وہ ایک کامیاب اسٹوڈنٹ بن گیا۔ ☆ طویل عرصے تک بے روزگار رہنے والے کے پرانے خیالات کچھ یوں ہوتے ہیں کہ سب کو نوکریاں مل جاتی ہیں لیکن مجھے ریجیکٹ کر دیا جاتا ہے۔ اب میں کہیں انٹرویو دینے نہیں جاؤں گا۔ پھر اس کے خیالات تبدیل ہوئے کہ مجھے اپنی صلاحیتوں کو جدید زمانے کے مطابق بہتر کرنا چاہیے، نوکری دینے والے جو تقاضا کرتے ہیں مجھے ویسا بننا چاہیے۔ اپنے بدلے ہوئے خیالات کے مطابق اس نے نئے کورس کیے، نیٹ ورک بنایا اور اپنے شعبے میں مہارت حاصل کی، CV کو بہتر بنایا اور ایک اچھی جاب حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

اسی طرح طویل بیماری کاٹنے والا، کاروبار میں ناکام رہنے والا اور گھریلو جھگڑوں کا شکار رہنے والا شخص بھی اپنے خیالات تبدیل کرکے حالات تبدیل کر سکتا ہے۔

مصیبت کے ایام

راحت اور مصیبت دونوں زندگی کا حصہ ہیں۔انسان کسی بھی وقت کسی بھی قسم کی مصیبت میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ مصیبت کے ایام کم بھی ہو سکتے ہیں اور زیادہ بھی۔ مصیبت میں پریشان ہونا فطری بات ہے لیکن قرآن پاک کی اس آیت پر توجہ کرنی چاہیے: ﴿اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا(۶)﴾ ترجَمۂ کنزالایمان: بےشک دشواری کے ساتھ اور آسانی ہے۔[79] آپ کو ہمت اور حوصلہ ملے گا۔

مصیبت کی شدت اور طوالت، لوگوں کے روکھے رویے اور کوئی حل نہ دکھائی دینا بعض اوقات بندے کو مایوس کر دیتا ہے اور مایوسی خود ایک مصیبت ہے۔ اگر چند باتوں کو پیشِ نظر رکھا جائے تو مصیبت کے ایام کو حوصلے اور ہمت کے ساتھ گزارنا نصیب ہو گا۔اِن شآءَاللہ الکریم۔

(1) مصیبت کبھی آزمائش ہوتی ہے اور کبھی گناہوں کی سزا کے طور پر! سورۂ شوریٰ میں ہے: ﴿وَمَاۤ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَیْدِیْكُمْ وَیَعْفُوْا عَنْ كَثِیْرٍ(۳۰)﴾ ترجَمۂ کنزالایمان: اور تمہیں جو مصیبت پہنچی وہ اس کے سبب سے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے کمایا اور بہت کچھ تو معاف فرمادیتا ہے۔[80] بہر حال رب العالمین کی بارگاہ میں اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرنی چاہیے۔ فرمانِ مصطفےٰ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم ہے: گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اُس نے گناہ کیا ہی نہیں۔[81]

---

(79) پ30، الم نشرح:6

(80) پ25، الشوریٰ:30

(81) ابنِ ماجہ، 4/491، حدیث:4250

www.dawateislami.net

(2)اسلامی تعلیمات کے مطابق دعا اللہ سے تعلق کی مضبوط علامت ہے اور یہ نہ صرف نازل شدہ مصیبت کو دور کرتی ہے بلکہ آنے والی بلا کو بھی ٹال دیتی ہے۔ اس لیے اللہ رحمٰن سے اپنی مصیبت دور ہونے کی دعا کیجیے، سورۂ مؤمن میں ہے:﴿ اُدْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ﴾ ترجَمۂ کنزالایمان: مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔[82]

(3)صدقہ دیجیے کہ یہ مصیبت کو ٹال دیتا ہے۔ نبیِّ اکرم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: صَدَقہ دو اور صَدقے کے ذَرِیعے اپنے مریضوں کا مُداوا کیا کرو بے شک صَدَقہ حادِثات اور بیماریوں کی روک تھام کرتا ہے اور یہ تمہارے اَعمال اور نیکیوں میں اِضافے کا باعث ہے۔[83]

(4)مصیبت یا بیماری آنے پر یہ ذہن بنائیے کہ ہو سکتا ہے کہ عمل کی کمی مصیبت کے ذریعے پوری کی جارہی ہو: فرمانِ مصطفٰے صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم ہے: جب کسی بندے کے لیے اللہ پاک کی طرف سے کوئی درجہ مقدر ہو چکا ہو جہاں تک یہ اپنے عمل سے نہیں پہنچ سکتا تو اللہ پاک اسے اس کے جسم یا مال یا اولاد کی آفت میں مبتلا کر دیتا ہے پھر اسے اس پر صبر بھی دیتا ہے یہاں تک کہ اسے اس درجہ تک پہنچا دیتا ہے جو اللہ نے اس کے لیے مقدر فرمایا ہے۔[84]

(5)مصیبت آنے پر صبر کیجیے۔ صبر کی بڑی فضیلت ہے، فرمانِ آخری نبی صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم ہے: جو صبر کرنا چاہے گا تو اللہ پاک اسے صبر عطا فرمادے گا اور کسی شخص کو صبر سے بہتر اور وسیع کوئی چیز نہیں ملی۔[85] حضرت الحاج مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہِ علیہ اس حدیث

---

(82)پ24، المؤمن:60

(83)شعب الایمان، 3/282، حدیث:3556

(84)ابوداؤد، 3/246، حدیث:3090

(85)مسلم، ص406، حدیث:2424

شریف کے تحت لکھتے ہیں: یعنی رب تعالیٰ کی عطاؤں میں سے بہترین اور بہت گنجائش والی عطا صبر ہے کہ رب تعالیٰ نے اس کا ذکر نماز سے پہلے فرمایا اور صابر کے ساتھ اللہ (پاک) ہوتا ہے، نیز صبر کے ذریعہ انسان بڑی بڑی مشقتیں برداشت کرلیتا ہے اور بڑے بڑے درجے حاصل کرلیتا ہے، صبر ہی کی برکت سے حضرت (امام) حسین (رضی اللہُ عنہ) سید الشہداء (یعنی شہیدوں کے سردار) ہوئے۔ (86)

(6) ہمیں ہر حال میں اللہ کریم کا شکر کرنا چاہیے حتی کہ مصیبت و بیماری میں بھی! حجۃ الاسلام حضرت امام محمد بن محمد غزالی رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: ہر مصیبت اور بیماری (جو انسان کو پہنچے اس) کے بارے میں وہ اس طرح تصور کرے کہ دنیا میں اس سے بھی بڑھ کر بیماری اور مصیبت موجود ہے، اگر اللہ پاک (میری اس مصیبت کو) مزید بڑھا دے تو کیا میں اسے روک سکتا یا اسے دور کرسکتا ہوں؟ لہٰذا اس طرح تصور کرکے بندے کو اللہ پاک کا شکر کرنا چاہیے کہ اس نے اس سے بڑی مصیبت و بیماری نہیں بھیجی۔ (87) حضرتِ سیّدُنا امام شَعبی رحمۃُ اللہِ علیہ فرمایا کرتے تھے: لوگ اگر اپنے اوپر آئی ہوئی آفت کا اُس سے بڑی آفت کے ساتھ تقابل کرتے تو ضَرور بعض آفتوں کو عافیت (سلامتی) جانتے۔ (88)

بڑی نعمت:

تابعی بُزُرگ حضرتِ وہب بن مُنَبِّہ رحمۃُ اللہِ علیہ ایک دن ایک گونگے، بہرے اور مصیبت زدہ شخص کے پاس سے گزرے۔ ایک شخص نے پوچھا: کیا اس کے پاس کوئی نعمت موجود ہے؟

---

(86) مراٰۃ المناجیح، 3/59

(87) احیاء العلوم، 4/158

(88) تنبیہ المغترین، ص177

www.dawateislami.net

آپ رحمۃُ اللہِ علیہ نے ارشاد فرمایا: ہاں، یہ جو کچھ کھاتا پیتا ہے اس کا آسانی کے ساتھ حلق سے اتر جانا اور پھر پیشاب وغیرہ کی صورت میں جسم سے نکل جانا، یہ ان ظاہری فوت شدہ نعمتوں سے بڑی نعمت ہے۔[89]

(7) شکوہ و شکایت کا کچھ فائدہ نہیں بلکہ صبر کا ثواب کمانے کا موقع ضائع ہو جاتا ہے۔ اللہ پاک نے حضرت عزیر علیہ السّلام کی طرف وحی فرمائی: جب تم پر کوئی مصیبت آئے تو میری مخلوق سے شکایت نہ کرنا بلکہ مجھ سے عرض کرنا جیسا کہ میں مخلوق کی خطائیں فرشتوں کے سامنے بیان نہیں کرتا۔[90]

(8) مصیبت و بیماری دور کرنے کی تدبیر اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ وظائف بھی اپنے معمولات میں شامل رکھیے۔ ☆ مسلمان کے لیے سب سے بڑا وظیفہ نماز ہے۔ ☆ حضرت طلحہ بن مطرف رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: ایک مریض تھا جب اس کے پاس قراٰنِ پاک کی تلاوت کی جاتی تو وہ بیماری سے افاقہ محسوس کرتا، میں اس کے خیمہ میں گیا اور اس سے کہا کہ آج میں تمہیں تَندرست دیکھ رہا ہوں! اس نے جواب دیا کہ میرے پاس قراٰنِ پاک کی تلاوت کی گئی ہے۔[91] ☆ رسولُ اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: جو شخص اپنے گھر میں داخل ہوتے وقت سورۂ اِخلاص پڑھے گا تو یہ سورت اس گھر والوں اور اس کے پڑوسیوں سے محتاجی کو دور کر دے گی۔[92] ☆ امیرِ اہلِ سنّت دامت بَرَکَاتُہمُ العالیہ فرماتے ہیں: ”حَیّ“ اور

---

(89) تنبیہ المغترین، ص177

(90) احیاء العلوم، 4/164

(91) التبیان فی آداب حملۃ القراٰن للنووی، ص94

(92) معجم کبیر، 2/340، حدیث: 2419

www.dawateislami.net

"قَیُّوم" اللہ پاک کے صفاتی نام ہیں، اور اللہ پاک کے ہر نام میں بَرَکت ہی بَرَکت ہے۔ "یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ" بہت ہی بابَرَکت وِرد ہے۔ اگر کوئی مصیبت یا پریشانی آجائے تو بکثرت "یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ" پڑھیں اِن شآءَ اللہ آفتیں دور ہوں گی اور مشکلات حل ہو جائیں گی (**نوٹ:** وظیفہ کے اول آخر تین تین بار درود شریف پڑھنا ہے۔)[93]

گھر والوں کی ذمہ داری:

طویل عرصے سے مصیبت یا بیماری وغیرہ میں مبتلا شخص بعض اوقات چڑچڑا ہو جاتا ہے، بات ٹھیک سے سمجھ نہیں پاتا، بحث برائے بحث کرتا اور بعض اوقات مایوسی کی باتیں کرتا ہے تو ان اس کے گھر والوں اور ارد گرد کے لوگوں کو چاہیے کہ اس کی خدمت بھی کریں اور اپنے رویے سے بیزاری کا اظہار نہ کریں کہ اب اس کی خدمت ہمیں کرنی پڑ رہی ہے کیونکہ گھر والوں کی طرف سے بیزاری کی صورت میں مصیبت میں مبتلا شخص کی زندگی اداس اور ویران ہو جاتی ہے۔ اگر ہم ایسے شخص کی دل جوئی، حوصلہ افزائی کے ساتھ ساتھ عملی تعاون کریں گے تو ہمیں ثواب ملے گا۔ اللہ کریم ہمیں مصیبت سے بچائے اور مصیبت زدوں سے تعاون کرنے کی بھی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمِیْن بِجَاہِ خاتمِ النّبیّٖن صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

(93) ماخوذ از مدنی مذاکرہ، 11 جمادی الاخریٰ 1442ھ

پہلے خبر کنفرم کرلیجئے

ہمیں زندگی میں خوش کرنے والی خبریں بھی ملتی ہیں اور پریشان کرنے والی بھی! احتیاط اس میں ہے کہ دونوں قسم کی خبروں کو پہلی فرصت میں کنفرم کر لیا جائے کیونکہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ خوشی کی خبر ملی اور ہم جُھوم اُٹھے، بعد میں پتا چلا کہ یہ خوشی کی خبر ہمارے لئے نہیں تھی بلکہ کسی اور کے بارے میں تھی، اس پر ہمیں صدمہ اور افسوس ہوتا ہے۔ جیسے کئی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ اسپتال والوں نے خوشخبری دی کہ مبارک ہو آپ کا بیٹا پیدا ہوا ہے لیکن بعد میں پتا چلا کہ یہ خبر کسی اور کے لئے تھی۔ اسی طرح اسٹوڈنٹ کو پتا چلا کہ اس کی فرسٹ پوزیشن آئی ہے تو اس نے خوشیاں منائیں لیکن جب رول نمبر وغیرہ اچھی طرح ملایا گیا تو معلوم ہوا کہ پوزیشن کسی اور اسٹوڈنٹ کی آئی ہے۔ اسی طرح کا معاملہ نوکری ملنے کی خبر پر بھی ہوسکتا ہے۔

اسی طرح پریشان کن خبر کو بھی کنفرم کرلینا چاہئے تاکہ ہم خواہ مخواہ کی پریشانی سے بچ سکیں۔ جیسے انتقال کسی اور کا ہوا، لیکن اسے بتایا گیا کہ تمہارا فلاں عزیز فوت ہوگیا ہے تو اس کے دل و دماغ پر غم کے بادل چھا گئے لیکن جب فوتگی والے گھر پہنچا کہ وہ رشتہ دار تو زندہ سلامت ہے۔ چنانچہ اس طرح کی خبر کو بھی کراس چیک کرلینا چاہئے۔

امی جان کا انتقال؟

اسی نوعیت کا واقعہ بلال عطّاری مدنی کے ساتھ پیش آیا، انہی کی زبانی سنئے: یہ 2011ء کی بات ہے کہ میں درجہ سابعہ (7th Year) میں تفسیرِ بیضاوی کا سبق پڑھ رہا تھا۔ اس دوران ناظم صاحب کو لینڈ لائیڈ پر کال آئی کہ میں بلال کی ہمشیرہ ہوں، میری امی کا انتقال ہوگیا ہے۔

ناظم صاحب نے فوری طور پر استادِ محترم کو آکر بتایا: بلال بھائی کے گھر سے فون آیا ہے کہ ان کی والدہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ یہ سنتے ہی میں فوری طور پر غم اور صدمے کی حالت میں کلاس سے گھر کیلئے نکل گیا۔ استاد صاحب نے دُعائے مغفِرت کی اور فوری طور پر ایک اسٹوڈنٹ کو بھیجا کہ ان کو گھر چھوڑ آیئے۔ جب میں گھر پہنچا تو امی جان سامنے کھڑی تھیں میں بھاگ کر ان سے لپٹ گیا۔ پھر انہیں ساری بات بتائی تو انہوں نے اصل صورتِ حال سے آگاہ کیا کہ حقیقت میں انتقال آپ کی رضاعی ہمشیرہ کی ساس کا ہوا ہے، جنہیں وہ امی کہہ کر پکارتی تھی۔ اب بات کھلی کہ میری رضاعی بہن نے جب ناظم صاحب کو ایمرجنسی کال میں یہ کہا کہ میں بلال کی ہمشیرہ بول رہی ہوں، میری امی کا انتقال ہو گیا ہے، تو کسی بھی شخص کی طرح وہ یہ سمجھے کہ جب فون کرنے والی بلال بھائی کی بہن ہے اور وہ اپنی امی کی فوتگی کی خبر دے رہی ہے تو انتقال بلال بھائی کی امی کا ہوا ہے اور یہی خبر انہوں نے استاد صاحب کی وساطت سے مجھے دی۔ بہر حال اس سارے دورانیے میں میری جو حالت ہوئی وہ میں ہی جانتا ہوں۔

اپنی غلطی مان لیجئے

غلطی کس سے نہیں ہوتی، اَلْاِنْسَانُ مُرَکَّبٌ مِّنَ السَّھْوِ وَالنِّسْیَانِ یعنی انسان خطا اور نسیان کا مرکب ہے۔[(94)] اس حوالے سے ہمیں کئی قسم کے لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے؛

(1) وہ جنہیں اپنی غلطی کا احساس ہو جاتا ہے اور وہ اس کی معافی بھی مانگ لیتے ہیں۔

(2) وہ جنہیں اپنی غلطی کا احساس ہو جاتا ہے لیکن وہ اپنے کئے کی معافی نہیں مانگتے۔

(3) وہ جنہیں اپنی غلطی کا احساس نہیں ہوتا اور نہ وہ اس کی معافی مانگتے ہیں۔ ان میں سے پہلی قسم کے لوگ دنیا و آخرت میں کامیابیاں سمیٹتے ہیں۔

جب غلطی کی نشاندہی ہو اسی وقت اپنی غلطی کو تسلیم کرکے معذرت کرلیں تو بات چند سیکنڈز میں ختم ہو سکتی ہے، مگر دوسری قسم میں شامل کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جن سے کوئی غلطی ہو جائے تو اسے تسلیم نہیں کرتے بلکہ سمجھانے پر اس بات پر دلائل دینا شروع کردیتے ہیں کہ ہماری تو کوئی غلطی ہی نہیں تھی لیکن آخر کار ان کے دلائل کمزور ثابت ہوتے ہیں اور انہیں اپنی غلطی ماننی ہی پڑتی ہے اور سوری کہنا پڑتا ہے۔

اسلامی احکام سکھانے کے حوالے سے زبردست پرسنالٹی مفتیِ اسلام ہے۔ لیکن ان کے لئے بھی فقہائے کرام نے غلطی تسلیم کرنے کے بارے میں کیا تاکید کر رکھی ہے، توجہ سے پڑھئے چنانچہ صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علّامہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃُ اللہِ علیہ نے 500 بہترین علمائے دین کی مرتب کردہ کتاب فتاویٰ عالمگیری سے نقل کیا: مفتی کے لئے یہ ضروری ہے کہ بردبار خوش خلق ہنس مکھ ہو نرمی کے ساتھ بات کرے غلطی ہو جائے تو واپس لے

---

(94) روح البیان، 3/548

اپنی غلطی سے رجوع کرنے میں کبھی دریغ نہ کرے یہ نہ سمجھے کہ مجھے لوگ کیا کہیں گے کہ غلط فتویٰ دے کر رجوع نہ کرنا حیاسے ہو یا تکبر سے بہر حال حرام ہے۔[95]

غلطی ہو جانے پر رجوع کے واقعات

دینی بزرگ خطا اور سہو ہو جانے کے بعد نہ صرف اس کو تسلیم کرتے تھے بلکہ اس کا ازالہ اور وضاحت بھی کر دیا کرتے تھے اسے اپنی شان کے خلاف نہیں سمجھتے تھے، بطورِ مثال چند حیران کن واقعات پڑھئے، چنانچہ

(1) تم نے صحیح کہا:

حضرت عبد الرحمٰن بن مَہدِی رحمۃُ اللهِ علیہ فرماتے ہیں: ہم ایک جنازے میں شریک تھے جس میں بصرہ کے قاضی حضرت عبیدُ الله بن حسن عَنْبَری رحمۃُ اللهِ علیہ بھی تشریف لائے ہوئے تھے، لوگوں میں آپ کا بہت مقام و مرتبہ تھا، وہاں آپ رحمۃُ اللهِ علیہ نے کوئی مسئلہ بیان کیا جس میں آپ سے سہو ہو گیا (یعنی غلطی ہوگئی)۔ میں اس وقت کم سِن تھا مگر میں نے عرض کی: عالیجاہ! مسئلہ یوں نہیں ہے، آپ حدیث مبارکہ پر غور کر لیں۔ یہ سن کر لوگ مجھ پر چڑھائی کرنے لگے مگر قاضی صاحب نے فرمایا: اسے کچھ مت کہو! (پھر مجھ سے پوچھا:) یہ مسئلہ پھر کیسے ہے؟ میں نے مسئلہ عرض کر دیا۔ حالانکہ میں بہت چھوٹا تھا پھر بھی آپ رحمۃُ اللهِ علیہ نے سن کر ارشاد فرمایا: بیٹا! تم نے صحیح کہا، میں تمہارے قول کی طرف رجوع کرتا ہوں۔[96]

---

(95) دیکھئے: فتاویٰ عالمگیری، 3/309- بہارِ شریعت، 2/912

(96) حلیۃ الاولیاء، 9/6، رقم: 12855

(2) باقاعدہ اعلان کروایا:

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت حسن بن زِیاد رحمۃُ اللہِ علیہ سے کسی شخص نے سُوال کیا، آپ رحمۃُ اللہِ علیہ نے اس کو جواب دیا لیکن اس میں تسامُح ہو گیا (یعنی غلطی ہو گئی) اُس شخص کو جانتے نہیں تھے لہٰذا اس غَلَطی کی تَلافی (اِزالے) کے لئے آپ رحمۃُ اللہِ علیہ نے ایک شخص کو بطورِ اَجیر (یعنی اُجرت پر) لیا جو یہ اعلان کرتا تھا کہ: جس نے فُلاں دن، فُلاں مسئلہ پوچھا تھا اس کے دُرُست جواب کے لئے حضرت سیِّدُنا حسن بن زِیاد رحمۃُ اللہِ علیہ کی طرف رُجوع کرے۔ حضرت سیِّدُنا حسن بن زِیاد رحمۃُ اللہِ علیہ نے کئی روز تک فتویٰ نہیں دیا یہاں تک کہ وہ (مطلوبہ) شخص آپ رحمۃُ اللہِ علیہ کی خدمتِ بابَرَکت میں حاضِر ہوا اور آپ رحمۃُ اللہِ علیہ نے اُس کو دُرُست مسئلہ بتایا۔[97]

(3) درست مسئلہ بتانے کیلئے ننگے پاؤں بھاگے:

حضرت شیخ جلیل ابوالحسن رحمۃُ اللہِ علیہ کے پاس ایک عورت آئی اور ایک شَرعی مسئلے کے بارے میں فتویٰ لیا اور رُخصت ہو گئی کچھ ہی دیر گزری تھی کہ شیخ جلیل رحمۃُ اللہِ علیہ ایک دم پریشان ہو کر اُٹھے اور ننگے پاؤں اس عورت کے پیچھے گئے، اس سے فتویٰ واپس لیا اور لوٹ آئے۔ آپ رحمۃُ اللہِ علیہ کے شاگردوں نے جب اس بارے میں دریافت کیا تو فرمایا: میرے دل میں یہ بات کھٹکی کہ مجھے جواب دینے میں کچھ وہم ہوا ہے اس لئے میں فتویٰ واپس لینے کے لئے خود گیا کہ وہ عورت کہیں دور نہ نکل جائے۔ شاگردوں نے عَرض کی: حضور! آپ ہمیں فرمادیتے! فرمایا: اوّل تو یہ تمہارا کام نہیں تھا پھر اگر میں تمہیں کہہ بھی دیتا تو تم اپنے جوتے پہن کر آرام آرام سے جاتے اور تمہیں یہ بھی پتا نہ چلتا کہ وہ عورت کس طرف گئی ہے۔[98]

---

(97) اَدبُ المُفتِی والمُستَفتِی لابنِ الصَّلاح، ص46 ملخصاً
(98) المدخل لابن الحاج، جز1، 1/305

(4) پیشگی اعلان کر دیتے ہیں:

امیرِ اہلِ سنّت حضرت علّامہ مولانا محمد الیاس عطّاؔر قادری رضوی دامت بَرَکَاتُہُمُ العالیہ جب بھی (سوال جواب کا سلسلہ) مدنی مذاکرہ فرماتے ہیں تو اس کے شروع میں یہ بھی فرماتے ہیں: "آپ سوالات کیجئے، ہر سوال کا جواب اور وہ بھی بالصواب (یعنی بالکل دُرُست) دے پاؤں یہ ضروری نہیں، اگر بھول کرتا پائیں تو فوراً میری اِصلاح فرمائیں، مجھے آئیں بائیں شائیں کرتا، اپنے مؤقف پر بلاوجہ اَڑتا نہیں بلکہ شکریہ کے ساتھ رجوع کرتا پائیں گے۔" اگر مدنی مذاکرے کے دوران کبھی کوئی غلطی ہو بھی جائے تو آپ دامت بَرَکَاتُہُمُ العالیہ توجہ دلانے پر نہ صرف اس سے رجوع فرماتے ہیں بلکہ ضرورتاً اس کی تشہیر بھی کرتے ہیں تاکہ دُرست مسئلہ ہر ایک تک پہنچ سکے۔

اسی طرح کسی کو مسئلہ بتانے میں معمولی سی بھی کمی بیشی ہو جاتی تو آپ دامت بَرَکَاتُہُمُ العالیہ فوراً مسئلہ پوچھنے والے کو دُرست مسئلہ بتاتے ہیں جیسا کہ ایک بار آپ دامت بَرَکَاتُہُمُ العالیہ کے پاس کوئی مسئلہ معلوم کرنے آیا، آپ نے اس کو مسئلہ بتا دیا اور وہ مسئلہ معلوم کرکے چلا گیا، اس مسئلے کا کوئی حصہ رہ گیا تھا جو آپ اس اسلامی بھائی کو نہیں بتا سکے تو آپ دامت بَرَکَاتُہُمُ العالیہ فوراً اس اسلامی بھائی کے پیچھے گئے اور اس کو مسئلے کا وہ حصہ بھی بتا دیا۔

اللہ پاک ہمیں اپنی غلطی مان لینے کی راہ میں رکاوٹ بننے والی تمام چیزوں مثلاً شرم اور تکبر اور سستی کو دور کرنے اور اپنی غلطی مان لینے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ خَاتَمِ النَّبِیّٖن صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

www.dawateislami.net

دوسروں کو دیجئے

ہم خواہی نخواہی ہر کام میں اپنا فائدہ ضرور ڈھونڈتے ہیں کہ "مجھے کیا ملے گا؟" اس میں حرج نہیں لیکن ہمیں یہ بھی سوچنا چاہیئے کہ "میں دوسروں کو کیا دے سکتا ہوں؟" جب ہم مخلص (Sincere) ہو کر کسی کو کچھ دیں گے تو کسی نہ کسی صورت میں ہمیں بھی فائدہ پہنچے گا کہ مشہور ہے: "اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے۔" دوسروں کا سوچنے والے کو کیسا فائدہ ہوا؟ اس کا اندازہ اس روایت سے لگایئے کہ حضورِ اقدس صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم فرماتے ہیں: ایک درخت کی شاخ بیچ راستہ پر تھی، ایک شخص گیا اور کہا: میں اُس کو مسلمانوں کے راستہ سے دُور کر دوں گا کہ اُن کو ایذا نہ دے، وہ جنت میں داخل کر دیا گیا۔[99]

بہر حال ہم اپنی ذات سے دوسروں کو جتنا نفع اور فائدہ پہنچا سکتے ہیں، پہنچانا چاہیئے۔ اسی کی نصیحت ہمارے پیارے رسول محمدِ عربی صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمائی ہے: مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ اَنْ يَّنْفَعَ اَخَاهُ فَلْيَنْفَعْهُ یعنی تم میں سے جو کوئی اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکتا ہو تو اُسے نفع پہنچائے۔[100]

نفع پہنچانے کی کئی صورتیں ایسی ہیں جن میں ہماری تھوڑی بہت رقم خرچ ہوتی ہے جیسے کسی نادار مریض کو دوائی خرید دینا یا کسی غریب قرض دار کا قرض ادا کر دینا وغیرہ۔ کچھ لوگوں کا کہنا یہ ہوتا ہے کہ ہم کسی کے کام کیسے آئیں؟ ہم تو خود مالی مشکلات میں گھرے ہوئے ہیں۔ ایسوں کی خدمت میں گزارش ہے "جیب چاہے چھوٹی ہو دل بڑا ہونا چاہیئے۔" یہ

---

(99) مسلم، ص1081، حدیث: 6670

(100) مسلم، ص931، حدیث: 5731

www.dawateislami.net

ضروری نہیں کہ لمبی چوڑی رقم خرچ کرکے ہی کسی کو فائدہ پہنچایا جاسکتا ہے۔ آپ اپنی حیثیت کے مطابق تھوڑے پیسوں سے بھی کسی کو فائدہ پہنچاسکتے ہیں مثلاً کسی غریب اور نادار طالب علم کو بال پوائنٹ خرید دیجئے جو چند روپوں کا آجاتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ ہم دوسروں کو بہت سے ایسے فوائد (Benefits) پہنچاسکتے ہیں جن میں ہمارا ایک روپیہ بھی خرچ نہیں ہوتا جیسے؛

(1) علمِ دین سکھایئے:

فی زمانہ میڈیا و سوشل میڈیا کی چمک دمک نے جہالت کے اندھیرے بڑھا دیئے ہیں۔ ان اندھیروں کو چراغِ علم کی روشنی سے ہی دُور کیا جاسکتا ہے۔ یہ علم ہی ہے جو ایک مسلمان کو فرائض وواجبات کی ادائیگی کا طریقہ اور زندگی گزارنے کا سلیقہ سکھاتا ہے۔ ہم کسی کو علمِ دین سکھاسکتے ہیں جبکہ اس کی اہلیت رکھتے ہوں۔ علم سکھانا صدقۂ جاریہ بھی ہے، ابن ماجہ میں ہے: نبیِّ اکرم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: اِنَّ مِمَّا يَلْحَقُ الْمُؤْمِنَ مِنْ عَمَلِهٖ وَحَسَنَاتِهٖ بَعْدَ مَوْتِهٖ عِلْمًا عَلَّمَهُ وَنَشَرَهُ یعنی مومن کو مرنے کے بعد اس کے عمل اور نیکیوں میں سے جو کچھ پہنچتا ہے اس میں وہ علم بھی ہے جسے وہ سکھا اور پھیلا گیا۔ [101] حضورِ اکرم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: تم میں بہتر وہ ہے جو قراٰن سیکھے اور سکھائے۔ [102] لہٰذا قراٰن سکھانا بھی دوسروں کو دینے کی ایک صورت ہے۔

---

(101) ابن ماجۃ، 1/157، حدیث: 242

(102) بخاری، 3/410، حدیث: 5027

(2)نیکی کی دعوت دیجئے:

بُرائی سے روکنے اور نیکی کرنے کی ترغیب فرد اور معاشرے میں تبدیلی لاسکتی ہے۔اس میں اپنا کردار ادا کیجئے۔

(3)محبت کیجئے:

کسی سے اس لئے محبت رکھنا کہ وہ میرا مسلمان بھائی ہے، ایمانی تقاضا ہے۔سرکارِ مدینہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ”ایمان کے بعد سب سے افضل عمل لوگوں سے محبت کرنا ہے۔“[103]

(4)خوشیاں بانٹئے:

کسی کو چھوٹی چھوٹی خوشیاں دینے میں ہمارا کچھ بھی خرچ نہیں ہوگا لیکن کسی کی خزاں رسیدہ زندگی پُر بہار ہوسکتی ہے۔ فرمانِ مصطفےٰ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم ہے: اِنَّ اَحَبَّ الْاَعْمَالِ اِلَى اللّٰهِ بَعْدَ الْفَرَائِضِ اِدْخَالُ السُّرُوْرِ عَلَى الْمُسْلِمِ یعنی اللہ پاک کے نزدیک فرائض کی ادائیگی کے بعد سب سے افضل عمل مسلمان کا دل خوش کرنا ہے۔[104] فیضُ القدیر میں ہے: فرضِ عین یعنی فرض نماز، روزے، زکوٰۃ اور حج وغیرہ کی ادائیگی کے بعد اللہ پاک کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل یہ ہے کہ مسلمان کو خوش کیا جائے۔ خواہ اسے کچھ دے کر یا اس سے غم اور تکلیف کو دور کر کے یا مظلوم کی مدد کر کے یا اس کے علاوہ ہر وہ عمل جو خوش کرنے کا ذریعہ ہو۔[105]

---

(103)جامع الاحادیث:2/13، حدیث:3495

(104)معجم کبیر، 11/59، حدیث:11079

(105)دیکھئے: فیض القدیر، 1/216، تحت الحدیث:200

(5)عزت دیجئے:

کسی کو اس کی حیثیت کے مطابق عزت و احترام دینا اسلامی اخلاق کا تقاضا ہے، رسولُ اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے حکم فرمایا ہے: اَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُم یعنی لوگوں کو ان کے مراتب و درجات کے مطابق اُتارو۔[(106)] یعنی ان کے مقام کے مطابق ان کی عزت افزائی اور مہمان نوازی کرو۔

اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہُ عنہا کے حضور ایک سائل حاضر ہوا اسے ٹکڑا عطا فرمایا، ایک ذی عزت مسافر گھوڑے پر سوار حاضر ہوا اس کی نسبت فرمایا کہ باعزاز اُتار کر کھانا کھلایا جائے۔

امامِ اہلِ سنّت اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرّحمٰن یہ واقعہ نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: اصل مدار نیت پر ہے اگر سائل کو بوجہ اس کے فَقر (غربت) کے ذلیل سمجھے اور غنی کو بوجہ اس کی دنیا کے عزت دار جانے تو سخت بیجا سخت شنیع (ناپسندیدہ) ہے اور اگر ہر ایک کے ساتھ خُلقِ حَسَن (خوش اخلاقی) منظور ہے تو جتنا جس کے حال کے مناسب ہے اس پر عمل ضرور ہے۔[(107)]

(6)سفارش کیجئے:

اگر آپ کسی کی جائز سفارش کر سکتے ہیں تو ضرور کرنی چاہئے۔ حضورِ انور صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جو کوئی اپنے مسلمان بھائی اور کسی صاحبِ حیثیت کے درمیان بھلائی پہنچنے یا

---

(106)ابو داؤد، 4/343، حدیث:4842

(107)فتاویٰ رضویہ، 24/378

www.dawateislami.net

تنگی کے آسان ہونے میں مدد گار بنا تو اللہ تبارک وتعالیٰ پل صراط پر اس کی مدد فرمائے گا جس دن قدم ڈگمگا رہے ہوں گے۔ (108)

(7) عزت کا تحفظ کیجئے:

کسی کے بارے میں مَن گھڑت منفی باتیں کی جارہی ہوں اور وہ اپنے دفاع سے عاجز ہو تو ہم اس کے بارے میں مثبت باتیں کر کے اس کی عزت کا تحفظ کر سکتے ہیں۔ حضور سرورِ کونین صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جو بھی اپنے مسلمان بھائی کی عزت کی حفاظت کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی جہنم سے حفاظت فرمائے گا۔ (109)

(8) مسکراہٹیں پھیلائیے:

اسٹریس اور ٹینشن میں مبتلا ہونے والے لوگ عموماً مسکرانا بھول چکے ہوتے ہیں۔ انہیں مسکراہٹ کا تحفہ دے دیجئے۔ آپ ان کے سامنے مسکرائیں گے تو جواب میں وہ بھی مسکرا دیں گے۔ مسکرانے میں آپ کی کوئی رقم خرچ نہیں ہوگی لیکن آپ کو صدقہ کا ثواب مل جائے گا کہ حدیث پاک میں ہے: "اپنے بھائی کے سامنے مسکرانا بھی صدقہ ہے۔" (110)

(9) شکریہ ادا کیجئے:

اپنے ساتھ بھلائی کرنے والے کا شکریہ ادا کیجئے چاہے وہ بھلائی بڑی ہو یا چھوٹی! فرمانِ مصطفیٰ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم ہے: جو لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا شکر گزار نہیں ہو سکتا۔ (111)

---

(108) دیکھئے: مجمع الزوائد، 8/349، حدیث: 13709

(109) شرح السنۃ، 6/494، حدیث: 3422

(110) ترمذی، 3/384، حدیث: 1963

(111) ابوداؤد، 4/335، حدیث: 4811

www.dawateislami.net

مِراۃُ المناجیح میں ہے: بندہ کا شکریہ ہر طرح کا چاہئے؛ دِلی، زبانی، عملی، یوں ہی رب کا شکریہ بھی ہر قسم کا کرے۔[112]

(10) عیب چھپائیے:

انسان بھول اور خطا کا مرکب ہے، خوبیوں کے ساتھ ساتھ خامیاں بھی اس کی ذات کا حصہ ہوتی ہیں۔ ایسے میں ہمیں کسی کے پوشیدہ عیبوں کا پتا چل جائے تو پَردہ پوشی (Concealment) کرکے اسے رسوائی سے بچانا چاہئے، فرمانِ مصطفےٰ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم ہے: جس نے کسی مسلمان کی **پَردہ پوشی** کی اللہ پاک دنیا و آخرت میں اس کی **"پَردہ پوشی"** فرمائے گا۔[113] مراۃ المناجیح میں ہے: چُھپے ہوئے عیب ظاہر نہ کرے! بشرطیکہ اس ظاہر نہ کرنے سے دین یا قوم کا نقصان نہ ہو، ورنہ ضرور ظاہر کردے۔[114]

(11) عیادت کیجئے:

بیمار ہونے والا ایک وقت میں کئی آزمائشوں کا شکار ہو سکتا ہے؛ جسم میں درد، نیند میں کمی، دوائیوں کے اثرات، چلنے پھرنے میں دشواری، صحت یابی کا انتظار، علاج پر آنے والے اخراجات کی ادائیگی کی پریشانی، اس کے ساتھ ساتھ بیمار کو تنہائی کا بھی سامنا ہوتا ہے۔ ایسے میں ہم مریض کی دیکھ بھال کریں یا اس کی خیر خبر لے لیں تو اس کی دلجوئی ہوگی۔ بیمار کی عیادت سماجی زندگی کا حسن بھی ہے اور کارِ ثواب بھی۔ فرمان مصطفےٰ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم ہے: جو مسلمان کسی مسلمان کی عیادت کے لئے صبح کو جائے تو شام تک اور شام کو جائے تو صبح تک

(112) مراۃ المناجیح، 4/357
(113) مسلم، ص1110، حدیث: 6853، ملتقطاً
(114) مراۃ المناجیح، 1/189

www.dawateislami.net

ستر ہزار فرشتے اس کیلئے استغفار کرتے ہیں اور اس کے لئے جنت میں ایک باغ ہو گا۔[115]

(12)تعزیت کیجئے:

اسی طرح رنج واَلم کی کڑی دھوپ میں جلنے والے دُکھیاروں سے اظہار ہمدردی بھی کرنا چاہئے۔ احادیث میں اس کے فضائل بیان ہوئے ہیں، فرمانِ مصطفےٰ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم ہے: جو کسی غمزدہ شخص سے تعزیت کرے گا اللہ پاک اُسے تقویٰ کا لباس پہنائے گا اور رُوحوں کے درمیان اس کی رُوح پر رَحمت فرمائے گا اور جو کسی مصیبت زدہ سے تعزیت کرے گا اللہ پاک اُسے جنّت کے جوڑوں میں سے دو ایسے جوڑے پہنائے گا جن کی قیمت دنیا بھی نہیں ہو سکتی۔[116]

ہم دوسروں کو وہ کچھ بھی دے سکتے ہیں جس کا تذکرہ ان دو فرامینِ مصطفےٰ میں موجود ہے: دو شخصوں میں عدل کرنا صدقہ ہے، کسی کو جانور پر سوار ہونے میں مدد دینا یا اُس کا اسباب اُٹھا دینا صدقہ ہے اور اچھی بات صدقہ ہے اور جو قدم نماز کی طرف چلے گا صدقہ ہے، راستہ سے اذیت کی چیز دور کرنا صدقہ ہے۔[117] اپنے بھائی کے سامنے مسکرانا بھی صدقہ ہے، نیک بات کا حکم کرنا بھی صدقہ ہے، بُری بات سے منع کرنا صدقہ ہے، راہ بھولے ہوئے کو راہ بتانا صدقہ ہے، کمزور نگاہ والے کی مدد کرنا صدقہ ہے، راستہ سے پتھر، کانٹا، ہڈی دور کرنا صدقہ ہے، اپنے ڈول میں سے اپنے بھائی کے ڈول میں پانی ڈال دینا صدقہ ہے۔[118]

---

(115)ترمذی، 2/290، حدیث:971
(116) معجم اوسط، 6/429، حدیث:9292
(117)مسلم، ص391، حدیث:2335
(118)ترمذی، 3/384، حدیث:1963

www.dawateislami.net

آخری بات:

اسی طرح غور کرتے چلے جایئے تو ایک طویل فہرست بنے گی کہ ہم دوسروں کو کیا کچھ دے سکتے ہیں مثلاً ☆کسی کو اپنا وقت دے سکتے ہیں ☆اسے مایوسی کی دلدل سے نکال سکتے ہیں ☆اچھا مشورہ دے سکتے ہیں ☆کوئی ہُنر سکھا سکتے ہیں ☆دُعا دے سکتے ہیں ☆اپنا تجربہ شیئر کرسکتے ہیں ☆موٹیویٹ کرسکتے ہیں ☆کیریئر کونسلنگ کرسکتے ہیں ☆روڈ پار کرنے میں مدد کرسکتے ہیں اور ایڈریس بتانے میں مدد کرسکتے ہیں۔ محدثِ اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد رحمۃُ اللہِ علیہ کی خدمت میں آنے والوں میں سے بعض عرض کرتے کہ ہم نے فتویٰ لکھوانا ہے تو محدثِ اعظم یوں نہ فرماتے کہ جاؤ نیچے دارُالافتاء میں جاکر لکھوالو، بلکہ کسی طالبِ علم سے فرماتے: مولانا! دیکھو یہ صاحب گاؤں سے آئے ہیں، انہیں دارُالافتاء معلوم نہیں، لہٰذا ان کو دارُالافتاء میں لے جاؤ اور مفتی صاحب کو کہو کہ ان کو فتویٰ بھی لکھ دیں اور چائے بھی پلائیں۔(119)

عظمتوں کی بلندی پر فائز محدثِ اعظم پاکستان رحمۃُ اللہِ علیہ کا کم پڑھے لکھے دیہاتیوں کی مدد کرنے اور انہیں فائدہ پہنچانے کا یہ انداز بڑا منفرد تھا کہ یہ راہنمائی کرنے کے بعد کہ تحریری فتویٰ کہاں سے ملے گا؟ دارُالافتاء کی تلاش میں پریشانی سے بچانے کے لئے کسی طالبِ علم کو ان کے ساتھ بھی کردیا کرتے۔

اللہ کریم ہمیں بُزرگانِ دین کی پیروی کرنے اور دوسروں کو اپنی ذات سے فائدہ پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمِیْن بِجَاہِ خَاتَمِ النَّبِیّٖن صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

---

(119) حیات محدث اعظم، ص179۔

www.dawateislami.net

پوچھ کر دیکھ لیجیے

بیرونِ ملک مقیم ایک شخص نے بتایا کہ میں منہ اندھیرے چلنے والی ٹرین سے اپنی نوکری پر جایا کرتا تھا۔ٹرین میں صبح صبح تمام مسافروں کو ایک ایک کپ چائے پیش کی جاتی تھی۔ایک دن مجھے چائے کی مزید طلب ہوئی تو میں نے ساتھ بیٹھے آدمی سے پوچھا: کیا آپ اور چائے پئیں گے ؟اس کا جواب تھا کہ آپ کا دماغ خراب ہو گیا ہے،ٹرین والے ہر مسافر کو ایک ہی کپ چائے کا دیتے ہیں۔ اس کے جارحانہ جواب سے میں بدمزہ تو ہوا لیکن میں نے پوچھ کر دیکھنے کا فیصلہ کیا اور ویٹر کو بلا کر پوچھا: ایک کپ چائے اور مل سکتی ہے ؟اس نے کہا: کیوں نہیں!اور میرے لیے گرما گرم چائے لے آیا۔اب میں نے ساتھ والے آدمی کو دوبارہ چائے کی دعوت دی تو وہ شرمندہ سا ہو کر بولا: نہیں!میرا موڈ نہیں ہے۔

اس دنیا میں ہمارے بہت سے کام ایک دوسرے پر موقوف ہوتے ہیں جیسے اسٹوڈنٹ اور ٹیچر،اولاد اور والدین، دکاندار اور خریدار،افسر اور ملازم وغیرہ کو ایک دوسرے سے کام پڑتا رہتا ہے۔جب ہمیں کسی سے کام پڑتا ہے تو تین قسم کے خیالات ہمارے ذہن میں ہوتے ہیں؛(1)یہ ہمارا کام کر دے گا یعنی 100 فیصد چانس(2)پتا نہیں کہ یہ ہمارا کام کرے گا یا نہیں؟ففٹی ففٹی چانس(3)یہ کبھی ہمارا کام نہیں کرے گا(زیرو چانس)۔تیسری صورت میں ہم ایسے شخص کو کام ہی نہیں کہتے حالانکہ پوچھ لینے میں حرج نہیں کہ کیا آپ میرا یہ کام کر دیں گے ؟یا یہ کام ہو سکتا ہے ؟یاد رکھیے یہ امکانات کی دنیا ہے،ہو سکتا ہے کہ آپ کا کام ہو جائے۔

چند مثالیں:

☆اسٹوڈنٹ کو کلاس میں سبق سمجھ نہ آئے تو اپنا یہ ذہن نہ بنائے کہ میرے ٹیچر بہت

مصروف شخص ہیں، یہ کہاں مجھے الگ سے سبق سمجھائیں گے، بلکہ پوچھ کر دیکھ لے، عین ممکن ہے کہ بیزی ہونے کے باوجود ٹیچر اس پر شفقت کریں اور الگ سے سبق سمجھا دیں۔ ☆بچے کو دوستوں کے ساتھ کسی جگہ جانا ہو، کچھ اسپیشل کھانا ہو یا روٹین سے ہٹ کر کوئی چیز خریدنی ہو تو وہ اپنے ابو یا امی سے اجازت لینے سے یہ سوچ کر گھبراتا ہے کہ میرے والدین بہت سخت ہیں وہ کبھی اجازت نہیں دیں گے تو والدین سے مہذب انداز میں پوچھ کر دیکھ لے، ہوسکتا ہے کہ والدین لچک کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے مطلوبہ کام کی اجازت دے دیں۔ ☆دکاندار جب خریدار کو کسی چیز کی قیمت بتا کر کہتا ہے کہ یہ فائنل ریٹ ہے تو خریدار اس چیز کو خریدنے کا ارادہ ہی ترک کر دیتا ہے حالانکہ اسے چاہیے کہ پوچھ کر دیکھ لے کہ کچھ گنجائش نکل سکتی ہے؟ تو اکثر گنجائش نکل ہی آتی ہے۔ اسی طرح ہم کچھ لوگوں کو نمازِ باجماعت پڑھنے، روزہ رکھنے، دعوتِ اسلامی کے قافلوں میں سفر کرنے، اجتماعات میں شریک ہونے کی دعوت دینے سے یہ سوچ کر کتراجاتے ہیں کہ یہ کہاں ہماری بات مانے گا؟ لیکن ایسے سینکڑوں بلکہ ہزاروں واقعات ریکارڈ پر ہیں کہ جب مبلغینِ دعوتِ اسلامی نے ایسوں کو نرمی سے دعوت دی تو انہوں نے اس پر لبیک کہا اور بتدریج دعوتِ اسلامی کے دینی ماحول میں شامل ہو گئے۔ بہر حال! اس طرح کی سینکڑوں مثالیں معاملاتِ حیات میں تلاش کی جاسکتی ہیں۔

جھگڑے سے بچنے کے طریقے

گھر کا سکون جن چیزوں سے وابستہ ہے ان میں سے ایک **"جھگڑے** (Dispute)**"** سے بچنا بھی ہے، چنانچہ جس گھر میں میاں بیوی، ساس بہو، بھائی بہن، بھائی بھائی کی آپس میں نہ بنتی ہو، ہر ایک ہاتھ میں گویا بارُودی مواد (Explosives) لے کر گھومتا ہو کہ جونہی کسی نے ذرا سی بات کی فوراً آگ کا شعلہ بھڑک اُٹھے اور **"جھگڑا"** شروع ہوجائے، اُس گھر میں اَمن وسکون کی فضا قائم ہونے کے بجائے ٹینشن (Tension) کی کیفیت دکھائی دیتی ہے۔ **"جھگڑے"** میں نقصان دونوں فریقوں کا ہوتا ہے، یہ الگ بات ہے کہ کسی کا کم تو کسی کا زیادہ۔ جس میں ذرا سی بھی عقل ہوگی وہ کبھی بھی **"جھگڑے"** کو اچھا نہیں سمجھے گا، لیکن ذرا سی بات پر جھگڑنے والوں کی عقل پر نہ جانے کونسا پردہ پڑ جاتا ہے کہ انہیں اپنی عزت ووقار کا احساس رہتا ہے نہ سامنے والے کی عزت کا! "زبان درازی، دل آزاری، طنز، طعنے، تہمت لگانا، عیب کھولنا، گالم گلوچ، ہاتھا پائی اور طلاق!" خدا کی پناہ! کیا کچھ نہیں ہوجاتا اس **"جھگڑے"** میں؟ جھگڑالو شخص کی مذمت کرتے ہوئے **مدنی تاجدار** صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو لوگوں میں سب سے ناپسند وہ لوگ ہیں جو شدید **"جھگڑالو"** ہیں۔ (120)

پیارے اسلامی بھائیو! آپس میں صلح اور پیار محبّت کے ساتھ رہنے میں فائدہ ہے جبکہ جھگڑے میں نقصان، تو ہمیں ایسا کچھ کرنا چاہیے کہ جھگڑے کی نوبت ہی نہ آئے۔ جھگڑا چھوڑنے کی فضیلت بیان کرتے ہوئے سرکارِ مدینہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: جو شخص

---

(120) بخاری، 2/130، حدیث: 2457

www.dawateislami.net

حق پر ہونے کے باوجود جھگڑا چھوڑ دے، اس کے لیے جنت کے بیچ میں گھر بنایا جائے گا۔(121)

14 مدنی پھولوں کا مدنی گلدستہ

ان مدنی پھولوں پر عمل کرکے جھگڑے سے بچا جاسکتا ہے:

☆ہر شخص کا مزاج الگ الگ ہوتا ہے مثلاً کسی کو سالن میں تیز مرچ اچھی لگتی ہے تو کسی کو ہلکی، دوسروں کو اپنے مزاج کا پابند نہ بنائیں، درمیانہ راستہ نکالنا ہی دانشمندی ہے۔ ☆غلطیاں کس سے نہیں ہوتیں! خود ہی پر غور کرلیجئے، اپنی ”بڑی غلطی“ پر ہلکی سی سوری (Sorry) اور دوسروں کی ”چھوٹی غلطی“ پر پاؤں پکڑ کر، زمین پر ناک رگڑ کر معافی مانگنے کا تقاضا کرنا **”جھگڑے“** کا راستہ کھولتا ہے۔ ☆ہر معاملے میں اپنی من مانی کرنا دوسروں کو تنگی میں مبتلا کرنے والی بات ہے، دوسروں کی بھی سنیں پھر اس کے فائدے دیکھئے۔ ☆ہر بات میں حکم چلانا: ”آج یہ پکالو، یہاں نہیں جانا، آج وہاں نہیں جانا، دیواروں پر فلاں رنگ ہوگا“ یہ انداز آپ کی شخصیت کو چار چاند نہیں لگائے گا، اپنے انداز میں لچک و گنجائش لائیں، کبھی مشورہ دینے کا انداز اپنا کر دیکھیں مثلاً اگر چاہیں تو آج یہ پکالیں، اس طرح بچوں کی امی کے دل میں آپ ہی کا احترام بڑھے گا اور گھر میں بھی آپ کی قدر و قیمت بڑھ جائے گی۔ ☆ایک ہی گھر میں رہنے والے عموماً ایک دوسرے کی نظروں میں ہوتے ہیں، اس لیے شیطان کے لیے دلوں میں بدگمانی پیدا کروانا آسان ہوجاتا ہے، مثلاً بہو کو کچن (Kitchen) میں باکس (Box) کا دروازہ بند کرتے دیکھ کر ساس کے دل میں یہ خیال آئے کہ اچھا! یہ مجھ سے

---

(121) ترمذی، 3/400، حدیث: 2000، ملتقطاً

کھانے کی چیزیں چھپا کر رکھ رہی ہے، چاہے اس بے چاری نے مرچوں کا ڈبہ باکس میں رکھا ہو۔ جب تک گھر کا ہر فرد حسنِ ظن کے جام نہیں پیئے گا بدگمانی کا راستہ روکنا بہت مشکل ہے۔ ☆مشہور ہے "جس کا کام اسی کو ساجھے"، کچھ کام عورتوں کے ذمے ہوتے ہیں مثلاً کچن، صفائی اور بستر کے معاملات، ان میں مردوں کو بِلاضرورت دخل نہیں دینا چاہیے اور کچھ مردوں کے کرنے کے ہوتے ہیں مثلاً سواری، دکانداری، فرنیچر وغیرہ اس میں عورتیں خواہ مخواہ دخل اندازی نہ کریں۔ ☆**یہ بات** اپنے پیشِ نظر رکھیں تو جھگڑا کرنے سے خود ہی رک جائیں گے کہ سامنے والا بھی انسان ہے اُسے بھی بُھول، تھکن اور بیماری لگ سکتی ہے، اسے بھی غصّہ آتا ہے۔ ☆چھوٹی چھوٹی باتوں پر طوفان مچانے والا اپنا وقار کھو بیٹھتا ہے۔ ☆ہر وقت "تنقید کے تیر" برسانے کے بجائے اچھے کاموں پر حوصلہ افزائی بھی کرتے رہنا چاہیے، اِس سے دوسروں کے دل میں جگہ بنتی ہے۔ ☆**نرمی** بہترین حکمتِ عملی ہے۔ ☆دوسروں کے احسانات کو تسلیم کریں، دعاؤں سے نوازیں، کبھی بچوں کی امی کی دل جوئی کریں کہ تم میرے بچوں کو سنبھالتی ہو میرے کھانے پینے اور کپڑوں کا بھی خیال رکھتی ہو، گھر کی صفائی بھی کرتی ہو، میرے والدین کی خدمت بھی کرتی ہو، اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں اس کا عظیم ثوابِ عطا فرمائے، تو کبھی اپنی امی کے احسانات کا شکریہ ادا کریں کہ آپ نے مجھے پالا پوسا، اپنا آرام میرے آرام کے لیے قربان کیا، آج بھی میری خوشی کا خیال رکھتی ہیں، میں آپ کی ویسی خدمت نہیں کرپارہا جیسا کرنے کا حق ہے، اسی طرح دیگر افرادِ خانہ کی بھی دل جوئی کی جاسکتی ہے، لیکن خیال رہے کہ یہ سب کچھ حسبِ حال ہو اور اس میں جھوٹ کی ملاوٹ نہ ہو۔ ☆**ہر وقت تیوری چڑھا کر رکھنا** (یعنی غصیلا چہرہ بنانا) آپ سے لوگوں کو دُور تو کرسکتا ہے قریب نہیں۔

حکایت:

ایک شخص اپنے گھریلو جھگڑوں سے تنگ تھا،ایک ماہرِ نفسیات سے مشورہ کیاتو اس نے کہا کہ آج جب گھر جاؤ اور دروازہ کھلے تو مسکرا کر گھر میں داخل ہونا،اس نے ایسا ہی کیا تو اس کی بیوی اس کے مسکرانے پر بے ہوش ہوگئی، جب اس سے وجہ پوچھی گئی تو اس نے بتایا کہ یہ جب بھی گھر آتے تھے منہ بنا ہوتا تھا، آج یہ مسکرائے تو میں خوشی کے مارے خود پر قابو نہ رکھ سکی۔ اس واقعے کے بعد مذکورہ گھر میں جھگڑے ختم ہوئے ہوں گے یا بڑھے ہوں گے، اس کا جواب اپنے آپ سے لے لیجئے۔

☆**خاص** مواقع پر غلط رَدِّ عمل بھی جھگڑے کی وجہ بنتا ہے اپنے رشتے دار آئیں تو "باچھیں کھل اٹھیں" اور بیوی کے رشتہ دار مہمان بنیں تو "موڈ (Mood)" خراب ہو جائے، اگر بیوی کی دلجوئی کی نیت سے اس کے میکے سے آنے والوں کا اِستقبال مسکرا کر کرلیں گے تو آپ کا کیا جائے گا!

☆**بعضوں** کی عادت ہوتی ہے کہ بات بات پر دوسروں کو جاہل (Ignorant) قرار دیتے ہیں کہ تمہیں کچھ پتا ہی نہیں ہے، یاد رکھئے "اندھے (Blind)" کو بھی اندھا کہا جائے تو خوشی سے اس کے دل میں لڈو نہیں پھوٹتے بلکہ منہ میں "کڑواہٹ" ہی آتی ہے، اگر سامنے والا بالکل جاہل بھی ہو تو اسے جاہل کہنے سے اس کی جہالت دور ہونے سے رہی، ہاں! آپ بولنے میں احتیاط کریں گے تو جھگڑے کا راستہ رک جائے گا، آزمائش شرط ہے۔

ہماری عادتیں

پیارے اسلامی بھائیو! کچھ کام ایسے ہوتے ہیں جو ہم کبھی کبھار کرتے ہیں اور کچھ کام وہ ہوتے ہیں جو ہم بار بار کرتے ہیں، کسی کام کو بار بار کرنا ہماری عادت (Habit) کہلاتا ہے، پھر عادتیں اچّھی بھی ہوتی ہیں اور بُری بھی!

عادتوں کی 25 اقسام

عادتیں کئی طرح کی ہوتی ہیں مثلاً: (1) سوچنے کی عادت: یہ عادت مثبت (Positive) بھی ہوسکتی ہے اور منفی (Negative) بھی، کچھ لوگوں کو کیسی ہی اچھی چیز کیوں نہ دکھادیں وہ غلط رائے ہی قائم کرتے ہیں اور بعض کو نقصان پہنچ جائے تو بھی وہ اس میں خیر (بھلائی) کا پہلو تلاش کرلیتے ہیں (2) کھانے پینے کی عادت: بعض لوگ زندہ رہنے کے لئے کھاتے ہیں اور بعض کھانے کے لئے زندہ رہتے ہیں، چنانچہ بعض لوگ بے تکے انداز میں کھاتے پیتے ہیں تو بعض مہذّب انداز میں! چنانچہ ہر ایک کے کھانے پینے کی عادت میں فرق ہوتا ہے (3) رَدِّ عمل کی عادت: ایک دم خوشخبری ملے یا غم ناک خبر! بعضوں کا رَدِّ عمل (Reaction) نپا تُلا ہوتا ہے اور وہ پہلے سوچتے ہیں پھر رَدِّ عمل دیتے ہیں، جبکہ بعض خوشی ملنے پر آپے سے باہر ہوکر عجیب وغریب حرکتیں کرتے ہیں جبکہ غم کی خبر سننے پر ہوش کھو بیٹھتے ہیں (4) بولنے کی عادت: بعض ایسی پست آواز میں گفتگو کرتے ہیں کہ کان منہ کے قریب لے جانا پڑتا ہے اور بعض ایسی بلند آواز میں گفتگو کرتے ہیں کہ گویا دوسری گلی میں کسی سے بات کررہے ہیں، بعضوں کے کلام کی رفتار (Speed) بہت آہستہ ہوتی ہے کہ سننے والا تھک جاتا ہے اور بعض اتنا تیز بولتے ہیں کہ سننے والے کو سمجھ ہی نہیں آتی (5) چلنے کی عادت: بعضوں کا چلنے کا انداز با

وقار، مُہذَّب اور درمیانی رفتار والا ہوتا ہے جبکہ بعض سینہ کھولے ادھر ادھر اوپر نیچے دائیں بائیں دیکھتے ہوئے حواس باختہ ہو کر بہت تیزی سے چلتے ہیں (6) محسوس کرنے کی عادت: بعض بڑی سی بڑی بات بھی محسوس (Feel) نہیں کرتے جبکہ کچھ لوگ چھوٹی چھوٹی باتوں پر رُوٹھ کر بیٹھ جاتے ہیں (7) معافی مانگ لینے کی عادت: بعضوں میں اپنی غلطیوں (Mistakes) کو تسلیم کرکے معافی مانگنے کا حوصلہ ہوتا ہے جبکہ کچھ لوگ معافی تو دُور کی بات اپنی غلطی ماننے سے ہی انکار کردیتے ہیں (8) سیکھنے کی عادت: بعضوں کو کچھ نیا سکھانا بہت دشوار ہوتا ہے وہ یہ کہہ کر جان چھڑا لیتے ہیں کہ ہم سیکھے ہوئے ہیں ہمیں مت سکھاؤ جبکہ کچھ لوگ عمر کے کسی بھی حصّے میں سیکھنے کے لئے تیار رہتے ہیں (9) سننے کی عادت: بعضوں کو صرف اپنے مطلب کی بات سننے میں دلچسپی ہوتی ہے، ایسے لوگ کئی اہم باتوں کو اہمیت نہیں دیتے بعض اوقات بات کاٹ کر اپنی ہانکنا شروع کردیتے ہیں، جب کہ کچھ لوگ دوسروں کی جائز باتیں غور سے سنتے ہیں جس کے نتیجے میں دوسرے بھی انہیں توجّہ سے سنتے ہیں (10) جلد بازی کی عادت: ٹھہراؤ اور بُردباری (برداشت) کسی کسی کو نصیب ہوتی ہے ورنہ عموماً لوگ ہوا کے گھوڑے پر سوار ہوتے ہیں ہر کام میں جلدی مچاتے ہیں اور اکثر نقصان اٹھاتے ہیں (11) رعب جمانے کی عادت: بعضوں کی عادت ہوتی ہے کہ دوسروں کو کمزور دیکھ کر اپنی طاقت کا رُعب جھاڑنے لگتے ہیں، اگر سیر کو کبھی سوا سیر مل جائے تو ان کا سارا رُعب جھاگ کی طرح بیٹھ جاتا ہے (12) گھریلو معاملات سے کنارہ کش رہنے کی عادت: گھر میں جھگڑا ہو یا کسی اہم بات کا فیصلہ، بعض لوگ گھریلو معاملات سے بالکل الگ تھلگ رہتے ہیں، بچے کیا پڑھ رہے ہیں؟ کیا سن رہے ہیں؟ کیسے دوستوں کے ساتھ اُٹھ بیٹھ رہے ہیں؟ ان کو پرواہ نہیں ہوتی یہ سمجھتے ہیں کہ گھر کے اخراجات کی رقم دینے کے بعد ان کی ذمہ داری ختم ہوگئی

ہے۔(13)لیٹ ہونے کی عادت: بعضوں کو تاخیر سے پہنچنے کی ایسی عادت ہوتی کہ دعوت، شادی، دفتر، ائیر پورٹ، اسٹیشن! یہ ہر جگہ لیٹ ہی پہنچتے ہیں(14)دخل اندازی کی عادت: بعضوں کو دخل اندازی (interfere) کی ایسی عادت پڑ جاتی ہے کہ گھر ہو یا انتظار گاہ! ٹرین، بس ہو یا جہاز! یہ دوسروں کے معاملات میں ضَرور ٹانگ اڑاتے ہیں اور بعض اوقات بے عزّت بھی ہو جاتے ہیں(15)علاج بتانے کی عادت: بعض لوگ بغیر فیس، بغیر ڈگری کے ڈاکٹر بن کر گھومتے ہیں اور جہاں کسی کو سر درد یا کسی اور بیماری وغیرہ میں مبتلا دیکھا جھٹ سے علاج بتا دیتے ہیں حالانکہ غیر طبیب کو علاج کرنا یا بتانا حرام ہے (16) بن مانگے مشورہ دینے کی عادت: بعض لوگ جیب میں مشورے لے کر پھرتے ہیں کوئی مانگے نہ مانگے! مانے نہ مانے یہ اپنا مشورہ ایسے پیش کرتے ہیں کہ اگر ان کے مشورے پر عمل نہ ہوا تو گویا آسمان ٹوٹ پڑے گا(17)حوصلہ شکنی کی عادت: بعضوں نے کسی کی پیٹھ تھپکنا(حوصلہ افزائی کرنا) سیکھا ہی نہیں ہوتا کوئی کیسی ہی اچّھی کارکردگی دکھائے یہ اس میں بھی کیڑے نکال کر حوصلہ شکنی شروع کردیتے ہیں(18)شکایتوں کی عادت: بعضوں کو دوسروں کی شکایت کرنے کی ایسی عادت ہوتی ہے کہ گھر، جامعہ، دفتر کسی جگہ باز نہیں رہتے(19)تنقید کی عادت: تنقید کس پر کون کس انداز سے کرے! یہ ایک گُر ہے جس کو آجائے تو بہت ہی اچّھا ہے لیکن بعض لوگ اناڑی سَرجَن کا کردار ادا کرتے ہیں اور ہر وقت دوسروں پر تنقید کے تیر برساتے نظر آتے ہیں (20)مایوسی پھیلانے کی عادت: حالات ہمیشہ ایک جیسے نہیں رہتے، کبھی دن بڑے ہوتے ہیں تو کبھی راتیں! مشکل حالات میں مایوس ہوجانے سے مسئلہ حل نہیں ہوتا لیکن بعض لوگوں کو مایوسی پھیلانے کی عادت ہوتی ہے، یہ انسان کی ہمت بڑھانے کے بجائے بڑی مہارت سے بتاتے ہیں کہ مسائل حل کرنے کے لئے کی جانے والی کوشش کس کس طرح

ناکام ہو سکتی ہے!(21)ٹالنے کی عادت: بعضوں کو کیسا ہی آسان کام بولا جائے وہ اتنا کم حوصلہ رکھتے ہیں کہ فوری اس کام کو کر ہی نہیں سکتے اور ٹالنے ہی کو عافیت جانتے ہیں (22)خود غرضی کی عادت: بعضوں کا دل بہت تھوڑا ہوتا ہے انہیں ہر اچّھے کام میں بھی اپنا مفاد عزیز ہوتا ہے (23) سوشل میڈیا کے استعمال کی عادت: آج کل جسے دیکھو سوشل میڈیا کا شائق دکھائی دیتا ہے، ہر دو منٹ بعد چیک کرتے ہیں، لائک (like) کرتے ہیں، کمنٹس (comments) دیتے ہیں، ایسے لوگ گھر دفتر کاروبار ہر جگہ اپنا وقت ہی ضائع کرتے نظر آتے ہیں (24)پان گٹکا کھانے کی عادت: ایسے لوگوں کی بھی ایک تعداد ہے، جو اس کا نقصان اٹھاتی ہے (25)فضول خرچی کی عادت: بعضوں کو ہزار دیں یا لاکھ یا پھر کروڑ روپے! انہوں نے حسبِ عادت فضول خرچی ہی کرنا ہوتی ہے، جو لوگ چادر دیکھ کر پاؤں نہیں پھیلاتے بالآخِر نقصان اُٹھاتے ہیں۔

پیارے اسلامی بھائیو! یہ چند عادتیں بطور نمونہ گنوائی ہیں، اگر ہم کامیاب ہونا چاہتے ہیں تو ہمیں چاہئے کہ اچھی عادتیں اپنائے رکھیں اور بُری عادتیں چھوڑ دیں۔ **”بُری عادتیں کیسے چھوڑی جائیں؟“** یہ جاننے کے لئے ”ماہنامہ فیضانِ مدینہ (شعبان المعظم 1439ھ)“ کا انتظار کیجئے۔

مِری عادتیں ہوں بہتر بنوں سُنَّتوں کا پیکر
مجھے مُتّقی بنانا مَدَنی مدینے والے (122)

---

(122)وسائلِ بخشش مُرَمَّم، ص428

www.dawateislami.net

بُری عادتیں کیسے چھوڑی جائیں؟

ہم اکثر عادتیں (Habits) لاشُعوری طور پر اپناتے ہیں پھر اچّھی عادتیں ہمیں کامیاب اور بُری ناکام بنانے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں کیونکہ (ایک تحقیق کے مطابق) دن بھر میں تقریباً 40 فی صَد کام ہم اپنی مرضی سے نہیں بلکہ عادت کے مطابق کرتے ہیں۔ بُری عادتیں سردیوں کے نرم گرم بِستر کی طرح ہوتی ہیں جس میں گھسنا آسان لیکن نکلنا بڑا مشکل ہوتا ہے لیکن اپنی غلطی کو مان کر درست کرلیا جائے تو کامیابی کی راہیں کھل جاتی ہیں۔ سب سے پہلے اپنا یہ ذِہن بنالیجئے کہ اپنی بُری عادَتوں کو دُور کرنا میری ہی ذمّہ داری (Responsibility) ہے لہٰذا اِس کا انتظار نہ کیجئے کہ کوئی دوسرا آپ کی اس ذمّہ داری کو ادا کرے گا۔ جب تک آپ خود میں تبدیلی نہیں لانا چاہیں گے بُری عادتیں بھی تبدیل نہیں ہوں گی کیونکہ تبدیلی اس دروازے کی طرح ہوتی ہے جو اندر سے ہی کھلتا ہے باہر والا صرف دستک دے سکتا ہے۔

بُری عادتوں سے پیچھا چھڑانے کیلئے ان باتوں پر عمل کیجئے:

بُری عادتیں چھوڑنے کے 9 طریقے

(1) سب سے پہلے اپنی عادتوں کا جائزہ لیجئے کہ ان میں کونسی اچّھی ہیں اور کون سی بُری؟ (2) اس جائزے کیلئے خود سے الگ ہوکر اپنے آپ کو دیکھیں گے تو خُوبیاں خامیاں جلدی دکھائی دینے لگیں گی، کیونکہ جتنا آپ خود کو جانتے ہیں کوئی دوسرا شخص نہیں جانتا مثلاً میں کن باتوں کو برداشت (Tolerate) نہیں کرسکتا اور جلدی غصّے میں آجاتا ہوں یا میں کس طرح کے کام کرکے خوشی محسوس کرتا ہوں؟ (3) عادتوں کی شناخت کیلئے اپنے کسی دوست یا شریکِ حیات (Life Partner) کی بھی مدد لی جاسکتی ہے کیونکہ بعض اوقات اپنی

www.dawateislami.net

کانٹ چھانٹ کرنا مشکل کام ہوتا ہے(4)اپنی ترجیحات (Priorities) طے کرلیجئے، اس کیلئے بُری عادتوں کی ایک لسٹ بنالیں اور ان میں سے جو عادتیں پہلے درست کرنا ضَروری ہیں انہیں شُروع میں رکھئے، جیسے نَمازیں چھوڑنے کی عادت ہے تو سب سے پہلے اس عادت کو بدلئے اور توبہ کرکے نَماز پڑھنا شروع کردیجئے اور جو چھوٹ چکیں ان کا حساب لگا کر انہیں بھی ادا کرلیجئے(5)ایک ساتھ ساری عادتیں تبدیل کرنا دُشوار ترین ہے، انسان ہمت بھی ہار جاتا ہے کہ میں نہیں بدل سکتا! اس لئے عادتوں کو ایک ایک کرکے تبدیل کیجئے مثلاً لیٹ ہونے کی عادت ہے تو دیکھ لیجئے کہ آپ کتنا لیٹ ہوتے ہیں، پندرہ بیس منٹ یا اس سے زیادہ! اس کے اسباب (Reasons) پر غور کریں کہ آپ ناشتے میں دیر لگا دیتے ہیں یا صبح کے وقت کوئی غیر ضروری کام کرنا شروع کردیتے ہیں تو اسے کنٹرول کیجئے اور اگر آپ کو اسکول کالج، مَدرَسہ یا جامِعہ یا پھر دفتر اور دکان پہنچنے میں آدھا گھنٹا لگتا ہے تو آپ کوشش کریں کہ چالیس منٹ پہلے گھر سے نکل جائیں، رفتہ رفتہ وقت پر پہنچنے کی عادت بن ہی جائے گی، اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ(6)عادت کو تبدیل کرنے کیلئے کوئی ہدف(Target)(مثلاً بیس یا تیس دن) طے کرلیں پھر ہفتے یا مہینے بعد جائزہ لیتے رہیں کہ کونسی عادتیں کتنے فی صَد تبدیل کرنے میں کامیابی ہوئی (7)پرانی عادت کو تبدیل کرنے کیلئے نئی عادت اپنالینا بھی اچھی حکمتِ عملی(Strategy) ہے مثلاً آپ جانتے ہیں کہ میں رات 9 بجے کے بعد انٹرنیٹ استعمال کرنا شروع کرتا ہوں تو رات کے کم و بیش 12 بجے تک اسی میں لگا رہتا ہوں تو اس وقت کوئی دلچسپ کتاب پڑھنا یا کوئی اور ایسا مفید کام شروع کردیں جس میں آپ کا جی لگتا ہو، شاید فوری کامیابی نہ ملے لیکن مسلسل کوشش ضرور رنگ لائے گی، اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ(8)بہت مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ ہم اپنے آپ سے خود کو بدلنے کا وعدہ کرتے ہیں لیکن اسے پورا نہیں کرپاتے، ایسی صورت میں ہمّت نہ

www.dawateislami.net

ہار یئے کہ میں کبھی اس بُری عادت کو نہیں چھوڑ پاؤں گا بلکہ اسے عارِضی ناکامی(Temporary Failure) سمجھیں اور کامیابی کیلئے کمر بستہ ہو جائیں (9)صحبت (Company) اپنا اثر رکھتی ہے اس لئے ایسے لوگوں میں اٹھنے بیٹھنے کی کوشش کیجیے جن کی عادتیں اچّھی ہوں، کچھ ہی عرصے میں آپ کی عادتیں بھی اچّھی ہو جائیں گی، اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ۔ اس حوالے سے عاشقانِ رسول کی مدنی تحریک دعوتِ اسلامی سے وابستہ ہو جانا بھی بہت مُفید ہے کہ ہزاروں نہیں لاکھوں نوجوان اپنی بُری عادتیں اس مدنی ماحول کی برکت سے دُرُست کر چکے ہیں۔

پڑوسی کامرغا

جامعۃُ المدینہ کے چوتھے دَرَجے (کلاس) میں فِقْہ (شَرْعی مسائل) کا پیریڈ جاری تھا، سبق ختم ہوا تو طَلَبہ نے ''اُستاذ صاحب'' سے درخواست کی کہ اگلا پیریڈ شُروع ہونے میں چند منٹ باقی ہیں، لہٰذا کچھ سبق ''کتابِ زندگی'' کا بھی پڑھا دیجئے۔ اُستاذ صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں بولنا شروع کیا: ایک پروفیسر جو کئی کتابیں بھی لکھ چکا تھا، اس کا پڑوسی ایک مُرغا خرید لایا جو وقت بے وقت کُکڑوں کُوں کرتا رہتا۔ وہ پروفیسر اس مُرغے کے شوروغُل سے تنگ ہونے لگا۔ کچھ ہی دنوں میں نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ مُرغے کی آواز سُنتے ہی اس کی سوچیں درہم برہم ہوجاتیں جس کی وجہ سے اس کے مطالعہ (Study) اور تحریری کاموں میں بھی خلل پڑنے لگا۔ پڑوسی سے فریاد کی تو اس نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ یہ جانور ہے مجھ سے پوچھ کر تھوڑی بولتا ہے میں اسے کیسے روکوں! پروفیسر وہاں سے مایوس ہوکر واپَس آگیا۔ اب حالت یہ تھی کہ مُرغا نہ بھی بولتا تو بھی اس کے کانوں میں ''کُکڑوں کُوں'' کی آوازیں گونجتی رہتیں۔ ایک صبح پروفیسر کے ذِہن میں مرغے کے شور سے جان چُھڑانے کی عجیب وغریب ترکیب آئی۔ اس نے اپنے ملازم کو رقم دی کہ ابھی جاکر پڑوس والوں سے منہ مانگی قیمت میں مُرغا خرید لاؤ اور ذَبْح کرکے دوپہر کے لئے پکالو۔ دوسری طرف پروفیسر نے اپنے ایک دوست کو فون پر کھانے کی دعوت بھی دے ڈالی۔ مُرغے کا بندوبست کرنے کے بعد وہ خود کو فریش محسوس کرنے لگا۔

دوپہر کے کھانے میں ابھی دیر تھی چنانچہ وہ اپنے لکھنے پڑھنے کے کام میں لگ گیا، آج مُرغے کی ٹینشن نہیں تھی اس لئے اس نے کئی دنوں کے بعد سکون سے تحریری کام کیا اور

تھوڑے سے وقت میں بہت سے صفحات لکھ لئے۔ ایک بجے اس کا دوست بھی آپہنچا، پروفیسر نے اسے مرغے سے جان چُھڑانے کے پلان کے بارے میں بتایا تو وہ بھی حیران ہو کر مُسکرا دیا۔ ملازم نے کھانا لگا دیا تو دونوں دوست کھانے لئے بیٹھ گئے اور ابھی پہلا لقمہ ہی لیا تھا کہ آواز آئی "کُکڑوں کُوں"! دونوں نے غور کیا تو آواز پڑوس سے آرہی تھی۔ پروفیسر نے گھبرا کر اپنے ملازم کو آواز دی، وہ بھاگا آیا تو اس سے پوچھا کہ کیا یہ سالن پڑوس والے مُرغ کا نہیں ہے؟ ملازم کہنے لگا: مُعافی چاہتا ہوں جناب! میں پڑوسیوں سے مُرغا خریدنے گیا تھا لیکن انہوں نے بیچنے سے انکار کر دیا، میں نے منہ مانگی قیمت کی آفر بھی کی تھی مگر وہ نہیں مانے۔ میں نے سوچا کہ آپ کا مُرغا کھانے کا نہ جانے کتنا جی چاہ رہا ہوگا اور پھر آپ اپنے دوست کو دعوت بھی دے چکے تھے، اس لئے مجبوراً میں نے بازار سے موٹا تازہ مُرغا خریدا اور اس کا گوشت بنوا لایا، اسی کا سالن بنا کر آپ کو پیش کیا ہے۔ یہ سُن کر پروفیسر نے اپنا سر پکڑ لیا۔

اس کے دوست نے اُسے سمجھایا: دیکھو! تم آج صبح سے فریش تھے حالانکہ مرغا اپنی جگہ پر موجود تھا! یہ اس لئے ممکن ہوا کہ تم نے اپنے ذِہْن سے مُرغے کے بوجھ کو اُتار پھینکا تھا، تمہاری اندرونی کیفیت تبدیل ہوتے ہی تمہیں سکون ملا اور تم نے کئی صفحات لکھ ڈالے اور مجھے ایسا لگتا ہے کہ اس دوران بھی مُرغا بولا ہوگا لیکن تمہیں محسوس نہیں ہوا کیونکہ تم اسے اپنے گمان میں ذَبح کروا چکے تھے۔ اس تجربے سے بہت فائدہ اُٹھایا جا سکتا ہے اگر پڑوسی اپنے گھر سے مُرغا نہیں نکالتا تو کم از کم تم اپنے ذِہْن سے تو نکال دو، پھر یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ آج ہم ایک مُرغا ذبح کر ڈالیں لیکن کل پورے محلے میں 10 مُرغے شور مچا رہے ہوں پھر ہم انہیں کیونکر خاموش کروا سکیں گے! ایک لمحے کے لئے مان لیا کہ وہ 10 مُرغے بھی ہم لڑ بِھڑ

کر نکلوادیں گے لیکن اگر پرسوں کسی نے تیتر پال لئے تو کیا کریں گے! کیونکہ اس کی تو پہچان ہی بولنا اور شور مچانا ہے! تو پھر کیوں نہ ہم خود کو حالات کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کریں! جیسے ایک نازک مزاج بادشاہ شہر کے دورے پر نکلا تو زمین پر چلنے میں اسے تکلیف محسوس ہوئی، اس نے فرمانِ شاہی جاری کیا کہ آئندہ جب میں دورے پر نکلوں تو شہر کے تمام راستوں میں عالیشان مخملی قالین بچھا دیئے جائیں، درباری یہ سُن کر پریشان ہوگئے کہ ایسا کیونکر ہوسکے گا! آخرِ کار ایک وزیر نے ہمّت کرکے جان کی اَمان لی اور عرض کی: بادشاہ سلامت! اگر سارے شہر میں قالین بچھانے کے بجائے آپ اپنے پاؤں میں شاندار اور اعلیٰ قسم کے نرم نرم جوتے پہن لیا کریں تو کسی بھی وقت کسی بھی شہر کے دورے پر نکل سکتے ہیں، بادشاہ کو اس کی تجویز پسند آئی اور اس نے خصوصی جوتے بنانے کا حکم دے دیا۔ تو میرے دوست! سارے شہر کو اپنے مزاج میں ڈھالنے کی کوشش کرنے سے بہتر ہے کہ ہم اپنے مزاج کو حالات کے مطابق ڈھال لیں۔

استاذ صاحب جب یہ فرضی حکایت سُنا چکے تو ایک طالبِ علم نے کھڑے ہوکر عرض کی کہ یہ ارشاد فرمایئے کہ ہم اس واقعے سے ملنے والے سبق کو اپنی زندگی میں عملی طور پر کیسے نافذ کرسکتے ہیں؟ استاذ صاحب نے پہلے تو اسے اتنا اچھّا سوال کرنے پر شاباش دی پھر جواب دیا کہ ہمارا بھی بہت سی ایسی چیزوں سے واسطہ پڑتا رہتا ہے جنہیں ہم پسند نہیں کرتے یا وہ ہماری زندگی کی روٹین کو ڈسٹرب کردیتی ہیں لیکن ہم دوسروں کو اس کام سے روک نہیں پاتے مثلاً (1) ٹریفک کو ہی لے لیجئے، لوگ دوسری طرف کا سگنل توڑ کر اچانک آپ کی بائیک یا گاڑی کے سامنے آجاتے ہیں جو حادثے کا سبب بن سکتا ہے اب یہاں ہم سگنل توڑنے والے تمام افراد کو ایک جگہ جمع کرکے سمجھانے سے تو رہے، پھر یہاں ایک نے سگنل

توڑا ہے تو اگلے اشارے پر کوئی اور یہی حرکت کر رہا ہو گا، تو کیوں نہ ہم اپنی احتیاط میں اضافہ کر لیں کہ سگنل کھلنے کے باوجود دیکھ لیں کہ کہیں کوئی دوسری طرف کا سگنل توڑ کر آگے تو نہیں بڑھ رہا اور ہم اپنی گاڑی کی رفتار بھی کم رکھیں، اسی طرح بعض جگہ لوگ ون وے کی خلاف ورزی کرتے ہیں جو جان لیوا ایکسیڈنٹ کا سبب بن سکتی ہے، اگر ہم احتیاطاً اس پر بھی نظر رکھیں کہ کوئی ون وے توڑ کر ہمارے لئے خطرہ تو نہیں بن رہا!(2)اسی طرح جن گھروں میں بچے ہوتے ہیں جو روتے بھی ہیں، شور بھی مچاتے ہیں آپس میں کھیلتے کُودتے بھی ہیں تو وہ اپنے بچوں کو گونگا کرنے کے بجائے ان کا شور سننے کے عادی ہو جاتے ہیں پھر وہ ٹینشن میں نہیں آتے(3)اسی طرح بہت زیادہ گرمی یا سردی میں بھی انسان پریشان تو ہوتا ہے لیکن وہ یہ بات سمجھتا ہے کہ میں اس موسم کو بدل نہیں سکتا لہٰذا وہ اپنے سارے معمولاتِ زندگی کاروبار، مُلازمت، کھانا پینا، سونا جاگنا جاری رکھتا ہے اور گرمی یا سردی کو اپنے سَر پر سوار نہیں کرتا(4)اسی طرح جس کے پاس ذاتی سواری بائیک وغیرہ نہیں ہوتی وہ بسوں ویگنوں میں کھڑے ہو کر بھی اپنے آفس یا دکان تک پہنچتے ہیں حالانکہ درجنوں مسافروں کے بیچوں بیچ کھڑے ہو کر سفر کرنا آسان کام نہیں لیکن وہ اس کے عادی ہو جاتے ہیں کہ سب کے پاس ذاتی سواری خریدنے کے پیسے نہیں ہوتے۔ (5)یونہی کچھ لوگ کچرے کی ٹوکری گھر کے باہر رکھ دیتے ہیں، گھر کا فرش دھو کر پانی باہر گلی میں چھوڑ دیتے ہیں، رات کے وقت گھر میں ہتھوڑے سے کیل ٹھونکنا شروع کر دیتے ہیں، سوراخ کرنے کے لئے ڈرل مشین چلانے لگتے ہیں اور پڑوسیوں کی نیند برباد کر دیتے ہیں(6)اسی طرح بعض لوگ موٹر سائیکل گلی میں غلط پارک کر کے راستہ تنگ کر دیتے ہیں، گلی سے گزرتے وقت بلاوجہ ہارن بجاتے ہیں، دکاندار اپنے کاؤنٹر اور سامان باہر سجا دیتے ہیں جس کی وجہ سے

آنے جانے والے تنگ ہوتے ہیں۔اس میں کوئی دو رائے نہیں کہ یہ باتیں دوسروں کو پریشان کرنے والی ہیں، ایسا کرنے والوں کو سمجھانا چاہئے لیکن وہی سمجھائے جسے شریعت کے مطابق سمجھانا آتا ہو پھر اگر یہ باز آجائیں تو ان کی مہربانی! دوسری صورت میں اپنی کیفیات پر ہی قابو پانا ضروری ہے، ورنہ بہت سارے "مُرغے" ہمارے ذِہن پر بھی سوار ہو جائیں گے اور ہم کوئی کام ڈھنگ سے نہیں کر سکیں گے۔

اللہ پاک ہمیں عافیت و آسانی نصیب فرمائے۔ اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

سمجھداری یا چالاکی

تینوں وار ناکام گئے:

ایک شاطر اور چالاک مالدار شخص کسی گاؤں میں ایک کسان (Farmer) کے پاس پہنچا اور اُسے پارٹنر شپ کی آفر کی کہ رقم میری ہو گی اور محنت تمہاری! لیکن جب فصل تیار ہو جائے گی تو جو حصّہ زمین کے اندر ہو تا ہے وہ تمہارا جبکہ اوپر والا سارا میرا ہو گا (یہ چالاکی اس نے اس لئے کی کہ زمین میں جڑیں ہوتی ہیں جو اس بے وقوف کسان کے حصے میں آئیں گی اور اصل قیمت تو اوپر والے حصے کی ہوتی ہے وہ میں لے اُڑوں گا)۔ بہر حال کسان نے کچھ دیر سوچا اور آفر قبول کرلی۔ جب فصل تیار ہو گئی تو چالاک مالدار اپنا حصہ لینے پہنچا تو یہ دیکھ کر اپنا سر پکڑ لیا کہ کسان نے پیاز (Onion) کی فصل بوئی تھی چنانچہ معاہدے کے مطابق پیاز کسان کے حصے میں آئی اور اوپر کے بے قیمت پتے مالدار کو ملے۔ چالاک مالدار نے سبق سیکھ کر باز آنے کے بجائے ایک اور داؤ کھیلنے کا سوچا اور کسان کو ایک مرتبہ پھر پارٹنر شپ کی آفر کی لیکن اس مرتبہ شرط یہ رکھی کہ فصل کا جو حصہ زمین کے اندر ہو گا وہ میرا اور اوپر والا تمہارا! کسان نے یہ شرط قبول کرلی۔ جب فصل تیار ہونے پر چالاک مالدار اپنا حصہ لینے پہنچا تو دیکھ کر ہکّا بکّا رہ گیا کہ کسان نے گنّے (Sugar cane) اُگائے تھے جس کی بے کار جڑیں اس کے حصے میں آئیں اور قیمتی گنّے کسان کو ملے، کسان کی سمجھداری کے ہاتھوں دو مرتبہ اپنی چالاکی کا نقصان اُٹھانے کے بعد بھی مالدار نے ہار نہیں مانی اور سارا حساب چُکانے کے لئے کسان کو اگلی فصل کے لئے رقم دیتے ہوئے کہا: میں دو مرتبہ نقصان میں رہا ہوں اس لئے اس مرتبہ فصل کا نچلا اور اُوپر والا حصہ میرا ہو گا درمیان میں جو کچھ ہو گا وہ تمہارا ہو گا۔ اب کی بار فصل تیار ہوئی تو

چالاک مالدار خوشی خوشی کھیتوں میں پہنچا کہ اس مرتبہ فائدہ صرف میرا ہوگا، لیکن کھیتوں میں پہنچ کر اس کے چہرے کا رنگ بدل گیا کہ کسان نے اس مرتبہ مکئی (چھلیاں Corn) اُگائی تھی جس کا نچلا اور سب سے اوپر والا حصہ بے قیمت ہوتا ہے اور اصل قیمت درمیان میں موجود چھلی کی ہوتی ہے۔ یوں کسان کی سمجھداری نے مالدار کی چالاکی کو شکست دے دی۔

پیارے اسلامی بھائیو! عقل اللہ پاک کی دی ہوئی بہت بڑی نعمت ہے، اب یہ انسان پر موقوف ہے کہ وہ عقل کا استعمال مثبت کرتا ہے یا منفی! سمجھداری میں کرتا ہے یا چالاکی میں! سمجھداری کا مطلب یوں بھی بیان کیا جاسکتا ہے کہ عقل کا استعمال کسی کو نقصان پہنچائے بغیر اپنا فائدہ حاصل کرنے کے لئے کیا جائے یا خود کو کسی نقصان سے بچانے کے لئے کیا جائے یا پھر کسی کی چالاکی اور بلیک میلنگ سے بچنے کے لئے کیا جائے، اور چالاکی کا مطلب اس کے اُلٹ (Opposite) ہے کہ چاہے کسی کو نقصان پہنچے مجھے فائدہ ہونا چاہئے یا کسی کو نقصان پہنچانا ہی مقصد ہو یا پھر کسی کو بے وقوف بنانے اُسے بلیک میل کرنے (یعنی اس کی مجبوری سے فائدہ اُٹھانے) کی کوشش کی جائے۔

اس سوال کا جواب مجھے بھی نہیں آتا:

ایک اور سبق آموز اسٹوری پڑھئے، چنانچہ ٹرین کا سفر جاری تھا، اس میں ایک یونیورسٹی کا اسٹوڈنٹ بھی سفر کر رہا تھا، اس کی نظر اگلی سیٹوں پر بیٹھے ایک غریب مزدور (Worker) پر پڑی جو زیادہ پڑھا لکھا دکھائی نہیں دیتا تھا اسٹوڈنٹ کو شرارت سُوجھی، اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا: آؤ میرے ساتھ اس مزدور سے کھیل ہی کھیل میں کچھ رقم کماتے ہیں۔ اسٹوڈنٹ کو یقین تھا کہ یہ سیدھا سادھا مزدور میرے مقابلے میں کیا جانتا ہوگا، اسے تو میں چٹکی بجاتے ہی ہرادوں گا۔ بہر حال لڑکے اس مزدور کے پاس پہنچے اور اسٹوڈنٹ نے چالاکی

www.dawateislami.net

سے کہنا شروع کیا: بھیا! اگر آپ بُرا نہ مانیں تو ایک کھیل کھیلتے ہیں اس سے سفر بھی کٹ جائے گا اور اگر آپ جیت گئے تو آپ کی جیب میں کچھ رقم بھی آ جائے گی۔ مزدور نے اسے حیرت سے دیکھا، چالاک اسٹوڈنٹ کہنے لگا کہ کھیل یہ ہے کہ ایک سوال میں آپ سے پوچھوں گا اگر آپ کو اس کا جواب نہ آیا تو آپ مجھے ہزار روپیہ دیں گے اور ایک سوال آپ مجھ سے پوچھنا اگر مجھے جواب نہ آیا تو میں آپ کو ایک ہزار روپے دوں گا۔ مزدور کہنے لگا: بھائی! آپ پڑھے لکھے اور کھاتے پیتے گھرانے کے لگتے ہو جبکہ میں غریب اَن پڑھ مَزدور ہوں، اتنی رعایت کرلو کہ اگر مجھے جواب نہ آیا تو میں ایک ہزار نہیں پانچ سو دوں گا اور دوسری بات یہ کہ پہلا سوال میں کروں گا۔ اسٹوڈنٹ دل ہی دل میں خوش ہوا کہ مزدور میری چالاکی کے جال میں پھنسا تو سہی اور مزدور کی شرط مان لی۔ مزدور نے پہلا سوال کیا: یہ بتاؤ کہ وہ کونسی چیز ہے جو زمین پر چلتی ہے تو اس کے دو پاؤں ہوتے ہیں اور ہوا میں اُڑتی ہے تو تین پاؤں ہوتے ہیں؟ چالاک اسٹوڈنٹ یہ سوال سُن کر چکرا گیا، بہت غور کیا، موبائل پر پرندوں کی درجنوں ویب سائٹس دیکھ ڈالیں، ساتھیوں سے بھی پوچھا لیکن اس سوال کا جواب نہ دے سکا، آخر کار اس نے ہار مانی اور ایک ہزار روپے مزدور کے حوالے کر دیئے، پھر کہنے لگا: میرا بھی یہی سوال ہے، اب تم اس کا جواب بتاؤ؟ مزدور نے پانچ سو روپے جیب میں ڈالے اور 500 واپس کرتے ہوئے کہا: یہ لیں بھائی صاحب 500 روپے، اس سوال کا جواب مجھے بھی نہیں آتا۔[123]

---

(123) خیال رہے اس مضمون کی فرضی حکایات میں بیان کردہ معاہدے کی شرائط شرعاً جائز نہیں ہیں جو حضرات باہمی شراکت سے کوئی کاروبار کرنا چاہتے ہوں انہیں چاہئے کہ کاروبار کی شرائط کے بارے میں دارالافتاء اہلسنّت سے راہنمائی لے لیں۔ فون نمبر: 03117864100

www.dawateislami.net

ماہنامہ فیضانِ مدینہ کے قارئین! ان اسٹوریز کی روشنی میں ہم خود پر غور کریں کہ کہیں ہم بھی لوگوں سے چالاکی کرنے کی کوشش تو نہیں کرتے! بعض اوقات دکاندار گاہک کو اور وہ دکاندار کو، مکینک بائک اور کار والے کو اور وہ اس کو، ٹرانسپورٹر مسافروں کو اور وہ اس کو چالاکی دکھانے کی کوشش کرتے ہیں اور ان کو کوئی تیسرا بے وقوف بنا جاتا ہے۔ یاد رکھئے! عقل، فہم اور دماغ اگر آپ کے پاس ہے تو دوسروں کے پاس بھی ہوتا ہے کوئی روٹی کو منہ کے بجائے ناک میں نہیں ڈالتا، گندم چاول کی جگہ گھاس نہیں کھاتا، اس لئے کسی کو بے وقوف یا اُلّو بنانے سے پرہیز کیجئے اور اپنی عقل کا استعمال صرف اور صرف مثبت انداز میں کیجئے۔

ع   کر بھلا ہو بھلا

غلط فہمیاں

تین سیب چار کیسے ہوئے؟

ٹیچر نے ایک بچّے سے بڑی نرمی سے پوچھا: مُنّے! اگر میں تمہیں ایک سیب (Apple) دوں، پھر ایک اور سیب دوں اور پھر ایک سیب اور دوں تو تمہارے پاس ٹوٹل کتنے سیب ہو جائیں گے؟ بچّے نے اپنی انگلیوں پر گِن کر جواب دیا: چار۔ اتنی وضاحت کے ساتھ پوچھے گئے سُوال کا غلط جواب سُن کر ٹیچر کا مُوڈ آف ہو گیا لیکن اس نے خود پر کنٹرول کرتے ہوئے کہا: بیٹا! میری بات غور سے سُنو اور شفقت کے ساتھ اپنا سوال دُہرادیا (Repeat کیا)۔ بچّہ ٹیچر کی ناگواری دیکھ چکا تھا، اس لئے اس نے بڑی توجّہ کے ساتھ سیبوں کی تعداد کو گِنا اور پورے یقین (Certainty) کے ساتھ کہا: ٹیچر! میرے پاس چار سیب ہو جائیں گے۔ یہ سُن کر ٹیچر سوچ میں پڑ گئی کہ یا تو وہ ناکام ٹیچر ہے جو بچّے کو اپنا سوال نہیں سمجھا سکی یا پھر بچّہ ذہنی طور پر بہت زیادہ کمزور (Weak) ہے! بہر حال اس نے اپنا سُوال تبدیل کیا اور بچّے سے پوچھا کہ یہ بتاؤ اگر میں آپ کو ایک کیلا (Banana) دوں، پھر ایک کیلا اور دوں، پھر ایک اور کیلا دوں تو آپ کے پاس کتنے کیلے ہو جائیں گے؟ بچّے نے ٹیچر کی ناراضی سے بچنے کے لئے دو مرتبہ انگلیوں پر کاؤنٹنگ کی اور بڑے جوش سے کہا: تین۔ ٹیچر کو اطمینان ہوا کہ میری محنت بے کار نہیں گئی بچّہ اب دُرُست جواب دینے لگا ہے۔ چنانچہ اس نے سیبوں والا سُوال دہرادیا تو بچّے نے جو خوف سے باہَر آچکا تھا، جواب دیا: ٹیچر! چار سیب۔ اب کی بار ٹیچر نے تھوڑا سخت لہجے میں کہا: مجھے یہ بتاؤ کہ یہ سیب چار کس طرح بن جاتے ہیں؟ بچّے نے سہم کر جواب دیا: ٹیچر! آج صبح میری امّی نے مجھے ایک سیب دیا تھا جو میرے بیگ میں رکھا ہے، اب اگر آپ مجھے تین سیب

www.dawateislami.net

دیں گی تو سب ملا کر میرے پاس ٹوٹل چار سیب ہو جائیں گے۔

ماہنامہ فیضانِ مدینہ کے قارئین! اِس اسٹوری میں ہمارے لئے یہ سبق ہے کہ ہم کسی کو رُوٹین سے ہٹ کر کوئی کام کرتا دیکھیں تو اس کے بارے میں فوراً منفی رائے (Negative Opinion) قائم نہ کریں بلکہ غور کریں کہ وہ ایسا کیوں کر رہا ہے! بلکہ اسی سے پوچھ لیں گے تو ہم غلط فہمی کا شکار ہونے سے بچ سکتے ہیں جیسا کہ مذکورہ اسٹوری میں ٹیچر نے کیا کہ بچّے سے تین سیبوں کے چار ہونے کی وجہ پوچھی تو معاملہ واضح ہو گیا۔

مجھے بڑی شرمندگی ہوئی:

کراچی کے ایک عالِمِ دین کا کہنا ہے کہ میں جامعہ کی طرف آرہا تھا کہ راستے میں ٹریفک جام ہونے کی وجہ سے رُکا تو کسی نے میری کار کے دروازے کے قریب آکر کچھ کہا، اس شخص کے لباس وغیرہ کی وجہ سے میں نے سمجھا کہ بھیک مانگ رہا ہے کیونکہ اس علاقے میں کئی بار میرا پیشہ وَر بھکاریوں (Professional Beggars) سے واسطہ پڑ چکا تھا چنانچہ میں نے اس کی بات غور سے سُنے بغیر "مُعاف کرو" کا اشارہ کر دیا، اس نے دوبارہ مجھ سے کچھ بات کرنا چاہی تو میں نے ذرا قریب ہو کر غور سے اس کی بات سُنی، وہ بڑی عاجزی سے کہنے لگا: میں نے آپ سے بھیک نہیں مانگی بلکہ میں محنت مزدوری کرتا ہوں میں نے تو آپ سے مزارِ قائد کی طرف جانے والا راستہ پوچھا تھا۔ یہ سُن کر مجھے بہت زیادہ شرمندگی ہوئی کہ میں نے اس کی بات سُنے بغیر اُسے بھکاری قرار دے دیا۔ میں نے فوراً اس سے مُعافی مانگی اور اُسے راستہ سمجھا دیا۔ اس بات کو کئی سال گزر گئے لیکن جب بھی مجھے یہ واقعہ یاد آتا ہے تو شرمسار ہو جاتا ہوں۔

قارئین! یاد کیجئے! ہم بھی زندگی میں کئی بار کسی کے بارے میں غلط فہمی (Misconception) کا شکار ہوگئے ہوں گے جس کا شاید ہمیں نقصان بھی اُٹھانا پڑا ہو، پھر اصل بات پتا چلنے پر

ہمیں احساس ہوا ہو کہ ہم غلطی پر تھے تو کیا ہی اچّھا ہو کہ ہم کسی کے بارے میں اپنی رائے فائنل کرنے سے پہلے خوب غور کرنے کی عادت بنالیں۔ جتنے احتمالات ہم اپنی غلطی کو Justify کرنے کے لئے قائم کرتے ہیں اگر اس سے آدھے احتمالات بھی ہم دوسروں کی غلطی کو Justify کرنے لئے قائم کریں تو بہت ساری غلط فہمیوں کا خاتمہ ہو سکتا ہے اور تعلقات بگڑنے سے بچ سکتے ہیں مثلاً * طالبِ علم سبق پڑھنے میں دلچسپی نہیں لے رہا تو اسے نالائق اور سُست قرار دینے کے بجائے ٹیچر کو غور کرنا چاہئے کہ ہو سکتا ہے میں سبق ٹھیک سے نہیں سمجھا رہا یا ممکن ہے اس طالبِ علم کو گھریلو ٹینشن ہو یا اس کی طبیعت خراب ہو! * ساس نے بہو کو کوئی کام کہا لیکن اس نے نہیں کیا تو اُسے بد تمیز اور بے ادب قرار دینے کے بجائے ساس کو سوچنا چاہئے کہ ہو سکتا ہے کہ بہو اس کی بات نہ سُن پائی ہو یا مصروفیت میں بھول گئی ہو! * بوڑھے باپ نے بیٹے کو دفتر سے واپسی پر کوئی چیز لانے کی فرمائش کی لیکن بیٹا شام کو گھر آیا تو وہ چیز اس کے ہاتھ میں نہ تھی تو اسے احسان فراموش اور نکمّا قرار دینے کے بجائے بوڑھے باپ کو یہ سوچنا چاہئے کہ وہ بُھول گیا ہو گا یا وہ چیز اسے بازار سے نہیں ملی ہو گی یا اُس کے پاس وہ چیز خریدنے کے لئے آج پیسے نہیں ہوں گے۔ اس طریقے پر عمل کر کے ہم بہت سی غلط فہمیوں سے بچ سکتے ہیں۔ یاد رکھئے! بعض اوقات چھوٹی سی غلط فہمی میاں بیوی میں طلاق کروا دیتی ہے، ساس بہو میں لڑائیاں کروا دیتی ہے، بوڑھے والدین کو جوان اولاد کے خلاف کر دیتی ہے، بہن کو بہن سے اور بھائی کو بھائی سے لڑوا دیتی ہے، خاندانی جھگڑے کروا دیتی ہے، دوستوں کی دوستی تُڑوا دیتی ہے، انسان کو انسان کے ہاتھوں قتل کروا دیتی ہے، اُستاذ کو شاگرد سے، سیٹھ کو ملازم، مرید کو پیر سے دُور کر دیتی ہے۔ غلط فہمیوں کی وجہ سے مضبوط اِدارے اور بڑی بڑی تنظیمیں تک کمزور ہو جاتی ہیں۔

www.dawateislami.net

آخر میں ایک سبق آموز تمثیل (Story) پڑھئے: بہو اپنے سُسر کے کمرے کے قریب سے گزری تو اس کے کانوں میں ساس کی آواز پڑی کہ اب مجھ سے اس لڑکی کے نخرے برداشت نہیں ہوتے، یہ سُن کر وہ چونک گئی اور وہیں رُک گئی، اس کی ساس اپنے شوہر سے کہہ رہی تھی، جب دیکھو اس لڑکی نے نئی ٹینشن کھڑی کی ہوتی ہے، سمجھانے پر بھی نہیں سمجھتی، نہ ساس کو کچھ سمجھتی ہے نہ سُسر کی عزت کرتی ہے اور شوہر کو تو اپنا نوکر سمجھتی ہے، شام کو بیٹا گھر پر آتا ہے تو اس سے فائنل بات کرتی ہوں۔ یہ سُن کر بہو کے تن بدن میں تو گویا آگ لگ گئی کہ میں نے ان کے سامنے کون سے نخرے کئے ہیں! کب گھر میں ٹینشن کھڑی کی ہے! ساس سُسر کی خدمت سے کب انکار کیا ہے! شوہر کی عزت اور وقار میں کب کمی کی ہے؟ پھر بھی ان لوگوں کے میرے بارے میں اتنے بُرے تأثرات ہیں کہ اب مجھے گھر سے نکالنے کی سوچ رہے ہیں، اس سے پہلے کہ یہ شام کو میرے شوہر سے بات کریں اور مجھے دھکے دے کر گھر سے نکالیں میں خود ہی اپنے میکے چلی جاتی ہوں۔ یہ سوچنے کے بعد وہ اپنے کمرے میں آکر خاموشی سے اپنے کپڑے وغیرہ سوٹ کیس میں رکھنے لگی، ابھی پیکنگ سے فارغ ہوئی ہی تھی کہ ساس نے آواز دے کر بُلالیا اور اپنے پاس بِٹھا کر کہنے لگی: بہو! تمہاری نند (یعنی میری بیٹی) کی اپنے سُسرال والوں سے نہیں بنتی، میں اپنی معلومات اور تجربے کی بنیاد پر سمجھتی ہوں کہ قصور میری بیٹی کا ہے، ہم نے اسے بہت سمجھایا ہے، آج شام کو بیٹا آتا ہے تو اس سے کہوں گی کہ کچھ دنوں کے لئے اُسے یہاں لے آئے، میری تم سے درخواست ہے کہ تم اس کی ہم عمر بھی ہو اور ہمارے گھر کی پیاری اور مثالی بہو بھی ہو، اگر تم اسے سمجھاؤ گی کہ بہو کو گھر میں کس طرح رہنا چاہئے تو مجھے امید ہے وہ خود کو بہتر کرلے گی۔ یہ سُن کر بہو نے ہاں میں سر ہلایا اور دل ہی دل میں شرمندہ ہونے لگی کہ میری ساس میرے بارے میں کیسے اچھے جذبات رکھتی

ہے لیکن افسوس! جو باتیں انہوں نے اپنی سگی بیٹی کے لئے کی تھیں انہیں میں نے غلط فہمی کی وجہ سے اپنے اوپر لے لیا، پھر اس نے خدا کا شکر ادا کیا کہ پیکنگ کی بات کمرے تک ہی رہی ورنہ بات بڑھ سکتی تھی اور جھگڑا ہو سکتا تھا۔

ڈبل اسٹینڈرڈ

شفیق آفس سے گھر واپس آیا تو اپنی بیوی اُمِّ عاطف کو بتایا کہ امّی کا فون آیا تھا، وہ آج شام کو آرہی ہیں اور ایک ہفتہ یہیں ٹھہریں گی۔ یہ سُن کر بیوی کا مُوڈ خراب ہو گیا، کہنے لگی: آج کل ویسے ہی ہمارا ہاتھ تنگ ہے، میری طبیعت بھی ٹھیک نہیں رہتی، گرمی کے موسم میں تین بچّوں سمیت گھر کے پانچ افراد کا ناشتہ اور کھانا بنانا، گھر کی صفائی ستھرائی کرنا تھکا کر رکھ دیتا ہے، ایسے میں امّی کی اچانک آمد! میں اکیلی کیا کیا کروں گی؟ شفیق یہ باتیں سُن کر کچھ نہیں بولا، بس تھوڑا سا مسکرادیا۔ شام کو دروازے پر دستک ہوئی، زنانہ آواز سن کر اُمِّ عاطف نے دروازہ کھولا تو سامنے اس کی اپنی ماں یعنی شفیق کی ساس (Mother in law) کھڑی تھیں اور بیگ زمین پر رکھا ہوا تھا۔ اُمِّ عاطف کے منہ سے حیرت اور خوشی کے ملے جُلے جذبات میں نکلا: "امّی! آپ؟" اس کی امّی نے جواب دیا: ہاں! کیا شفیق بیٹے نے تمہیں میرے آنے کے بارے میں بتایا نہیں؟ "ہاں! وہ! بتایا تو تھا"، اس کے منہ سے اِتنا ہی نکل سکا۔ اتنی دیر میں شفیق بھی وہاں پہنچ چکا تھا۔ شرمندگی کے مارے وہ اپنے شوہر سے نظریں نہیں مِلا سکی بس اتنا پوچھا: آپ نے یہ کیوں نہیں بتایا کہ میری امّی آرہی ہیں؟ شفیق کہنے لگا: ماں تو ماں ہوتی ہے، تمہاری ہو یا میری! ہمیں دونوں کی خدمت خوش دِلی سے کرنی چاہئے۔ یہ سُن کر اُمِّ عاطف کے کانوں میں اپنی ہی باتیں گونجنے لگیں اور اس کی آنکھیں ندامت سے مزید جھک گئیں۔

ماہنامہ فیضانِ مدینہ کے قارئین! یہ فرضی اسٹوری ہمیں بہت کچھ سمجھا رہی ہے، جس میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ہمیں اپنی زندگی میں دوہرے معیار (Double standard) سے گُریز کرنا چاہئے کہ ایک شخص کے لئے ایک اُصول (Principle) اور دوسرے کے لئے کچھ

اور! لیکن یہ کڑوی حقیقت (Bitter Truth) ہے کہ ہم اُصول پر چلنے والے کو پسند تو بہت کرتے ہیں لیکن جب اپنی باری آتی ہے تو ہمارے قدم لڑکھڑا جاتے ہیں۔ بہر حال اُصول سب کے لئے برابر ہونا ضروری ہے، کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ خریدنے اور بیچنے کا ترازو (Scale) ایک ہونا چاہیے۔

میں تو ایسا نہیں ہوں!

شاید نفسیاتی تقاضے (Psychological requirement) کے تحت ہم اپنے آپ کو کلین قرار دینا شروع کر دیں کہ میں تو ایسا نہیں ہوں لیکن میں آپ کے سامنے چند پہلو رکھتا ہوں، انہیں دیکھئے! پھر اپنا احتساب خود کیجئے کہ کہیں میں بھی تو ڈبل اسٹینڈرڈ اپنانے والوں میں سے تو نہیں!

ڈبل اسٹینڈرڈ کی مثالیں:

(1) اپنا بچّہ گلی محلے میں کسی بچّے پر ظُلم کرے اس کا سر پھوڑ دے، یا گھونسا مار کر اس کے ہونٹ زخمی کر دے تو یہ کہہ کر جان چُھڑانے کی کوشش کرتے ہیں کہ "ابھی تو یہ بچّہ ہے، بچّوں سے غلطیاں ہو ہی جاتی ہیں" اور یہی سُلوک دوسرا بچّہ ان کے بیٹے کے ساتھ کرے تو اسے "کم عمر" ہونے کی رعایت (Concession) دینے پر تیار نہیں ہوتے بلکہ ڈبل اسٹینڈرڈ کے تحت کچھ یوں تبصرہ (Comment) کرتے دکھائی دیتے ہیں: "اجی! یہ بچّہ تھوڑی ہے، پَلا ہوا سانڈ ہے، جتنا اوپر دکھائی دیتا ہے اُتنا زمین کے اندر ہے۔" (2) بہو گھریلو کام کاج میں کوئی غلطی کر دے تو تبصرہ ہوتا ہے: "ماں باپ نے کچھ نہیں سکھایا" اور اپنی بیٹی سسرال میں غلطیاں کرے تو بولیں گے: "ابھی نئے گھر میں بیاہ کر گئی ہے آہستہ آہستہ سمجھ جائے گی۔" (3) ساس بہو کو کچھ نصیحت کر دے، کسی بات پر ٹوک دے، کسی کام سے روک دے تو بہو کا تبصرہ کبھی یوں بھی ہوتا ہے: "ہر وقت میرے پیچھے پڑی رہتی ہیں، میری تو اس گھر میں ذرا

بھی نہیں چلتی" جبکہ یہی گفتگو اگر اس کی بھابی اس کی سگی ماں کے بارے میں کرے تو اسے بے ادب و گستاخ اور زبان دراز قرار دینے سے نہیں چُوکتی (4) گھر میں کھانے پینے کی یا کوئی چیز تقسیم (Distribute) کرتے وقت بیٹے کو زیادہ حصہ دینا اور بیٹی کو کم دینا ڈبل اسٹینڈرڈ نہیں تو اور کیا ہے! (5) اگر دفتر یا دکان پر کسی کی کوئی بات ناگوار گزرے تو مُسکرا کر ٹال دیں گے اور اگر یہی حرکت گھر پر فیملی کا کوئی فرد کرے تو ببر شیر بن کر دھاڑنا شروع کر دیتے ہیں (6) کلاس میں امیر کا بچّہ غلطی کرے تو ہلکی سی تنبیہ (Warning) کر کے چھوڑ دیتے ہیں اور اگر غریب کے بچّے نے غلطی کی تو ایسی ڈانٹ (Scold) پلاتے ہیں کہ اس کی رُوح تک لرز جاتی ہے (7) امتحانات میں اچھی پوزیشن آجائے تو "بچّہ بڑا ذہین ہے اسے محنت کا پھل ملا ہے" اور اگر نمبر کم آجائیں تو "ٹیچر نے اچھا نہیں پڑھایا" کا شکوہ کرتے دکھائی دیتے ہیں (8) کوئی غلطی کرے تو اسے سزا دلوانے کے لئے دلیلیں دیتے ہیں اور خود سے غلطی ہو جائے تو بچنے کے لئے تاویلیں (بہانے، Excuses) گھڑتے ہیں (9) دوسرا شخص ٹریفک کا اُصول توڑے، سرخ سگنل لائٹ کراس کر جائے، غلط U ٹرن لے لے، ون وے کی خلاف ورزی کرے تو اسے لاپرواہ، جاہل اور خطرناک ڈرائیور قرار دیتے ہیں اور اگر خود یہی حرکتیں کریں تو "جی مجبوری ہے ایمر جنسی ہے!" کی تاویلیں کر کے اپنے دل کو منا لیتے ہیں (10) کوئی اور قطار توڑے تو غیر مہذب (Uncivilized)! اور خود توڑیں تو "مجھے بہت جلدی ہے ایمر جنسی میں کہیں جانا ہے۔"

ڈبل اسٹینڈرڈ کے نقصانات:

اس کا پہلا نقصان تو یہ ہو سکتا ہے کہ گھر، خاندان، دکان، دفتر وغیرہ میں لوگوں کے آپ کے اخلاقی کردار کے بارے میں تاثرات (Comments) اچھے نہیں رہتے، جس سے آپ کا

امیج بگڑ جاتا ہے، ایسے میں جب آپ کسی کو نیکی کی دعوت دینا چاہیں گے، یا غلطی پر سمجھانا چاہیں گے تو آپ کی بات اس پر اثر نہیں کرے گی۔ ایک نقصان یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کے ڈبل اسٹینڈرڈ کا شکار ہونے والے شخص کا دل دُکھ سکتا ہے، اسے تکلیف پہنچ سکتی ہے اور اجازتِ شرعی کے بغیر کسی مسلمان کو تکلیف دینا جائز نہیں ہے۔

اہم بات:

جس شخص کو شریعت نے زیادہ اہمیت دینے، عزت دینے کا کہا ہے وہاں شرعی اُصول پر عمل کرنا ضروری ہے، معظمِ دینی جیسے عالمِ دین، مفتی صاحب، بوڑھے مسلمان، کسی قوم کا مُعزّز فرد وغیرہ۔

مرتبے کے مطابق سلوک کرو:

نبیِّ اکرم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: لوگوں سے ان کے مرتبوں کے مطابق سلوک کرو۔ (124)

سفید بالوں والے کی عزت:

فرمانِ مصطفےٰ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم ہے: اللہ پاک کی تعظیم میں سے یہ بھی ہے کہ سفید بالوں والے مسلمان کی عزت کی جائے۔ (125)

مُعزّز شخص کی عزت کرو:

ارشاد فرمایا: جب تمہارے پاس کسی قوم کا مُعزّز شخص آئے تو اس کا اکرام بجالاؤ۔ (126)

---

(124) ابوداؤد، 4/261

(125) ابوداؤد، 4/344، الحدیث: 4843

(126) ابنِ ماجہ، 4/208، الحدیث 3712

غنی اور مسکین سے الگ الگ سلوک:

حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک سفر میں تھیں، دورانِ سفر آپ نے ایک جگہ پڑاؤ کیا تو کھانا پیش کیا گیا، اسی دوران ایک سائل آیا اور اس نے سوال کیا۔ آپ رضی اللہ عنہا نے خادم سے فرمایا: ”اسے کھانے میں سے ایک روٹی دے دو۔“ پھر ایک شخص سواری پر آیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ”اسے کھانا پیش کرو۔“ عرض کی گئی: آپ نے مسکین کو ایک روٹی دی اور غنی کو کھانا پیش کرنے کا کہا۔ فرمایا: ”بے شک اللہ بندوں کو ان کے مرتبے پر رکھتا ہے، لہٰذا ہمیں بھی چاہیے کہ ہم ان کے ساتھ ان کے مرتبے کے مطابق سلوک کریں مسکین تو ایک روٹی پر راضی ہے جبکہ ہمارے لئے یہ بات نامناسب ہے کہ ہم غنی کو اچھی وضع قطع ہوتے ہوئے ایک روٹی دیں۔“(127)

اللہ پاک ہمیں ڈبل اسٹینڈرڈ (دوہرے معیار) کے غلط انداز کو ترک کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

دو رنگی چھوڑ کر یک رنگ ہو جا
سراسر موم ہو یا سنگ ہو جا

(127) احیاء العلوم، 2/718، مترجم

اختلاف رائے

ہر شخص کا کسی شے کو دیکھنے، پرکھنے اور اس کے بارے میں سوچنے کا انداز دوسرے سے مختلف ہوتا ہے کیونکہ ہر انسان کی عمر، تعلیم، تجربہ اور مہارت الگ ہوتی ہے، اسی کی بنیاد پر وہ کسی ایشو پر اپنی جداگانہ رائے رکھتا ہے۔دو افراد کی رائے میں کچھ نہ کچھ مماثلت (Resemblance) تو ہوسکتی ہے تاہم 100 فیصد اتفاق ہونا دُشوار ترین ہے۔گھر میں آج کیا پکے گا؟ کس کمپنی کا فریج خریدا جائے گا؟ پردے کس رنگ کے لگیں گے؟ رشتے کے لئے ہاں کہی جائے گی یا نہیں؟ شادی کی تاریخ کیا رکھنی ہے؟ آفس میں کس قسم کا فرنیچر آئے گا؟ڈریس کوڈ کیا ہوگا؟ جامعہ کا نصاب(Syllabus) کیا ہوگا؟ کون سا سبق کونسا ٹیچر پڑھائے گا؟ سفر ٹرین کے ذریعے ہوگا یا بس سے؟ اس طرح کے چھوٹے بڑے ہزاروں ایشوز پر مختلف لوگوں (میاں بیوی، ماں بیٹی، باپ بیٹا، دوسگے بھائیوں، دوستوں وغیرہ) کے درمیان اختلافِ رائے ہوسکتا ہے۔الغرض! اختلافِ رائے ہماری معاشرتی، سماجی اور گھریلو زندگی کا حصہ ہے اور ہم سب شعوری طور پر اسے تسلیم بھی کرتے ہیں۔یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ بہت مرتبہ اختلاف رائے بڑھ کر جھگڑے کی صورت اختیار کرلیتا ہے جس سے معاشرے(Society) میں بگاڑ بڑھتا ہے، اگر اختلافِ رائے کے آداب پر عمل کرلیا جائے تو بات بگڑنے سے بچا جاسکتا ہے۔

اختلافِ رائے کے 10 آداب:

(1)اختلافِ رائے کے اظہار سے پہلے کھلے ذہن کے ساتھ اپنی رائے پر پہلے خود غور کرلیں کہ کہیں میں غلطی پر تو نہیں؟ پھر اگر اپنی رائے غلط ثابت ہو تو اندر کی بات کو اندر ہی

ختم کر ڈالیں اور قلبی سکون پائیں۔

(2)اگر آپ کو اپنی رائے دُرست لگے تو دیکھ لیجئے کہ اس کا اظہار ضروری بھی ہے یا نہیں؟ کیونکہ ہر اختلافِ رائے کا اظہار ضروری نہیں ہوتا بالخصوص ایسی جگہ پر جہاں خاموش رہنے میں کوئی نقصان نہ ہو رہا ہو مثلاً چائے کھانے کے بعد پی جائے یا تھوڑا ٹھہر کر؟ یہ ایسا مسئلہ نہیں ہے جس پر دوسروں سے اُلجھا جائے، ہاں! آپ سے رائے لی جائے تو بتا دیجئے۔

(3)ہر جگہ اختلافِ رائے کا حق جتا کر بحث مباحثہ میں نہ کُودیں کیونکہ بن مانگے اپنی رائے دینے سے قدر و قیمت (Value) جاتی رہتی ہے، ہو سکتا ہے کہ لوگ آپ سے چِڑنے لگیں کہ یہ ہر معاملے میں ٹانگ اَڑا دیتا ہے، اس لئے حتی الامکان پوچھے جانے پر ہی اپنی رائے دیجئے۔

(4)اختلافِ رائے کے اظہار کا انداز مہذب اور شائستہ ہونا چاہئے، طنزیہ اندازِ گفتگو، دوسروں کو جاہل اور بے وقوف قرار دینا، جھاڑنا، جارحانہ انداز اختیار کرنا دوسروں کے لئے باعثِ تکلیف ہوتا ہے اور آپ کا امپریشن بھی بگڑتا ہے۔

(5)دوسروں کے اختلافِ رائے کے حق کو بھی تسلیم کریں، بحث کرکے انہی کو اپنی رائے بدلنے پر مجبور نہ کریں بلکہ گفتگو کے نتیجے میں آپ پر اپنی رائے کی غلطی ظاہر ہو تو اسے دُرُست کرکے بڑے پن کا مظاہرہ کیجئے۔

(6)اگر دونوں فریق اپنے اپنے مؤقف پر ڈٹے ہوئے ہوں اور فیصلہ کرنا بھی ضروری ہو تو کسی باصلاحیت اور ماہر شخص سے اپنے اختلافِ رائے کا فیصلہ کروالیں۔

(7)اگر آپ کی رائے کو فوقیت مل جائے تو شیخیاں نہ بگھاریں کہ دیکھا میں نے اسے کیسا خاموش کروایا، میرے سامنے تو بڑے بڑے بولنا بُھول جاتے ہیں۔

www.dawateislami.net

(8) آپ غالب ہوں یا مغلوب! دونوں صورتوں میں فریقِ ثانی کی غیبتوں میں نہ پڑیں، اس پر تہمتیں نہ لگائیں اور نہ ہی اپنے دل میں اس کا بُغض بٹھائیں۔

(9) اختلاف رائے کو اپنے اور سامنے والے فریق تک محدود رکھیں بلاضرورت تیسرے کو اس کی ہوا بھی نہ لگنے دیں۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس طرف ہماری بالکل توجہ نہیں، اوپر سے سوشل میڈیا واٹس ایپ، ٹوئیٹر، فیس بک وغیرہ نے ایسی آسانیاں دے دی ہیں کہ کوئی بھی نادان اپنے گھر، گلی محلے یا دوستوں کے درمیان ہونے والی بات کو پوری دنیا کے سامنے پیش کر سکتا اور اپنی جگ ہنسائی کروا سکتا ہے۔ اللہ پاک ایسوں کو عقلِ سلیم عطا فرمائے۔

(10) اختلاف رائے کسی سے بھی ہو! اس کے نتیجے میں آپسی تعلقات میں کھنچاؤ نہ آنے دیں۔ اس حوالے سے بہت ہی پیاری دلچسپ حکایت پڑھئے:

بھائی چارے پر اثر نہیں پڑنا چاہئے:

حضرت سیدنا یونس صدفی رحمۃُ اللہِ علیہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت سیدنا امام شافعی رحمۃُ اللہِ علیہ سے زیادہ عقل مند کوئی نہیں دیکھا۔ ایک دن میں نے کسی مسئلے پر ان سے مناظرہ کیا اور پھر ہم جدا ہوگئے، جب دوبارہ ملاقات ہوئی تو آپ نے میرا ہاتھ تھام کر ارشاد فرمایا: اے ابو موسیٰ! کیا یہ اچھا نہیں کہ کسی مسئلے پر متفق نہ ہونے کے باوجود ہم بھائیوں کی طرح رہیں۔ (128)

اللہ پاک ہمیں اپنا اخلاق و کردار بہتر بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

---

(128) سیر اعلام النبلاء، 8/382

بددعائیں کیوں؟

کم و بیش 12 سو سال پہلے کے بُزرگ حضرت سیّدنا معروف کرخی رحمۃُ اللهِ علیہ کچھ لوگوں کے ساتھ دریائے دجلہ کے کنارے جارہے تھے کہ راستے میں ایک گروپ ڈانس پارٹی اور شراب نوشی وغیرہ میں مصروف تھا۔ یہ دیکھ کر آپ کے ساتھیوں نے عرض کی: دعا کیجئے کہ اللہ ان کو غرق کردے۔ آپ نے ہاتھ اٹھا کر کہا: یااللہ! جس طرح یہ اِس جہاں میں عیش اور خوشی سے زندگی گزار رہے ہیں اگلے جہان یعنی آخرت میں بھی انہیں عیش نصیب فرما۔ آپ کے ساتھیوں نے عرض کی کہ حضور! آپ نے جو دعا کی ہے اس میں کیاراز ہے، ہم سمجھ نہیں سکے؟ آپ نے فرمایا: جس سے دعا کی ہے وہ اس راز کو جانتا ہے۔ تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ وہ نوجوان شراب ورَباب پھینک کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوگئے اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کرکے بُرے کاموں سے تائب ہوگئے۔ اس کے بعد آپ نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہوکر فرمایا: تم نے دیکھا کہ کسی کے غرق ہوئے اور تکلیف پہنچے بغیر ہی ہمیں ہماری مراد حاصل ہوگئی۔ (129)

ماہنامہ فیضانِ مدینہ کے قارئین! دعا ہماری زندگی کی اہم عبادت اور اپنے ربِّ کریم سے حاجتیں مانگنے کا آسان ذریعہ ہے، دعا کی قبولیت اللہ پاک نے اپنے ذمۂ کرم پر لی ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: ﴿اُدْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ﴾ ترجمۂ کنزُالایمان: مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔ (130)

---

(129) تذکرۃ الاولیاء 1/242 ملتقطاً

(130) پ24، المؤمن: 60

www.dawateislami.net

دعا کی دو قسمیں:

ہم عموماً دو قسم کی دعائیں مانگتے ہیں، ایک وہ جس میں اپنی یا کسی اور کی بھلائی، خیر خواہی یا نفع شامل ہوتا ہے جیسے یااللہ! مجھے نیک بنادے، یااللہ! میری روزی میں برکت عطا فرما، یااللہ! میرے بیٹے کو بیماری سے شفا دے، یاالٰہی ہمارا سارا قرضہ اُتر جائے وغیرہ، اور دوسری وہ دعا جو خود اپنے یا کسی اور کے خلاف مانگی جاتی ہے، اسے بددُعا کہا جاتا ہے جیسے اللہ کرے اس کا ایکسیڈنٹ ہو جائے، یہ ایک ایک روپے کا محتاج ہو جائے، اس کے گھر کو آگ لگ جائے، اس کا کاروبار تباہ ہو جائے، یہ اندھا ہو جائے، اس کے بدن میں کیڑے پڑیں وغیرہ۔ دونوں قسم کی دعاؤں کا ذکر قراٰنِ پاک میں ان الفاظ میں کیا گیا ہے: ﴿وَیَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَیْرِؕ-وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا(۱۱)﴾ ترجمۂ کنزُالایمان: اور آدمی برائی کی دعا کرتا ہے جیسے بھلائی مانگتا ہے اور آدمی بڑا جلد باز ہے۔[131] یعنی اپنے لئے اور اپنے گھر والوں کے لئے اور اپنے مال کے لئے اور اپنی اولاد کے لئے اور غصّہ میں آکر ان سب کو کوستا رہتا ہے اور ان کے لئے بددعائیں کرتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اس کی یہ بددُعا قبول کرلے تو وہ شخص یا اس کے اہل و مال ہلاک ہو جائیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کو قبول نہیں فرماتا۔[132]

خود کو بددُعا نہ دو:

اللہ پاک کے آخری نبی صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے بھی ہمیں اپنے آپ کو اور دوسروں کو بددُعا دینے سے روکا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا: تم نہ اپنے آپ کو بددُعا دو، نہ اپنی اولاد کو بددُعا دو اور نہ

---

(131) پ15 بنی اسرآءیل: 11

(132) خزائن العرفان، ص527

اپنے اَموال کو بددُعا دو، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ وہ گھڑی ہو جس میں اللہ پاک سے جس عطا کا بھی سوال کیا جائے تو وہ دُعا قبول ہوتی ہو۔(133)

اب کسی کے لئے بددُعا نہ کرنا:

تابعی بُزرگ حضرت سیِّدُنا سعید بن جُبَیر رحمۃُ اللہِ علیہ کے پاس ایک مرغا تھا، (رات کے وقت) جب وہ اذان دیتا تو آپ اُٹھ کر نماز پڑھتے تھے، ایک رات مرغ نے اذان نہ دی تو آپ نماز کے لئے بیدار نہ ہو سکے، صبح آپ کو اس معاملے کا بڑا صدمہ پہنچا، آپ نے کہا: آج مرغ کو کیا ہو گیا؟ اللہ اس کی آواز ختم کر دے چنانچہ اس کے بعد کبھی کسی نے اس مرغ کی آواز نہیں سُنی۔ آپ کی والدہ نے فرمایا: بیٹا! اب کبھی کسی کے لئے بددُعا مت کرنا۔(134)

ہم بددُعا کیوں کرتے ہیں؟

اسلامی تعلیمات کے مطابق مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں جس کے ایک حصے میں تکلیف ہوتی ہے تو درد پورا بدن محسوس کرتا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے خلاف دعا کرنے لگتا ہے! دیکھا جائے تو اس کا سبب غصہ، حسد (جیلسی)، بغض و کینہ اور سامنے والے کا ظالم اور گناہوں میں مبتلا ہونا ہو سکتا ہے۔

غیر مسلم کے لئے بددعا:

اگر کسی کافر کے ایمان نہ لانے پر یقین یا ظنِّ غالِب ہو اور اس کے جینے سے دین کا نقصان

---

(133) مسلم، ص1226، حدیث:3009

(134) حلیۃ الاولیاء، 4/303

ہو تو ایسے شخص پر بد دُعا(یعنی مرنے کی دعا کرنا) دُرُست ہے۔[135]

مسلمان کے لئے بد دُعا:

اس کی چند صورتیں ہیں:(1) سُنّی مسلمان اگر کسی پر ظالم نہیں تو اس کے لئے بد دعا نہ چاہئے بلکہ دعائے ہدایت کی جائے کہ جو گناہ کرتا ہے چھوڑ دے، اور اگر ظالم ہے اور مسلمانوں کو اس سے ایذا (یعنی تکلیف) ہے تو اس پر بد دعا میں حرج نہیں، وَھُوَ تعالیٰ اعلم۔[136] (2) کسی مسلمان کو یہ بد دُعا کہ تجھ پر خدا کا غضب نازل ہو اور تو آگ یا دوزخ میں داخل ہو! نہ دے کہ حدیث شریف میں اس کی ممانعت وارِد ہے۔[137] (3) کسی ظالم سے امید توبہ اور ترکِ ظلم کی نہ ہو اور اس کا مرنا تباہ ہونا خَلق (یعنی مخلوق) کے حق میں مفید ہو، ایسے شخص پر بد دعا دُرُست ہے۔[138] (4) ظالم کے خلاف دعا کرنے والا اپنا بدلہ لے لیتا ہے، چنانچہ سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: مَنْ دَعَا عَلٰی مَنْ ظَلَمَه، فَقَدِ انْتَصَرَ ترجمہ: جس نے اپنے اوپر ظلم کرنے والے کے خلاف بد دُعا کی تو اس نے اپنا بدلہ لے لیا۔[139] (5) جس نے کسی پر ظلم کیا ہو تو وہ اتنی ہی بد دعا دے جتنا اُس نے ظلم کیا ہے، اس سے آگے مت بڑھے، اور اگر اس کی طرف سے ملنے والی تکلیف پر صبر کرے اور درگزر سے کام لے تو یہ اس کے لئے زیادہ بہتر ہے۔

---

(135) فضائل دعاء، ص187
(136) فتاویٰ رضویہ، 23/182
(137) فضائل دعاء، ص203
(138) فضائل دعاء، ص187
(139) ترمذی، 5/324، حدیث: 3563

www.dawateislami.net

چور کو بد دُعا دینے سے روکا:

حضرت سیِّدُنا رَبیع بن خُثَیم رحمۃُ اللہِ علیہ نماز پڑھ رہے تھے کہ کسی نے ان کا گھوڑا چوری کرلیا، جس کی قیمت بیس ہزار درہم تھی۔ آپ رحمۃُ اللہِ علیہ نے اسے پکڑنے کے لئے نہ تو نماز توڑی نہ ہی پریشان ہوئے۔ کچھ لوگ تسلّی دینے آئے تو فرمایا: میں نے اسے رسی کھولتے دیکھ لیا تھا۔ عرض کی گئی: آپ نے اُسے بھگایا کیوں نہیں؟ فرمایا: میں گھوڑے سے زیادہ پسندیدہ کام یعنی نماز میں مصروف تھا۔ لوگ چور کے لئے بد دُعا کرنے لگے تو فرمایا: اسے بد دُعا نہ دو اور اچھی بات کرو کیونکہ میں اپنا گھوڑا اس پر صدقہ کرچکا ہوں![140] (6) ظالم کے خلاف بد دُعا کرنا چاہے تو اس کے اہلِ خانہ کو اس میں شامل نہ کرے جب تک کہ وہ ظالم کے ظلم کے ذمّہ دار اور اس کے ساتھ شریک نہ ہوں۔

مظلوم کی بد دُعا سے بچو:

ہمیں ظلم کرنے اور مظلوم کی بد دُعا سے بچنا چاہئے، سرورِ کائنات صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ”مظلوم کی بد دُعا سے بچو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ سے اپنا حق مانگتا ہے اور اللہ تعالیٰ کسی حقدار کو اس کے حق سے منع نہیں کرتا۔[141] ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا: ”مظلوم کی بددعا مقبول ہے اگرچہ وہ فاجر ہی کیوں نہ ہو کیونکہ اس کا فجور تو اس کی اپنی جان پر ہے۔“[142]

---

(140) احیاء العلوم، 4/349

(141) کنز العمال، 2/200، حدیث: 7594

(142) الترغیب والترہیب، 3/130، حدیث: 18

www.dawateislami.net

ظالم کا پیٹ پھٹ گیا:

حضرت سیِّدُنا عبدُ المطلب بن ربیعہ بن حارث رحمۃُ اللہِ علیہ بیان کرتے ہیں: بنی کِنانہ کا ایک شخص زمانۂ جاہلیت میں اپنے چچا کے بیٹے پر ظلم کرتا تھا۔ اس نے اسے اللہ اور اپنی رشتہ داری کے واسطے دیئے مگر وہ ظلم کرتا رہا۔ اس لڑکے نے حرم شریف میں داخل ہو کر دُعا مانگی: اے اللہ! میں تجھ سے ایک مجبور شخص کی طرح دعا کرتا ہوں کہ تو میرے چچا کے بیٹے کو ایسی بیماری میں مبتلا کر جس کا کوئی علاج نہ ہو۔ جب وہ لڑکا واپس آیا تو اس کے چچا کا بیٹا پیٹ کے مرض میں مبتلا تھا، اس کا پیٹ مشکیزے کی طرح پھول کر پھٹ گیا۔[143]

اللہ کریم ہمیں دعائے خیر کرنے اور لینے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

---

(143) درمنثور، 1/302

تبصرے

کہتے ہیں کہ کسی شخص کے پاس ایک گدھا تھا۔ ایک دن وہ اسے بیچنے کے لئے چلا تو اس کا بیٹا بھی ساتھ ہو لیا۔ راستے میں ایک جگہ عورتیں کنویں سے پانی بھر رہی تھیں، باپ بیٹے کو گدھے کے ساتھ پیدل چلتا دیکھ کر آپس میں کہنے لگیں کہ یہ دونوں کتنے نادان (یعنی ناسمجھ) ہیں سواری پاس ہوتے ہوئے بھی پیدل جارہے ہیں! یہ تبصرہ (Comment) باپ نے سُن لیا اور بیٹے سے کہنے لگا: تم گدھے پر بیٹھ جاؤ میں پیدل چلتا ہوں۔ ابھی تھوڑی دُور ہی گئے ہوں گے کہ چند بڑی عمر کے لوگ ملے جو انہیں دیکھ کر کہنے لگے: دیکھو جی! کیا زمانہ آ گیا ہے بوڑھا باپ پیدل چل رہا ہے اور بیٹا سواری کے مزے لے رہا ہے! یہ سُن کر بیٹا سواری سے نیچے اُتر آیا اور اصرار کر کے باپ کو سوار کرا دیا، تھوڑا آگے چلے تو انہیں جوانوں کا ایک گروپ ملا جو انہیں دیکھ کر کہنے لگا: کتنا سنگدل باپ ہے خود سواری پر بیٹھا ہے اور بیٹے کو پیدل چلا رہا ہے! یہ سُن کر باپ نے بیٹے کو اپنے ساتھ سواری پر بٹھا لیا، ابھی انہوں نے تھوڑا ہی فاصلہ طے کیا تھا کہ انہیں کچھ اور لوگ ملے جن میں سے ایک شخص نے تبصرہ (Comment) کیا: میاں! مجھے نہیں لگتا کہ یہ گدھا تمہارا ہے! کیونکہ یہ مر مر کر (یعنی بہت مشکل سے) چل رہا ہے اور تم دونوں اس پر مزے سے چڑھے بیٹھے ہو!

ماہنامہ فیضانِ مدینہ کے قارئین! کسی کی ذات، صفات، لباس، اندازِ گفتگو، چال ڈھال، کام کاج، رہن سہن اور کارکردگی وغیرہ کے بارے میں تبصرے کرنا ہمارے یہاں عام ہے اور اسے اپنا حق سمجھا جاتا ہے۔ گھروں، دفاتر، فیکٹریوں، بازاروں، میڈیا اور سوشل میڈیا وغیرہ میں اچھے بُرے ہر طرح کے تبصرے ہو ہی رہے ہوتے ہیں۔ ان تبصروں کا نشانہ

ہماری اپنی اولاد یا بیوی بھی ہو سکتی ہے اور آفس میں ساتھ کام کرنے والے بھی! دکاندار بھی ہو سکتا ہے اور گاہک بھی! پھر یہ تبصرے مثبت (Positive) بھی ہوتے ہیں اور منفی (Negative) بھی! یاد رکھئے! ہمارا تبصرہ کسی کو بگاڑ بھی سکتا ہے اور سنوار بھی! یہ کسی کو پریشانی بھی دے سکتا ہے اور آسانی بھی! مایوسی کا شکار ہونے والا ہمارے مثبت تبصرے سے کامیابی کی تلاش میں نکل سکتا ہے، کسی کو ترقی کرنے کا جذبہ مل سکتا ہے، اس کی مہارت (Skill) میں اضافہ ہو سکتا ہے، کوئی جنّت میں لے جانے والے راستے پر چل سکتا ہے اور ہمارا ایک منفی تبصرہ "گرتی ہوئی دیوار کو ایک دھکا اور دو" کا کردار ادا کرکے کسی کو خودکشی پر مجبور کر سکتا ہے، کسی کا ہنستا بستا گھر اُجاڑ سکتا ہے، کسی کا کیریئر تباہ کر سکتا ہے۔

استاذ، پیر، ماں باپ، خاندان والوں کے تبصرے (Comments) انسان کے لئے زیادہ اہمیت رکھتے ہیں، اس لئے ہمیں یہ خیال رکھنا چاہئے کہ ہم کہاں، کب اور کس کے بارے میں، کس کے سامنے کیا کمنٹ کر رہے ہیں! اس کے ساتھ ساتھ یہ تبصرے ہماری مثبت یا منفی سوچ بھی ظاہر کرتے ہیں اور ہماری شخصیت کا تعارف بھی کرواتے ہیں کہ ہم کس قسم کے انسان ہیں! اس لئے جب کسی کے بارے میں تبصرہ کرنے لگیں تو "پہلے تولو بعد میں بولو" کے اصول پر عمل کر لیجئے، اِن شآءَ اللہ فائدے میں رہیں گے۔ ان مثالوں کی مدد سے اپنے تبصرے کے مثبت یا منفی ہونے کا فیصلہ کرنا قدرے آسان ہو جائے گا:

مثبت تبصرے کی 20 مثالیں:

وہ تبصرے جس میں کسی کی حوصلہ افزائی کی گئی ہو، کسی کو تسلی دی گئی ہو یا ہمت دلائی گئی ہو جیسے: (1) خوب (2) شاندار (3) مجھے آپ کی بات پسند آئی (4) آپ کا اندازِ گفتگو اچھا لگا (5) آپ کی کارکردگی پہلے سے بہتر ہے (6) آپ نے جو نعت شریف پڑھی اس کی طرز

منفرد تھی (7) آپ نے اس عنوان پر اچھے پوائنٹس بیان کئے (8) آپ سے مل کر خوشی ہوئی (9) آپ کا بیان معلوماتی تھا (10) آپ کی کتاب دلچسپ ہے (11) آپ نے بڑا عُمدہ ڈیزائن بنایا ہے (12) آپ کا بنایا ہوا کھانا بہت مزیدار ہے، میں تو انگلیاں چاٹتا رہ گیا (13) آپ کے گھر کی صفائی دیکھنے کے لائق ہے (14) آپ کی شخصیت (Personality) شاندار ہے (15) ناکامی کامیابی کا زینہ (یعنی سیڑھی) ہوتی ہے (16) ہمت نہ ہاریں ہر مشکل کے بعد آسانی ہے (17) گرتے ہیں شہسوار ہی میدان میں (یعنی غلطی کچھ کرنے والوں سے ہی ہوتی ہے، آپ ان سے تو بہتر ہیں جو کچھ کرنے کا حوصلہ ہی نہیں رکھتے) (18) صبح کا بُھولا شام کو آجائے تو اسے بُھولا نہیں کہتے (یعنی غلطی کرنے والا اگر اپنی غلطی درست کرلے تو اسے بُرا نہیں کہنا چاہئے) (19) جب جاگے ہوا سویرا (یعنی اپنی غلطی کا احساس ہونے پر مایوس ہونے کے بجائے اسے ٹھیک کرنے کی کوشش کرنی چاہئے) (20) صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے (مطلب: جلدی نہیں مچانی چاہئے، صبر کا نتیجہ اچھا ہوتا)۔

احتیاط کیجئے:

یہ خیال رہے کہ مثبت تبصرہ کرتے وقت جھوٹ سے بھی بچا جائے، جھوٹ وہ جو سچ کا اُلٹ ہو، اس لئے وہی بات کہی جائے جو سچ ہو۔ ”بہت پسند آیا“ اسی وقت بولئے جب ”بہت“ پسند آیا ہو، ورنہ صرف ”پسند آیا“ کہئے، سمجھدار کے لئے اشارہ ہی کافی ہے۔ اسی طرح تبصرہ کرتے وقت نیت کا خیال رکھئے کیونکہ دلجوئی، حوصلہ افزائی، ڈھارس، تسلی اور چیز ہے جبکہ خوشامد اور چیز!

سینڈوچ ٹیکنیک (Sandwich technique):

مثبت تبصرے کو کسی کی اِصلاح (دُرستی) کے لئے بھی استعمال کیا جاسکتا ہے، اسے سینڈوچ ٹیکنیک بھی کہتے ہیں وہ اس طرح کہ پہلے اس کے کام کی سچی تعریف کردیجئے پھر جس خامی کی

نشاندہی کرنا ہو اسے اچھے لہجے اور الفاظ میں بیان کر دیجئے اور آخر پر اسے دعاؤں سے نواز دیجئے۔

منفی تبصرے کی 34 مثالیں:

وہ تبصرہ جو کسی کی حوصلہ شکنی کا سبب بنے، اس کی ہمت توڑ دے، اسے مایوس کر دے یا اس کا دل دُکھانے کا سبب بنے مثلاً (1) تمہیں نہ جانے کب عقل آئے گی (2) یہ تمہاری نااہلی ہے (3) تم ہمیشہ لیٹ آتے ہو (4) اس ناکامی کے ذمہ دار تم خود ہو (5) تمہارا رویہ افسوس ناک ہے (6) مجھے پہلے ہی ڈر تھا کہ تم کام بگاڑ دوگے (7) یہ کام تمہارے بس کی بات نہیں (8) بے وقوفی کی بھی کوئی انتہا ہوتی ہے (9) تم سے مل کر مجھے ذرا بھی خوشی نہیں ہوئی (10) تمہیں دیکھ کر میرا خون کھولنے لگتا ہے (11) تمہیں نوکری تو ملنی نہیں پکوڑوں کی ریڑھی لگالو (12) تمہارے دماغ میں بھس بھرا ہوا ہے (یعنی تم بہت بے وقوف ہو) (13) صرف پاس ہو کر تم نے کونسا تیر مار لیا ہے پوزیشن لیتے تو بات بنتی (14) تمہارا مضمون سطحی نوعیت کا ہے (15) لمبی لمبی مت چھوڑو (یعنی جھوٹ نہیں بولو) (16) اب خوشامد کر رہے ہو (17) تم مجھے اُلّو (یعنی بے وقوف) بنا رہے ہو (18) تم مطلبی ہو (19) لالچی ہو (20) تم دھوکے باز ہو (21) تم سے خیر کی امید نہیں (22) تم نے خود اپنے پاؤں پر کلہاڑی ماری ہے (یعنی اپنا نقصان خود کیا ہے) (23) تم نہیں بدل سکتے (24) ان تِلوں میں تیل نہیں (یہاں کام نہیں بنے گا) (25) لوٹ کے بدھو گھر کو آئے (غلطیوں کے سبب، وہیں واپس آگئے جہاں سے چلے تھے) (26) کوّا چلا ہنس کی چال اپنی بھی بھول گیا (جب کوئی کسی مالدار یا صاحبِ حیثیت آدمی کی رِیس (پیروی) کر کے نقصان اٹھائے تو اس وقت کہتے ہیں) (27) یہ منہ اور مَسور کی دال (تم اس لائق نہیں) (28) کام کا نہ کاج کا دشمن اَناج کا (سُست اور کاہل آدمی جس کا کھانے کے سوا اور کوئی کام نہ ہو) (29) مفت کی روٹیاں کب تک توڑو

گے (30) وہ اندھی چلاتا ہے (یعنی اپنی مرضی کرتا ہے) (31) میٹھا میٹھا ہپ اور کڑوا کڑوا تُھو (جو خود کو پسند ہو اسے قبول اور جو پسند نہ ہو اسے قبول نہیں کرتے) (32) اب آیا اونٹ پہاڑ کے نیچے (یہ اس وقت بولتے ہیں جو کسی کے قابو میں نہ آتا ہو، پھر کسی مصیبت میں گرفتار ہو جائے) (33) رسی جل گئی مگر بل نہ گیا (یعنی شان و شوکت چلی گئی تکبر نہ گیا) (34) تمہاری گردن میں سریا آگیا ہے (یعنی تم تکبر کرنے لگے ہو)۔

منفی تبصرہ کرتے وقت غیبت، بہتان اور دل آزاری سے بچنا بہت دشوار ہے، چنانچہ اس سے بچنے ہی میں عافیت ہے۔ مولا کریم ہمیں زبان کی احتیاطیں اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

www.dawateislami.net

موبائل اور بدگمانیاں

خضدار(بلوچستان) میں بیوی سے موبائل برآمد ہونے پر شوہر نے حاملہ بیوی کو گلا دبا کر قتل کر دیا۔ تفصیلات کے مطابق مقتولہ کے شوہر نے اعترافِ جرم کر لیا اور جوڈیشل مجسٹریٹ کے سامنے بھی اعترافی بیان ریکارڈ کراتے ہوئے تسلیم کیا کہ اس نے اپنی اہلیہ کو موبائل استعمال کرنے پر قتل کیا، اُسے شبہ تھا کہ اہلیہ کسی(اجنبی) سے فون پر بات کرتی تھی۔ (144)

افسوس! گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ ہمارے رویوں میں منفی رجحان(Negative trend)بڑھتا جارہا ہے۔ بدگمانیاں اور غلط فہمیاں اس وقت بھی ہوتی تھیں جب موبائل نہیں تھا۔ موبائل کے بڑھتے ہوئے استعمال نے ہمارے معاشرے کو فائدے اور نقصانات دونوں دیئے! موبائل کے ذریعے ہونے والی بدگمانیوں اور غلط فہمیوں نے تباہی مچادی، جس کی ایک جھلک اوپر دی گئی خبر ہے جس میں ایک عورت اپنی جان سے گئی اور شوہر قتل جیسے حرام فعل کا مرتکب ہو کر جیل جا پہنچا۔ اس سے ملتی جلتی بہت سی مثالیں ہمیں اپنے معاشرے میں مل جائیں گی۔

بُرا گمان حرام ہے

فرمانِ مصطفےٰ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم ہے: حَرَّمَ مِنَ الْمُؤْمِنِ ثَلَاثًا دَمَهُ وَمَالَهُ وَاَنْ يُّظَنَّ بِهِ ظَنُّ السُّوْء یعنی بے شک اللہ نے مسلمان کا خون، مال حرام قرار دیا ہے اور یہ بھی حرام ٹھہرایا

(144) بلوچستان پوسٹ ویب ایڈیشن 29 اپریل 2024

ہے کہ کسی مسلمان کے بارے میں بُرا گمان کیا جائے۔[145]

بدگمانیوں اور غلط فہمیوں کی دنیا جتنی وسیع ہے اچھے گمان کے احتمالات (Probabilities) کی گنجائش اس سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔ اب یہ ہماری ذہنیت پر منحصر ہے کہ ہم بدگمانی یا غلط فہمی کو فوقیت دیتے ہیں یا پھر حُسنِ ظن کے احتمالات کو؟ حُسنِ ظن کی فضیلت پر دو احادیثِ مبارَکہ ملاحظہ فرمایئے: (1) اِنَّ حُسْنَ الظَّنِ مِنَ الْاِیْمان یعنی بے شک حُسنِ ظن رکھنا ایمان کا حصہ ہے۔[146] (2) حُسْنُ الظَّنِّ مِنْ حُسْنِ الْعِبَادَةِ یعنی حُسنِ ظن ایک اچھی عبادت ہے۔[147]

بدگمانیوں کی مثالیں (Examples of misconceptions)

اس مضمون میں موبائل فون کے سبب ہونے والی بدگمانیوں اور غلط فہمیوں کی مثالوں کو دو عنوانات میں پیش کرکے حسنِ ظن کے احتمالات بھی بیان کئے گئے ہیں!

(1) فون، واٹس اپ یا ایمو کال کے حوالے سے بدگمانیاں

(2) واٹس اپ، Imo وغیرہ پر صوتی یا تحریری پیغام کے حوالے سے بدگمانیاں

فون / واٹس اپ / ایمو کال کے حوالے سے بدگمانیاں

(1) بیوی کسی کو کال کررہی تھی، آپ کو دیکھ کر کال کاٹ دی تو (معاذ اللہ) آپ کے دل میں خیال آیا کہ کسی پرانے عاشق کو فون کررہی ہوگی، اپنے میکے میں میری برائیاں کررہی ہوگی، مجھ سے طلاق لینے کی پلاننگ کررہی ہوگی حالانکہ ٭ ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی سہیلی کو کال

---

(145) دیکھئے: شعب الایمان، 5/297، حدیث: 6706

(146) تفسیر روح البیان، 9/84

(147) مسندِ احمد، 3/547، حدیث: 10368

کررہی ہو اور آپ کے احترام میں اس نے کال کاٹ دی ہو * ہو سکتا ہے کہ آپ کے مالی حالات کی تنگی کے پیش نظر کسی رشتے دار سے قرض لینے کے لئے فون کررہی ہو اور آپ کی خودداری (self-restraint) کی وجہ سے آپ سے یہ بات چھپانا چاہتی ہو۔ رہ گئی طلاق لینے کی پلاننگ تو ہو سکتا ہے کہ وہ بڑی عمر کی کسی رشتے دار خاتون سے اس پر مشورہ کررہی ہو کہ میں کیا ایسا کروں کہ ہماری ازدواجی زندگی (Married life) خوشگوار ہو جائے۔ انسان سوچنے بیٹھے تو اس طرح کے درجنوں اچھے احتمالات نکل سکتے ہیں جو اسے بدگمانی سے بچاسکتے ہیں۔

(2) اس طرح نوجوان اولاد یا بھائی یا بہن کو فون پر بات کرتے دیکھ کر بلاوجہ شک کرنا اور بار بار ان کو طعنے مارنا کہ ان کا کسی سے چکر چل رہا ہے! اس جدید دور میں انہیں آپ کے بارے میں "چکرا" دیں گے جس سے آپ کی عزت ان کی نگاہوں میں کم ہو سکتی ہے۔ یہ بھی تو سوچا جاسکتا ہے کہ کلاس فیلو سے سبق یا امتحانات کی تیاری پر ڈس کس ہو رہی ہو (آج کل تو کلاس والوں نے واٹس اپ گروپ بنائے ہوتے ہیں) یا کلاس فیلو کے والد یا والدہ یا قریبی عزیز کے انتقال پر تعزیت کی جارہی ہو۔ وغیرہ وغیرہ

(3) ہم کسی کو فون یا واٹس اپ کال کرتے ہیں لیکن دوسری طرف سے رسیو نہیں ہوتی تو ہم طرح طرح کے وسوسے پال لیتے ہیں کہ یہ متکبر ہے کسی کو گھاس نہیں ڈالتا یا میری قرض رقم واپس کرنے کے بجائے ہڑپ کرنا چاہتا ہے، میرا فون سنتے ہوئے اسے موت پڑتی ہے، اب میں اس سے کوئی تعلق نہیں رکھوں گا، میرا اس کے ساتھ جینا مرنا ختم! حالانکہ درجنوں صورتیں بن سکتی ہیں کہ انسان کال کیوں نہیں اٹھاتا؟ جیسے ✿ وہ نماز کے لئے مسجد میں ہو اور فون Silent پر ہو ✿ آپ کا نمبر اس کے پاس محفوظ (saved) نہ ہو کیونکہ کئی لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اجنبی نمبر سے آنے والی کال نہیں اٹھاتے ✿ وہ ایسی جگہ ہو جہاں فون لے

کر جانے کی اجازت نہ ہو اور اس نے موبائل فون سکیورٹی والوں کو جمع کروادیا ہو ✿ کلاس میں پڑھ رہا ہو ✿ آفس کی میٹنگ میں ہو ✿ موبائل گھر بھول گیا ہو ✿ بازار میں ہو یا پبلک ٹرانسپورٹ میں ہو اور فون اٹھانے پر ڈکیتی کا خدشہ ہو ✿ ڈرائیونگ کر رہا ہو ✿ موبائل چارجنگ پر ہو ✿ آپ نے موٹی رقم زبردستی قرض کے طور پر مانگی یا کوئی غیر معمولی دفتری سہولت طلب کی یا اسے قرض دیا تھا وقت سے پہلے مانگنا شروع کر دیا تو ایسے میں وہ تنگ آکر آپ کی کال وصول کرنا چھوڑ دیتا ہے ✿ آپ بن بلائے کسی کی نجی دعوت میں پہنچ گئے، اب آپ گھر سے باہر کھڑے اسے کال کر رہے ہیں اور وہ شرمندگی سے بچنے کے لئے فون نہ اٹھا رہا ہو کہ یہ حضرت کہاں سے آن ٹپکے ؟ ✿ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اگر واٹس اپ آن نہ ہو تو انہیں واٹس اپ کال موصول نہیں ہوتی حالانکہ ہمیں کالنگ بیل سنائی دے رہی ہوتی ہے ✿ نیٹ ورک یا موبائل کی خرابی کے باعث بعض اوقات کال کرنے والے کو کال کنیکٹنگ معلوم ہوتی ہے، جبکہ حقیقتاً کال نہیں جاتی، (ایسی صورت میں کالنگ نمبر پر فون کر لینا بہتر ہے)۔ ✿ آپ کا بات کرنے کا انداز اس قدر لمبا چوڑا ہوتا ہے کہ ایک نقطے کو کتاب بنا دیتے ہیں اور آخر میں برآمد کچھ بھی نہیں ہوتا، ✿ آپ ہر بات ڈائریکٹ ہی کرنا چاہتے ہیں حالانکہ بہت مرتبہ صرف چند حرفی بات ہوتی ہے اور میسج کے ذریعے بھی کام مکمل ہو سکتا ہے، پھر بھی کال کرتے رہنا ✿ بعض افراد بیمار ہو کر بستر پر پڑے ہوتے ہیں یا ان کے پاس سونے کے لئے بہت تھوڑا ٹائم ہوتا ہے، ایسے میں وہ گھر والوں کو تاکید کر دیتے ہیں کہ فلاں کے علاوہ کسی کا فون آئے تو مجھے نہ جگایا جائے ✿ یا وہ فون ہی سائلنٹ کر دیتے ہیں لیکن آپ کو اصل صورتِ حال کا پتا نہیں ہوتا اور آپ اس کے بارے میں بدگمانی کا پہاڑ کھڑا کر لیتے ہیں۔ بعضوں کو آڈیو یا تحریری پیغام پڑھنے میں سہولت ہوتی ہے ایسوں کو جھٹ سے واٹس

اپ کال کرنے کے بجائے ریکارڈڈ پیغام بھیجا جا سکتا ہے۔

صوتی یا تحریری پیغامات کے حوالے سے بد گمانیاں

کبھی ہم کال کے بجائے واٹس اپ یا ایمو وغیرہ پر صوتی یا تحریری پیغام (voice or text messages) بھیجتے ہیں، لیکن کافی وقت گزرنے پر بھی جواب نہیں ملتا۔ واٹس اپ وغیرہ میں ایسی علامات (Signs) ہوتی ہیں جن سے بھیجنے والے کو اپنے پیغام کا اسٹیٹس پتا چل جاتا ہے کہ اس کا پیغام سُنا یا پڑھا جا چکا ہے جیسے ایرو کے نشانات کا نیلا ہونا۔ ایرو کا نشان نیلا ہونے پر ہمیں 100 فیصد یقین ہو جاتا ہے کہ وہ ہمارا پیغام سن یا پڑھ چکا ہے لیکن جواب نہیں دے رہا۔ جواب میں تاخیر پر ہم پچھلے صفحات میں بیان کی گئی غلط فہمیوں اور بد گمانیوں میں پڑ سکتے ہیں حالانکہ نیلے نشانات کے باوجود جواب میں تاخیر اس لئے ہو سکتی ہے کہ

(1) واٹس اپ کے استعمال میں لوگوں کے انداز مختلف ہوتے ہیں، کسی کی عادت ہوتی ہے کہ وہ موصول ہونے والے صوتی پیغامات کو ہاتھوں ہاتھ سن لیتا جو مختصر ہوتے ہیں، جبکہ جو پیغامات طویل ہوتے ہیں انہیں دیکھ کر سنے بغیر Mark as unread کر دیتا تا کہ اپنی سہولت کے حساب سے بعد میں سُن سکے۔ لیکن جس نے پیغام بھیجا ہوتا ہے جب اس کے پاس Double Blue Tick ظاہر ہوتے ہیں تو وہ بد گمانی میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ سننے کے باوجود جواب نہیں مل رہا، ہمیں نظر انداز کیا جا رہا ہے وغیرہ وغیرہ۔ حالانکہ پیغام ابھی پینڈنگ میں ہوتا ہے اور سنا بھی نہیں گیا ہوتا۔

(2) بعض اوقات اس لئے فی الفور (Immediately) جواب نہیں دیا جاتا کہ سننے والا اس پیغام / شخصیت کو اہم سمجھتا ہے اور اس کے پیشِ نظر وہ فرصت کا انتظار کرتا ہے تا کہ

www.dawateislami.net

اہتمام سے سن کر اچھے انداز سے جواب دیا جائے۔

(3) بعض اوقات بھیجنے والے نے میسج دیا ہوتا ہے کسی اور پہلو پر جبکہ جس کے پاس میسج آیا وہ سمجھتا ہے کہ ہماری جو حالیہ گفتگو چل رہی تھی شاید یہ اسی پر میسج آیا ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ حالیہ گفتگو والی بات کو میں کلوز کر چکا ہوں، یہ میں اب کل دیکھوں گا تو اس وجہ سے بھی بدگمانیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

(4) کچھ لوگوں کی عادت یہ ہوتی ہے کہ انہوں نے واٹس اپ استعمال کرنے، پیغامات سننے اور جواب دینے کے لئے باقاعدہ وقت معین کر رکھا ہوتا ہے مثلاً: شام 6 تا 7۔۔۔ اب اگر 7 کے بعد میسج آگیا اور بے خیالی میں ریڈ ہو گیا اور پھر اَن ریڈ کر کے رکھ دیا تاکہ کل اپنے وقت پر ریپلائی دوں لیکن پیغام بھیجنے والا Double Blue Tick دیکھنے کے بعد بدگمانیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

(5) اسی طرح بعض اوقات موبائل گھر بچوں یا کسی اور فرد کے ہاتھ میں ہوتا ہے تو کبھی ان سے Chat ریڈ ہو جاتی ہے۔

(6) کئی لوگ واٹس اپ کا ویب ورژن استعمال کرتے ہیں، تو بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ویب پر پیغام موصول ہوا اور ریڈ ہو گیا لیکن انٹرنیٹ کی پرابلم کی وجہ سے موبائل پر نہیں آتا تو بھیجنے والا اس صورت میں بھی بدگمانی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

(7) بعضوں نے عوامی نمبر مینج (Manage) کرنے کے لئے کسی فرد کو مقرر کیا ہوتا ہے جو پیغامات کو منتخب کر کے آگے پہنچاتا ہے، ایسی صورت میں آپ کا پیغام بعض اوقات اپنے مطلوب تک نہیں پہنچ پاتا۔

(8) بعضوں نے سین یا ریڈ کا آپشن ہی بند کیا ہوتا ہے ایسے میں اپنے پیغام کے بارے

میں یہی گمان ہوتا ہے کہ اس نے سنا یا دیکھا ہی نہیں ہے حالانکہ وہ دیکھ یا سن چکا ہوتا ہے لیکن کسی سبب سے جواب نہیں دیتا۔

بہر حال! وجہ کوئی بھی ہو ہمیں دل بڑا رکھنا چاہئے، وائس میسج کرتے وقت نیچے عنوان لکھ دیجئے یا ارجنٹ لکھ دیجئے اور مناسب وقت کے بعد ریمائنڈر (Reminder) دے دینا چاہئے۔ یا آڈیو کی جگہ لکھا ہوا پیغام بھیج دیجئے کیونکہ لکھا ہوا جلدی پڑھا جاتا ہے۔

پیغامات وصول کرنے والوں کی خدمت میں گزارشات

اللہ پاک کے آخری نبی صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے فرائض کے بعد سب اعمال سے زیادہ پیارا عمل مسلمان کا دل خوش کرنا ہے۔[148]

امیرِ اہلِ سنّت دامت بَرَکَاتُہُمُ العالیہ کی بڑی پیاری عادت ہے کہ جس کو جواب دینا ہوتا ہے اسے ہاتھوں ہاتھ (فوراً) دے دیتے ہیں تاکہ اس کے دل میں خوشی داخل ہو۔ یہ بات آپ دامت بَرَکَاتُہُمُ العالیہ کے پیشِ نظر ہوتی ہے کہ رپلائی جلدی دیں یا دیر سے، دینا ہی ہے تو جلد دے کر پیغام بھیجنے والے کے دل کو راحت پہنچائی جائے۔

اس عادت کو ہم بھی اپنا سکتے ہیں اور جواب میں تاخیر ہو تو جب رپلائی دیں تو تاخیر کی معقول وجہ (Reasonable cause) بیان کر دینی چاہئے اس سے دلوں میں دُوری پیدا نہیں ہوگی، ان شآءَ اللہ۔ لیکن خیال رہے کہ تاخیر کا عذر بیان کرنے میں جھوٹ میں نہ جا پڑیں۔

رسولِ پاک صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے اِرشاد فرمایا: خَواب میں ایک شَخْص میرے پاس آیا اور بولا: چلئے! میں اُس کے ساتھ چل دِیا، میں نے دو (2) آدَمی دیکھے، ان میں ایک کھڑا اور دُوسرا

---

(148) معجم اوسط، 6/37، حدیث: 7911

بیٹھا تھا، کھڑے ہوئے شَخْص کے ہاتھ میں لَوہے کا زَنْبُور تھا، جسے وہ بیٹھے شَخْص کے ایک جَبڑے میں ڈال کر اُسے گُدّی تک چِیر دیتا، پھر زَنْبُور نکال کر دُوسرے جَبڑے میں ڈال کر چِیرتا، اِتنے میں پہلے والا جَبڑا اپنی اَصْلی حالت پر لَوٹ آتا، میں نے آنے والے شَخْص سے پُوچھا: یہ کیا ہے؟ اُس نے کہا: یہ جُھوٹا شَخْص ہے، اِسے قِیامت تک قَبْر میں یہی عذاب دیا جاتا رہے گا۔ (149)

اللہ پاک ہمیں اسلامی تعلیمات کا شعور نصیب کرے اور ان پر عمل کی سعادت عطا فرمائے۔ اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

(149) مساوئ الاخلاق للخرائطی، ص:76، حدیث:131، جھوٹا چور، ص14

www.dawateislami.net

بے تکلفی

گردن خون سے لال ہوگئی:

بائیو گرافی (سِیرت) کے پیریڈ میں ایک طالبِ علم نے مجھے بتایا کہ میں پہلے کراچی کے ایک ہائی اسکول میں پڑھتا تھا۔ وہاں کلاس 7 میں دو اسٹوڈنٹس نے دوستی اور بے تکلفی کی بنیاد پر آپس میں "گُدی مار" کا کھیل مقرر کر رکھا تھا، اس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ ملاقات ہونے پر اگر ایک نے اپنی گُدی یعنی اپنی گردن کے پچھلے حصے پر ہاتھ نہ رکھا ہو تو دوسرے کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ اس کی گُدی پر اچانک تھپڑ مار دے، ایک دن ایک دوست نے دوسرے کی گُدّی پر زور دار تھپڑ مارا اور غالباً کوئی نوکیلی چیز بھی اس کے ہاتھ میں تھی، جس کی وجہ سے دوسرے کی گردن خون سے لال ہوگئی، اسے فوراً اسپتال لے جانا پڑا جہاں اس کے زخم پر کئی ٹانکے لگے۔

محترم قارئین! بے تکلفی کے نام پر کی جانے والی اس طرح کی بہت سی خلافِ شریعت حرکتیں دیکھنے اور سننے میں آتی ہیں۔ ہمارے معاشرے میں بعض لوگوں کو غلط فہمی ہے کہ جس سے ہماری بے تکلفی ہو اسے ہم جو چاہیں کہہ سکتے ہیں اور جو اس کے ساتھ کرنا چاہیں کرسکتے ہیں، حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ اس میں کچھ تفصیل (Detail) ہے۔

بے تکلفی کی اقسام:

آج کے دور میں اجنبیت سے شناسائی (یعنی تھوڑی بہت جان پہچان) اور شناسائی سے واقفیت (گہری جان پہچان) پھر اُنسیت اور دوستی، اس کے بعد آپسی بے تکلفی (Frankness) کا سفر قدرے تیزی سے طے ہوتا ہے۔ یہی بے تکلفی قریبی رشتہ داروں، بہن بھائیوں اور میاں

www.dawateislami.net

بیوی میں بھی پائی جاسکتی ہے، پھر یہ بے تکلفی کبھی زبان کی حد تک ہوتی ہے کہ آپس میں کسی پرسنل ایشو (ذاتی معاملے) پر بھی بات کرلیتے ہیں یا ایسے اپنائیت والے انداز سے ایک دوسرے سے بات کرلیتے ہیں کہ کسی اور کے ساتھ ایسا انداز اختیار نہیں کرتے، ایک دوسرے کو اپنا راز دار بھی بنالیتے ہیں۔ کبھی یہ بے تکلفی مالی ہوتی ہے کہ ایک دوسرے کی تھوڑی بہت رقم استعمال کرلی جاتی ہے یا ایک دوسرے سے قرض مانگنے میں شرم محسوس نہیں ہوتی، کبھی استعمال کی چیزوں میں بے تکلفی ہوتی ہے کہ ایک دوسرے سے کوئی چیز مثلاً بائیک، بال پوائنٹ یا کال کرنے کے لئے موبائل وغیرہ لینے میں جھجک نہیں ہوتی وغیرہ۔ ان باتوں کا کوئی بھی فریق بُرا نہیں مانتا۔ ہمارے بزرگانِ دین کے حالاتِ زندگی میں بھی مختلف قسم کی بے تکلفی والے واقعات ملتے ہیں لیکن بہت کم، پھر ان کی بے تکلفی میں مسلمان کو تکلیف دینا، اسے بے عزت کرنا یا مالی طور پر نقصان پہنچانا شامل نہیں تھا۔

بے تکلفی کے فوائد اور نقصانات:

بے تکلفی بنیادی طور پر زندگی کو خوبصورتی، رونق اور امید دیتی ہے کہ کوئی ہے جس سے میں اپنے دل کی بات کرسکتا ہوں، اپنا غم اور خوشی اس سے شیئر کرسکتا ہوں، اس کی چیز بلاجھجک استعمال کرسکتا ہوں، ضرورت پڑنے پر اس سے پیسے لینے میں شرم محسوس نہیں ہوگی۔ لیکن ضروری ہے کہ یہ سارے کام شریعت کے دائرے میں رہ کر کئے جائیں اور جس کام کو شریعت منع کردے اب وہ کام جائز نہیں ہوگا چاہے اسے بے تکلفی کے نام پر کیا جائے یا کسی اور عنوان سے! اب یہ بے تکلفی دنیا اور آخرت میں نقصان دے گی کیونکہ بے تکلفی کی وجہ سے شرعی احکام معطل (Suspend) نہیں ہوجاتے کہ اس بات کی کھلی چھوٹ مل جائے کہ آپ بے تکلفی کے نام پر کسی کا بُرا لقب رکھ دیں اور اسے موٹا، کالا، پیٹو وغیرہ کہنا شروع

www.dawateislami.net

کر دیں، اس پر بدگمانی کریں کہ یہ خوفِ خدا میں رونے کا ڈرامہ کر رہا ہے، اس کی غیبت کریں، اس کے عیب اُچھالیں، اسے بہتان لگائیں کہ اس نے فلاں آدمی سے اتنی رشوت لی ہے، اسے گالیاں دیں یا اس سے قرض لے کر واپس نہ کریں وغیرہ۔

اعتدال کی راہ اختیار کریں:

حضرت سیِّدُنا یونُس بن عبدُالاعلیٰ رحمۃُ اللہِ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا امام شافعی رحمۃُ اللہِ علیہ نے فرمایا: یونُس! لوگوں سے کھنچے کھنچے رہنا عداوت پیدا کرتا ہے اور ان سے بےتکلُّف ہو جانا بہت سے بُرے ہم نشین بنا دیتا ہے لہٰذا دوری اور بے تکلفی کے درمیان رہنا۔ (150)

بے تکلفی کے بارے میں 5 اہم باتیں:

(1) بے تکلفی کا تعلق قائم کرنے سے پہلے ہزار مرتبہ سوچ لیجئے، کیونکہ بعد میں اسے ختم کرنا آسان نہیں ہوتا۔ انسان کا موڈ بدلتا رہتا ہے اگر کل آپ کا ذہن بن بھی گیا کہ اب اس شخص سے بے تکلف نہیں ہونا لیکن ضروری نہیں کہ اس کا بھی یہی ذہن بن جائے، پھر وہ ایسا "کمبل" بن جائے گا جسے آپ تو چھوڑنا چاہیں گے لیکن وہ آپ کو نہیں چھوڑے گا

(2) بے تکلفی کی وجہ سے شریعت میں جو رعایتیں دی گئی ہیں ان کی ایک حد (Limit) ہے پھر انہیں خود پر نافذ (Implement) کرنے میں بہت احتیاط درکار ہے کیونکہ ان کا تعلق غور و فکر کے ساتھ ہے، ایسا نہ ہو کہ آپ ان کاموں کو اپنے لئے جائز سمجھیں لیکن جائز نہ ہوں! میں تو آپ کو مشورہ دوں گا کہ خود رسک لینے کے بجائے اہلِ سنّت کے کسی اچھے مفتی صاحب سے

---

(150) حلیۃ الاولیاء، 9/130، رقم: 13361

مسئلہ پوچھ لینا چاہیے کہ فلاں سے میری بے تکلفی ہے کیا ہمارا آپس میں یہ یہ معاملہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ پھر جو راہ نمائی ملے اس پر عمل کیجئے (3) بے تکلفی لائف ٹائم نہیں ہوتی کہ ایک مرتبہ کسی سے بے تکلفی قائم ہو گئی تو اب یہ تعلق زندگی بھر چلے گا کیونکہ یہ ضروری نہیں کہ وہ باتیں جو آج ہمیں اچھی لگتی ہیں کل عمر بڑھنے، اسٹیٹس تبدیل ہونے یا مزاج بدلنے کے بعد بھی اچھی لگیں، خاص کر جب کسی دوست سے طویل عرصے بعد ملاقات ہو تو فوراً بے تکلفی کے اظہار سے محتاط رہیے، کیونکہ سامنے سے ناگواری ظاہر ہونے پر شرمندگی بھی اٹھانا پڑ سکتی ہے (4) بے تکلفی اپنے ہم رُتبہ، ہم عمر لوگوں کے ساتھ ہونی چاہیے جس کی وجہ سے کسی کی عزت اور وقار پر حرف نہ آئے، لہٰذا بچّوں، شاگردوں اور ماتحتوں سے زیادہ بے تکلف ہونے میں احتیاط کیجئے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے: اور (آم وغیرہ کے) صرف چھلکوں سے ہم عمر ہم مرتبہ لوگ نادراً (کبھی کبھار) محض تطیبِ قلب (دل خوش کرنے) کی طور پر باہم مزاح دوستانہ کریں جس میں اصلاً کسی حُرمت یا حَشمتِ دینی کا ضرر حالاً یا مآلاً (یعنی Present and Future میں) نہ ہو تو مباح ہے۔[151] (5) نامحرم مرد و عورت (مثلاً دیور بھابھی، کلاس فیلوز) کی آپس میں بے تکلفی کی کوئی گنجائش نہیں۔ اس سے بچنا ہی ہو گا۔

ان کاموں سے پرہیز کیجئے:

بے تکلفی ہر کسی کو اچھی نہیں لگتی، بعض صورتوں میں انسان گناہ گار بھی ہو سکتا ہے، اس لئے ان کاموں سے پرہیز ہی کیجئے: (1) کسی کی کمر یا گردن پر اچانک تھپڑ مار دینا، مفتی احمد یار خان رحمۃُ اللہِ علیہ لکھتے ہیں: ایسی دل لگی ہنسی کسی سے کرنی جس سے اس کو تکلیف پہنچے مثلاً کسی کو

---

(151) فتاویٰ رضویہ، 24/111

بیوقوف بنانا اس کے چپت لگانا وغیرہ حرام ہے۔[152] (2)بازو مروڑ دینا (3)کوئی چیز اٹھا کر دے مارنا (اگر آنکھ یا جسم کے نازک حصے پر لگ جائے تو مصیبت کھڑی ہو جاتی ہے) (4)بیٹھنے والے کے نیچے سے کرسی کھینچ لینا (5)ابھی کوئی ٹھیک سے بیٹھ بھی نہ پائے لیکن جھٹکے سے بائیک چلا دینا (6)چلتی بائیک کو اچانک ریس دے دینا جس کی وجہ سے پیچھے بیٹھنے والے کا توازن (Balance) بگڑ جائے (7)اسکول کالج میں سال کے پہلے دن یا آخری دن کپڑوں پر سیاہی (Ink) چھینک دینا (8)منع کرنے کے باوجود زبردستی اس کی جیب سے رقم نکال لینا (9)نہر، دریا یا سمندر میں زبردستی دھکا دینا یا پکڑ کر کھینچ لینا کہ ہم نہا رہے ہیں تم بھی نہاؤ (10)یہ جانتے ہوئے بھی کہ اسے ناگوار گزرے گا کسی کے سامنے سے اسپیشل چیز مثلاً آئس کریم یا فروٹ چاٹ یا پِزا وغیرہ اٹھا کر کھا جانا (11)نیند سے جگانے کے لئے منہ پر تھپڑ مارنا یا اچانک لحاف یا چادر کھینچ دینا (کیونکہ بعض اوقات لباس اوپر نیچے ہوا ہوتا ہے جس سے بے پردگی ہو رہی ہوتی ہے) (12)اس کے کمرے میں بغیر اجازت داخل ہو جانا (13)باہر سے دروازہ لاک کرکے کسی کو کمرے یا واش روم میں بند کر دینا (14)مصافحہ (ہاتھ ملانے) میں ایک دَم ہاتھ اتنی زور سے دبانا کہ اس کی چیخیں نکل جائیں اس پر کھی کھی کرکے ہنسنا (15)معانقہ (یعنی گلے ملنے) میں زور سے دبا دینا کہ اگلے کی جان پر بن آئے، کئی برس پہلے ہیڈ پنجند (جنوبی پنجاب) کے اسکول ماسٹر کے ساتھ اسی طرح کا واقعہ پیش آیا کہ کسی نے اس سے عید ملنے کے دوران اتنی زور سے دبایا کہ بے چارا بے ہوش ہو کر زمین پر گر گیا پھر اسے اسپتال لے جانا پڑا، جہاں اسے بڑی مشکل سے ہوش میں لایا گیا (16)کھاتے پیتے وقت ٹوکنا کہ اب بس بھی کرو

(152)مراٰۃ المناجیح،5/271

جانوروں کی طرح کھاتے چلے جا رہے ہو (17) اسے سب کے سامنے جھاڑ دینا، بے عزتی کر دینا کہ یہ مائنڈ نہیں کرے گا (18) اس کے گھریلو معاملات میں دخل دینا (19) کسی کے موبائل میں گھس جانا، اس کے واٹس اپ اور میسجز دیکھنا، اس کی فیملی کی تصویریں، ویڈیوز وغیرہ دیکھنا (بلکہ کسی کو بھی اپنے موبائل میں گھر کی خواتین کی تصویریں یا ویڈیوز رکھنی ہی نہیں چاہئیں) (20) پردے کا لحاظ اُٹھا کر دوسرے کے اہلِ خانہ کے درمیان جا بیٹھنا (21) اس کی اہم چیز چابی یا موبائل وغیرہ چھپا دینا اور اسے پریشان کرنا (22) "مان نہ مان میں تیرا مہمان" بن کر خوامخواہ کی مہنگی فرمائشیں کرنا (23) ہر چھوٹے بڑے کام کے لئے اس کی بائیک وغیرہ استعمال کرنا، عافیت اِسی میں ہے کہ بندہ اپنی چیز ہی اِستعمال کرے، قریبی دوست کی اَشیا بھی بِلا اِجازت اِستعمال نہ کرے کیونکہ بہت سے بے تکلف دوستوں میں بھی بعض اوقات مَسائل پیدا ہو جاتے ہیں مثلاً اگر کوئی دوست کی موٹر سائیکل پنکچر کر کے آ گیا یا ایکسیڈنٹ میں کچھ نُقصان کر دیا تو اب جس کا نُقصان ہوا ہے وہ خوشی سے جھومے گا نہیں بلکہ ہو سکتا ہے کہ وہ طنزیہ جملے کہہ کر اپنے غصے کا اِظہار کرے کہ تم کو صحیح چلانی نہیں آتی، سارا پیٹرول ختم کر دیا، بریک خَراب کر دیا وغیرہ (24) بلا اجازت تصویر یا وڈیو بنانا خاص کر جب وہ رف انداز میں بیٹھا ہو۔

اللہ پاک ہمیں ہر کام شریعت کے مطابق کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ خَاتَمِ النَّبِیّٖن صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

پردہ پوشی

پیارے اسلامی بھائیو! انسان کی ذات اچھائیوں اور بُرائیوں کا مجموعہ ہے، اس کی بعض برائیاں و خامیاں دوسروں کو معلوم ہوتی ہیں اور کچھ چھپی رہتی ہیں۔ مگر چند لوگوں کی طبیعت مکھی کی طرح ہوتی ہے جو سارا جسم چھوڑ کر زخم پر بیٹھنا پسند کرتی ہے، چنانچہ یہ لوگ دوسروں کی چھپی ہوئی برائیوں کی تلاش میں رہتے ہیں اور جب اپنے مقصد میں کامیاب ہوجاتے ہیں تو ان بُرائیوں اور عیبوں کو دوسروں پر کھولنے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں۔ اس قسم کے جملے ان کی زبان پر آتے رہتے ہیں: ☆ارے تمہیں پتہ چلا! فلاں کی اپنی بیوی سے کل زبردست لڑائی ہوئی ☆فلاں کو اس کے مالکِ مکان نے بہت ذلیل کیا ☆فلاں بہت ڈرپوک ہے، کل گھر میں چوہا آگیا تو ڈر کے مارے گلی میں آگیا تھا ☆فلاں بہت لالچی ہے ☆فلاں کا بچہ پڑھائی میں بہت کمزور ہے اسے روزانہ اسکول میں سزا ملتی ہے ☆فلاں عورت کی اپنی ساس سے نہیں بنتی، کل ہی ان کی تُوتُو میں میں ہوئی ہے ☆فلاں شخص فلاں کے گھر رشتہ مانگنے گیا تو انہوں نے ذلیل کرکے گھر سے نکال دیا وغیرہ۔ اس کام میں انہیں عجیب قسم کی شیطانی لذّت ملتی ہے۔ انہیں یہ احساس تک نہیں ہوتا کہ وہ خود کتنے بُرے کام کرچکے ہیں۔

ایک بُرا کام تو یہ کہ دوسروں کے عیب جاننے کی جستجو کی اور اس سے قرآنِ پاک میں منع کیا گیا ہے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: ﴿وَلَا تَجَسَّسُوْا﴾ ترجَمۂ کنزالایمان: اور عیب نہ ڈھونڈو۔[153]

---

(153) پ26، الحجرات: 12

یعنی مسلمانوں کی عیب جوئی نہ کرو اور اُن کے چُھپے حال کی تلاش میں نہ رہو، جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنی سَتّاری سے چُھپایا۔(154)

دوسرا یہ کہ اس کے عیبوں کو اچھالا اور لوگوں میں عام کیا، یہ بھی مذموم (یعنی بُرا) ہے، رسولُ اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے اِرشاد فرمایا: جو اپنے مسلمان بھائی کے عیب تلاش کرے گا اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے عیب کھول دے گا اور جس کے عیب اللہ عَزَّوَجَلَّ ظاہر کرے وہ مکان میں ہوتے ہوئے بھی ذلیل ورسوا ہو جائے گا۔(155)

حکیم الاُمّت مفتی احمد یار خان رحمۃُ اللہِ علیہ اِس حدیثِ پاک کے تحت لکھتے ہیں: یہ قانونِ قدرت ہے کہ جو کسی کو بِلاوجہ بدنام کرے گا قدرت اسے بدنام کر دے گی۔(156)

گناہ جھڑتے دکھائی دیتے تھے

حکایت: ایک مرتبہ حضرتِ سیِّدُنا امامِ اعظم ابُو حنیفہ رحمۃُ اللہِ علیہ جامِع مسجِد کُوفَہ کے وُضو خانے میں تشریف لے گئے تو ایک نوجوان کو وُضو کرتے ہوئے دیکھا، اُس سے وُضو میں اِستِعمال شُدہ پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ آپ رحمۃُ اللہِ علیہ نے ارشاد فرمایا: بیٹا! ماں باپ کی نافرمانی سے توبہ کرلے۔ اُس نے عرض کی: میں نے توبہ کی۔ ایک اور شخص کے وُضو کے پانی کو مُلاحَظہ فرمایا، آپ رحمۃُ اللہِ علیہ نے اُس شخص سے ارشاد فرمایا: میرے بھائی! بدکاری سے تَوبہ کرلے۔ اُس نے عرض کی: میں نے تَوبہ کی۔ ایک اور شخص کے وُضو کے پانی کو دیکھا تو

---

(154) خزائن العرفان

(155) ترمذی، 3/416، حدیث: 2039

(156) مراٰۃ المناجیح، 6/618

www.dawateislami.net

اُس سے فرمایا: شَراب پینے اور گانے باجے سُننے سے توبہ کرلے۔ اُس نے عرض کی: میں نے تَوبہ کی۔ حضرتِ سیِّدُنا امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃُ اللہِ علیہ پر غیبی باتوں کے اِظہار کے باعث چُونکہ لوگوں کے عُیُوب ظاہِر ہو جاتے تھے لہٰذا آپ رحمۃُ اللہِ علیہ نے بارگاہِ خُداوَندی میں غیبی باتوں کے اِظہار کے ختم ہو جانے کی دُعا مانگی، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے دُعا قبول فرمالی جس سے آپ رحمۃُ اللہِ علیہ کو وُضو کرنے والوں کے گناہ جھڑتے نظر آنا بند ہو گئے۔ (157)

پیارے اسلامی بھائیو! یہ تھا ہمارے بزرگانِ دین کا انداز کہ دوسروں کا عیب نہ دیکھنا پڑے، اس کے لیے دعا مانگی، اللہ تَعَالٰی ہمیں بھی دوسروں کے عیب ڈھونڈنے، انہیں اچھالنے سے بچائے۔ اگر بغیر کوشش کے کسی کے عیب معلوم ہو بھی جائیں تو **"پَردہ پوشی"** کرنی چاہیے، فرمانِ مصطفٰے صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم ہے: جس نے کسی مسلمان کی **"پَردہ پوشی"** کی اللہ عَزَّوَجَلَّ دنیا و آخرت میں اس کی **"پَردہ پوشی"** فرمائے گا۔ (158) مراٰۃ المناجیح میں ہے: (یعنی) چُھپے ہوئے عیب ظاہر نہ کرے! بشر طیکہ اس ظاہر نہ کرنے سے دین یا قوم کا نقصان نہ ہو، ورنہ ضرور ظاہر کر دے! کفار کے جاسوسوں کو پکڑوائے! خفیہ سازشیں کرنے والوں کے راز کو طَشت اَزْ بام (یعنی ظاہر) کرے! ظلماً قتل کی تدبیر کرنے کی مظلوم کو خبر دے دے! اخلاق اور ہیں، معاملات اور سیاسیات کچھ اور۔ (159)

کسی کی خامیاں دیکھیں نہ میری آنکھیں اور
سُنیں نہ کان بھی عیبوں کا تذکرہ یاربّ (160)

---

(157) المیزانُ الکبریٰ، جزء:1، ص130
(158) مسلم، ص1110، حدیث:2699، ملتقطاً
(159) مراٰۃ المناجیح، 1/189
(160) غیبت کی تباہ کاریاں، ص334

غلطی مان کر جلدی جان چھڑالیجئے

غلطی کس سے نہیں ہوتی؟

مشہور ہے: ”انسان خطا اور نسیان کا مرکب ہے“ جب غلطی ہو جائے تو معافی مانگ لینی چاہئے، اس سے ہماری جان بھی جلدی چھوٹ جائے گی اور ہم مزید شرمندگی سے بھی بچ جائیں گے، اِن شآءَ اللہ۔ لیکن کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ غلطی ہو جائے تو اپنی غلطی جلدی مانتے نہیں ہیں بلکہ خود کو درست قرار دینے کے لئے دلائل دینا شروع کر دیتے ہیں کہ جناب ہماری تو غلطی ہی نہیں تھی۔ بالآخر انہیں اپنی غلطی تسلیم کرکے اس پر معذرت کرنی پڑتی ہے۔ اگر ایسے لوگ اسی وقت Sorry کرلیں جب غلطی کی نشاندہی ہو تو بات چند سیکنڈز میں ختم ہو سکتی ہے۔ اِن شآءَ اللہ

Saving مگر کس چیز کی؟

Saving کا لفظ آپ نے بہت مرتبہ سنا ہو گا اور لوگ ایک دوسرے سے بچت کے طریقے پوچھتے ہیں پھر ان طریقوں کو استعمال بھی کرتے ہیں اور بعض تو ایسے ایسے طریقے استعمال کرتے ہیں کہ سن کر انسان حیران رہ جاتا ہے۔ مگر بچت کا تصور صرف مال، رقم اور روپے پیسے کے ساتھ سمجھا جاتا ہے کہ بچت کا لفظ جب بھی آئے گا لوگوں کے ذہن میں رقم اور روپے پیسے کی بچت کا خیال آئے گا کہ بچت کرنے کے بعد جو رقم ملے گی وہ ہماری ضروریات میں استعمال ہو گی۔ مال کی بچت اگر شرعی حدود میں رہے تو اس میں حرج نہیں ہے لیکن ایک بچت اور بھی ہے جس طرف ہمیں توجہ کرنے کی ضرورت ہے، وہ ہے وقت کی بچت! یہ حقیقت ہے کہ وقت کو ایک طرف اور روپے پیسے کو دوسری طرف رکھ لیجئے تو

www.dawateislami.net

سمجھ دار شخص یقیناً یہی جواب دے گا کہ وقت زیادہ قیمتی ہے۔ ایک طرف ہمارا رویہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ہمارا مال چھین کرلے جائے، ہماری جیب کٹ جائے یا ڈکیتی ہو جائے تو ہمیں بڑا صدمہ اور افسوس ہوتا ہے اور کئی دن تک ہم سوچتے رہتے ہیں کہ یہ ہمارے ساتھ کیا ہوا؟ اور دوسری طرف اگر ہمارا وقت کوئی چھین کرلے جائے تو ہمیں کوئی افسوس نہیں ہوتا کیونکہ ہمیں شعور ہی نہیں کہ لُوٹنے والا ہماری کون سی دولت چھین کرلے گیا!

اب رہا یہ سوال کہ کوئی ہمارا وقت کیسے لُوٹ کرلے گیا؟ تو غور کیجئے کہ ایک فالتو شخص فضول میں ایک یا دو یا تین گھنٹے ضائع کر کے چلا گیا، یہ وقت لُوٹنا ہی تو ہے۔ ہماری دماغی حالت دیکھئے کہ وقت لُوٹنے والا دوبارہ ملے گا تو ہم دوستی کا دَم بھی بھریں گے اور ایک مرتبہ پھر سے اس سے ملنے اور لُٹنے کے لئے تیار رہیں گے اور دوسری جانب جو رقم چھین کرلے جائے وہ ہمارا دشمن نمبر 1! اگر وہ ہمیں دوبارہ مل جائے تو ہم جلدی سے اس کا پیچھا کریں گے بلکہ دیکھتے ہی شور مچا دیں گے کہ یہی شخص ہے جس نے مجھے فلاں جگہ لوٹا تھا، یہی شخص ہے جو میرا مال لے کر بھاگا تھا، پکڑو اس کو! اس سے میرا مال وصول کرو۔ اور جو وقت چھین کرلے گیا اس کو ہم اپنا دوست قرار دے رہے ہیں حالانکہ وقت ایسی انمول دولت ہے جس کو خرچ کر کے ہم مال سمیت دنیا کی ہزاروں نعمتیں حاصل کرسکتے ہیں۔ اس لئے ہمیں مال کی سیونگ سے زیادہ وقت کی سیونگ کرنی چاہئے۔

بچھڑنے کو بھی سلیقہ چاہئے

ہم اپنی زندگی میں کسی آفس یا دینی جامعہ یا اسکول کالج یا کسی فیکٹری یا دکان وغیرہ میں ملازمت کرتے ہیں اور پھر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ ہمیں وہ جاب مجبوراً چھوڑنی پڑتی ہے یا ہمیں نوکری سے نکال دیا جاتا ہے، اس طرح بعض اوقات کسی سے ہمارے گھریلو تعلقات

www.dawateislami.net

بن جاتے ہیں پھر ایک وقت آتا ہے کہ وہ تعلقات ختم ہو جاتے ہیں جس سے ہمیں خوشی نہیں ہوتی۔ ہمیں اس سے جدا ہونا پڑتا ہے لیکن اس جدائی کو ہم بھیانک طور پر یادگار بناتے ہیں، وہ یوں کہ الوداعی ملاقات میں اس قسم کے ناراضی والے جملے کہتے ہیں:☆میں پتے کھالوں گا کبھی تمہارے پاس نوکری کے لئے نہیں آؤں گا☆میں تمہارے آفس پر تھوکتا بھی نہیں ہوں ☆تم نے میری قدر نہیں پہچانی میں کبھی تمہیں اپنی شکل نہیں دکھاؤں گا ☆تم اس لائق ہی نہیں ہو کہ تمہارے پاس کوئی ٹیلنٹ والا شخص کام کرے☆ مجھے بیسیوں نوکریاں مل جائیں گی لیکن تمہیں میرے جیسا ماہر آدمی ڈھونڈنے سے نہیں ملے گا۔ وغیرہ

کوئی بھی سمجھدار شخص اس انداز کو اچھا نہیں کہے گا، لیکن زندگی میں Ups and Downs آتے رہتے ہیں، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ملازمت کی تلاش کرنے والا انجانے میں اسی کے پاس جا پہنچتا ہے جس کو بڑی غصیلی باتیں کرکے رخصت ہوا تھا۔ اس وقت کتنی ندامت اور شرمندگی ہوتی ہے یہ تو وہی بتا سکتا ہے جس پر یہ گزری ہو، خاص کر اس وقت جب اس کے جملوں کے تیروں کا نشانہ بننے والا اسے ماضی کے طنزیہ انداز میں یاد دلا دے۔ اس سچویشن سے بچنے کے لئے یہ یاد رکھئے کہ آج بچھڑنے والے کل مل بھی سکتے ہیں، کسی نے سوشل میڈیا پر بڑی پیاری حقیقت بیان کی کہ مچھلی کانٹے میں اسی وقت پھنستی ہے جب وہ اپنا منہ کھولتی ہے، انسان کو بھی چاہئے کہ سوچ سمجھ کر اپنا منہ کھولے تاکہ سلامت رہے۔

فیصلہ آپ کا اور غلطی کسی اور کی؟

کام کوئی بھی ہو اس کے لئے کسی سے مشورہ کرلینا بہت مفید ہے۔ جس سے مشورہ کیا جائے وہ امین ہوتا ہے کہ اپنے معلومات و تجربات کی روشنی میں بہترین رائے دے۔ پھر اگر کام بگڑ جائے یا کوئی نقصان ہو جائے تو مشورہ قبول کرکے کام کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ کرنے

والے کو چاہئے کہ اسے نصیب کا لکھا سمجھ کر صبر کرے لیکن کئی لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ اگر فیصلہ فائدہ مند ثابت ہوا تو کامیابی کا سہرا اپنے سر باندھتے ہیں اور اگر نقصان ہو جائے تو غلطی کا ہار مشورہ دینے والے کے گلے میں ڈال دیتے ہیں اور یہ سنا سنا کر اس کے کان پکا دیتے ہیں کہ تمہارے کہنے پر چلنے کی وجہ سے مجھے نقصان ہو گیا، گویا میٹھا میرا کڑوا تیرا۔ اس رویّے کا اسے ڈبل نقصان ہوتا ہے وہ یوں کہ ایک تو اس کا کام بگڑ گیا اور دوسرا اسے آئندہ کوئی مشورہ دینے کو تیار نہیں ہو گا کہ اس کا نقصان ہو گیا تو یہ اس کا ذمہ دار مجھے ٹھہرائے گا۔

لہٰذا! اس قسم کا رویہ رکھنے والے کو یاد رکھنا چاہئے کہ اس نے تو مشورہ دیا، کام کرنے یا نہ کرنے پھر اس انداز میں کرنے کا فیصلہ آپ کا ہے، اس کے بعد نتائج اچھے ہوں تو وہ بھی آپ کے اور اگر برے نتائج ہوں تو وہ بھی آپ ہی کو فیس کرنے ہوں گے۔ آپ اپنے رویے کو جلدی درست کر لیجئے۔

اللہ پاک ہمیں سمجھ داری نصیب کرے۔ اٰمِیْن بِجَاہِ خَاتَمِ النَّبِیّٖن صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

تو جلدی کیجئے اور آج ہی

ہر ماہ 40 سے زائد علمی، دینی، دنیاوی، معاشرتی، اخلاقی اور اصلاحی موضوعات پر مشتمل اور سات زبانوں (اردو، انگلش، عربی، ہندی، سندھی، گجراتی اور بنگالی) میں شائع ہونے والے تحقیقی میگزین "ماہنامہ فیضانِ مدینہ" کی سالانہ بکنگ کروالیجئے۔

"ماہنامہ فیضانِ مدینہ" ہر مہینے گھر پر حاصل کرنے کے لئے آج ہی اس نمبر پر واٹس ایپ یا کال کیجئے۔

+92313-1139278